OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۴ ذ ت

Accession No. ۱۲۴۰۲ 12402

Author ذکاءاللہ

Title تہذیب الاخلاق آریاؤں کا ریفارمر

This book should be returned on or before the date last marked below.

۱۸۹۰ء

تہذیب الاخلاق

آریا ہند یعنی

ہنود



مؤلفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد یونیورسٹی

اس کتاب میں ایک سو سترہ مضامین اخلاق کے اور اکیس مضامین متفرق کل ایک سو اڑتیس مضامین

ہندؤں کی اعلی درجہ کی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھے

گئے ہیں

سنہ ۱۹۰۸ء

مطبع مرتضوی دہلی میں حافظ محمد عزیز الدین کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

۱۲۰۴۳
CHECKED 1951
۲۹۶
Checked 1975

مضامین تہذیب الاخلاق

آریاء ہند کے مصنفوں کا ذکر

زمانہ دراز گذرا کہ شہنشاہ چین کو جب یہ معلوم ہوا کہ ملک تبت میں لاماگرو کے مندر میں ایک کتب خانہ ہے جس میں مقدس قدیمی کتابیں سنسکرت کی موجود ہیں - اُسکو اِن کتابوں کا اشتیاق پیدا ہوا - اُس نے لاماگرو کو ایک خط اِس مضمون کا لکھا کہ میں حکیم کے فو کو بھیجتا ہوں آپ عنایت فرما کر اُسکو سیر کتب خانہ کی اجازت دیں - کے فو کی عمر پچاس سال کی تھی وہ نہایت وجیہ اور فصیح اور صاحب علم تھا - وہ یہاں نہایت تزک و احتشام سے آیا اور لاماگرو سے بہت کچھ جڑھایا - اور کتب خانہ کی کتابوں کو چھ مہینے تک مطالعہ کیا - اِس مطالعہ میں اُسکی بڑی مدد ایک فاضل نے بھی لاماگرو کی طرف سے کی - اُس نے بہت سے مضامین انتخاب کر کے نقل کئے -

بعد پھر اُنکو چین لیجا کر اپنی زبان میں ترجمہ کیا - اِس ترجمہ کو اہل چین بڑے ذوق شوق سے پڑھتے ہیں اُنکا ترجمہ انگریزی زبان میں ہوا میں نے ابتدا میں زیادہ تر مضامین اسی کتاب سے لکھے ہیں - پھر میں نے رامائن پڑھا اور جو حصہ اُسکا اخلاق کے مضمون سے متعلق تھا اُس کو انتخاب کیا - جناب سر جان میور صاحب نے کتاب مہابھارت اور دیگر مستند کتابوں سے اخلاق کے مضامین انتخاب کر کے انگریزی میں نظم و نثر میں ترجمہ کئے ہیں میں نے اُن میں سے بھی بہت سے مضامین انتخاب کئے - راجہ بھرتری ہری شتکے کے مضامین بھی انگریزی سے ترجمہ کئے ہیں غرض اس طرح سے یہ مجموعہ ۱۱ مضامین اخلاق ۱۲۱ اور مضامین متفرق کا میں نے لکھا ہے -

قیمت ۶/ محصول ۱/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناچیز سیاہ محمد ذکاء اللہ ملقب بہ شمس العلماء خان بہادر ارباب علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ دنیا میں سچے۔ نیک مفید خیالات کا مجموعہ ایسا ہے کہ جس نے بنی آدم کو تاریکی جہالت سے نکال کر روشن دماغ اور روشن ضمیر بنایا ہے۔ اور وہ کسی اور سچے خیالات کے اثر کا مخالف و مزاحم نہیں ہے بلکہ اس مجموعہ کے تمام خیالات کی اصل واحد ہے اور وہ باہم موافقت اور اتحاد رکھتے ہیں اور آپس میں کھٹ پٹ نہیں کرتے ہیں۔ ان کا حال مینہ کی بوندیوں کا سا ہے کہ گو وہ جدا جدا برستی ہیں مگر سب آپس میں ملکر دریا میں ایک ہو جاتی ہیں اور بڑی دھار کے چلانے میں مدد کرتی ہیں اسی طرح یہ خیالات گو مختلف قوموں اور مذہبوں اور طریقوں کے ہیں مگر وہ انسان کی تہذیب نفس و تکمیل عقل کے لئے یکساں اثر رکھتے ہیں کسی خاص مذہب اور گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں تفصیل اس اجمال کی انکے پڑھنے سے معلوم ہو گی کہ ہر انسان خواہ وہ کوئی مذہب اور طریقہ رکھتا ہو ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ہر ملک میں ایسے ارباب عقل و ہوش و نامور صاحب کمال گذرے ہیں کہ انھوں نے پہلے خیالات کے خزانہ میں اپنے نیک خیالات کا سرمایہ بڑھایا ہے اس طرح خیالات کا مخزن ہمیشہ بڑھتا رہا ہے اور بڑھتا رہے گا جیسے سمندر سے پانی کے بخارات اوپر جانے میں اپنی تلخی اور کھاری پن کو نیچے چھوڑ جاتے ہیں اور ستھرے میٹھے ہو کر صاف پانی کی جھڑی برسا کر ہم کو نہال کرتے ہیں ایسے ہی جب انسان کے نیک و سچے خیالات بلند ہوتے ہیں تو وہ تمام خباثتوں کی کدورتوں سے الگ ہو کر نفس لطیف لذیذ ہو جاتے ہیں اور انسان کے دل و دماغ پر اپنی جھڑی برسا کے ان میں دین و دنیا کی نیکیوں کی پود کو شاداب کرتی ہیں جیسے آتشی شیشہ کے نقطہ ماسکہ پر حرارت اور روشنی کے جمع ہونے کا اثر ہوتا ہے ایسا ہی دلوں کے منور کرنے میں ان نیک خیالات کا اثر ہوتا ہے جب تک انسان کا دماغ دانائی

کے خیالات کا مختصر مجموعہ نہیں بنتا وہ روشن دماغ اور رشد ضمیر نہیں ہو سکتا۔ نیک سچے خیالات کیا ہیں؟
سچی دولت کے خزانے۔ آب حیات کے چشمے۔ نور کے فرشتے۔ جواہر کے حقے جنکی چمک کبھی ماند نہیں ہوتی
خوشنما و معطر پھولوں کے گلدستے جنپر کبھی پژمردگی نہیں آتی۔ خصائل و عادات انسانی کی سیر۔
ساری قوموں کے حسن حسین۔ دل و دماغ کے زیور۔ علم و عمل کے بیجوں کی اصل۔ تہذیب اخلاق کے
سانچے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کے تخت پر بٹھانے والے۔ سیرت و طینت و نیت کو پاک بنانے والے
اُن سے زیادہ عمدہ کوئی ورثہ زمانہ کے ہاتھ سے انسان کو ابتک نہیں ملا۔ نیک اور حق خیالات پر سیاہی
کے قطرے بھی اعجاز کرتے ہیں جب وہ الفاظ کا لباس زیب تن کرکے ہوا میں اُڑتے ہیں تو یہ قطرے
اوس کی طرح پڑکر اُن کی صورت کو ایسا پائدار کر دیتے ہیں کہ وہ ایسی امنٹ ہو جاتی ہی کہ جن کی مدتوں
تک زمانہ زیارت کیا کرے اور ارباب خیال اپنے ذہن کو اُن سے پر کیا کریں۔

جب میں نے دیکھا کہ انسان کی تعلیم و تہذیب کی تکمیل جب تک نہیں ہوتی کہ اُس کا دماغ سچے حق
خیالات کا مخزن نہ ہو تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی زبان میں ان خیالات کو بیان کروں۔ اس
مطلب کے واسطے میں نے اُن مشہور کتابوں کا باغ اپنے ذہن کی آنکھوں کے روبرو لگایا کہ جنکے
اندر ایسے خیالات بلند موجود تھے کہ جنکو زمانہ دراز سے بے شمار آدمی پڑھتے چلے آتے ہیں اور
معلوم نہیں کب تک پڑھتے چلے جائینگے۔ جب یہ باغ مرتب ہو گیا تو میں نے اول اپنے ذہن سے
کہا کہ تو اس باغ میں باغبان بنکے جا اور جو پھول مجھکو پسند آئیں اُن کو مع شاخ اور پتوں کے
قلم کرکے اپنے تاگے سے باندھ کے اُن کا گلدستہ بنادے (یعنی اصلی خیالات کو انتخاب کرکے اپنی زبان
میں نقل کردے) پھر میں نے اُس سے کہا کہ اب تو گلفروش بن کر اُس باغ میں جا اور اپنے پسند کے پھول توڑ
اور اُنکا گہنا۔ بدھی۔ سہرا۔ ہار۔ گجرا بنا (یعنی خیالات کی کچھ صورت بدل) بعد ازاں میں نے کہا کہ تو شہد
کی مکھی بن کے جا اور خوب گلگشت کرکے پھولوں کا رس چوس اور اپنے معدہ میں شہد بنا (یعنی خیالات
کی ایسی نئی صورت بنادے کہ کوئی پہچانے نہیں کہ پہلے اُن کی کیا صورت تھی) مگر مجھے معلوم نہیں کہ
اُس نے شہد بنایا یا موم۔ اہل مذاق اسکو انگلی لگا کے زبان پر رکھیں اگر اُنکو لذیذ معلوم ہو تو اُس سے

لذت اٹھائیں نہیں تھوک دیں۔ ذہن نے مجھ سے یہ بھی فرمائش کی کہ اب مجھے مکڑی بن کے جانے کی
کی اجازت دیجئے کہ میں اپنے مغز سے مادہ نکال کر جال پھیلاؤں میں نے اُسے منع کیا کہ جو جالا تو خود
تنے گا وہ ہوا کے جھوکوں میں اُڑ جائیگا۔ خود اُس میں پھنس کر مُردہ کی طرح لٹکے گا۔ مکھیاں بھی معلوم
نہیں اُس میں پھنسا سکے گا یا نہیں (کوئی خیال اپنا اصلی مینے نہیں لکھا) ہاں مینے اِن خیالات کے
باغ میں مضامین کی قلمیں تراشیں (یعنی پڑھا) پھر اُنکو ہضم کیا (دل بہلایا) اُن کا ذخیرہ اپنے حافظہ
میں ایک بلند مقام پر جمع کیا اور اسکی شیرینی کے ایسے مزے اُڑائے کہ جس سے میری زندگانی کی تلخیاں
کم ہوگئیں پس یہ ثمرہ مجھے اپنی ریاضت کا مل گیا۔ اسی پر قناعت کرتا ہوں۔ کچھ اور زیادہ طمع نہیں کرتا
خلاصہ یہ ہی کہ مینے اِن خیالات کے بیج بتادئے ہیں کہ جن سے اہل خیال نئے خیالات کے کھیت کے
کھیت ہرے بھرے پھولے پھلے جتنے بڑے اور زرخیز چاہیں لگائیں۔

مینے اس کتاب میں مشرقی و مغربی خیالات کی دو تصویریں ایسی بنائی ہیں کہ پیٹھ سے پیٹھ لگائے
بیٹھی ہیں ایک مشرق کی طرف دیکھ رہی ہی یعنی پیچھے کی طرف اور دوسری مغرب کی طرف
یعنی آگے یوں وہ دونوں اپنی صورتوں سے اگلے پچھلے خیالات کو بیان کر رہی ہیں۔ گو خیالات
بہت سے اقسام کے ہو سکتے ہیں مگر میں اپنی کتاب کا آغاز ان خیالات سے شروع کرتا ہوں جو اخلاق کی تہذیب
و تحسین سے متعلق ہیں اور اُن کے وہ اصول بیان کرتا ہوں کہ جنہیں قانون قدرت اور سُنت الٰہی کی طرح
تبدیل اور تحویل نہیں نہ کبھی زمانہ اُنکو بدل سکا نہ بدل سکے گا۔ تہذیب اخلاق کے خیالات بداخلاقی پر
لعنت کرتے ہیں اور خوش اخلاقی کی نخوت پر ملامت کرتے ہیں اسلئے انسان کو بالطبع وہ ایسے ناگوار
معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ عیب بتلانے والے آدمی۔ مگر جب تک انسان اپنے بچپنے کی بیوقوفیوں کی جوانی
میں اور جوانی کی شہوت پرستیوں کی بڑھاپے میں اصلاح نہیں کرتا وہ پیرانہ سالی میں لڑکوں کا سا
احمق اور جوانوں کا سا شہوت پرست رہتا ہی۔ اسلئے تہذیب نفس اور تزکیہ قالب کے لئے اِن خیالات
کی تقدیم ضرور ہی۔ تہذیب اخلاق میں مذہب کو بڑا دخل ہے۔ ہر قوم کا اخلاق اسکے مذہب کا نتیجہ ہوتا ہے
میں نے مذہب کو چھوڑ دیا اور نتیجہ کو لے لیا۔ آم کھائے اور پیڑ نہیں گنے۔ اصل درخت کو چھوڑ دیا پھلوں

لے لیا یعنی احکام و عقائد مذہبی بیان کرکے دوزخ و بہشت کی راہ نہیں بتلائی کہ کسی کو جنت میں بھیجا کسی کو
دوزخ میں ڈالا - بلکہ بدیوں کی برائیاں و نیکیوں کی خوبیاں بیان کیں اور یہ بتلایا کہ من کی گتھتا دور
ہونے سے اسی سنسار میں آدمی کو کیا ہاتھ لگتا ہے - اس کتاب کے پہلے حصہ کا نام تہذیب الاخلاق آریا ہنود ہے
اس میں آریا ہنود یعنی ہنود کی مقدس و معتبر و مستند کتابوں سے ایک سو اٹھتیس مضمون انتخاب کرکے لکھے ہیں
دوسرے حصہ کا نام مکارم الاخلاق ہے - اسمیں مضامین مسلمانوں کی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھے ہیں -
تیسرے حصہ کا نام محاسن الاخلاق ہے - اس میں مضامین اہل فرنگ کی کتابوں سے اخذ کرکے لکھے ہیں
ہر حصہ کے آخر میں ضمیمے لکھے ہیں جسمیں متفرق مضامین ہیں - یہ حصے علیحدہ علیحدہ ہیں کچھ ایک دوسرے
پر موقوف نہیں اور وہ ایک مجموعہ میں بھی شامل ہیں مضامین کے بزرگ مصنفوں کا نام بھی میں نے
اول لکھدیا ہے جس سے مضامین کی عظمت ہو - جب تک لوگ مضمون کے مصنف کو نہیں جانتے اسکی
قدر و منزلت نہیں کرتے - اسمیں تو شبہ نہیں کہ خیالات ایسے مقدس بزرگوں کے ہیں کہ وہ لوگوں کے
دلوں پر تاثیر ضرور کرینگے - مگر کلام اسمیں ہے کہ میں نے بھی اُن کا حق اپنی زبان میں ادا کیا یا نہیں -
میں نے خواہ حق ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر طالب العلموں کو اُن مضامین کے پڑھنے سے یہ ایک نئی طرح کی بصیرت
حاصل ہوگی کہ ہزاروں تشبیہات و استعارات و تمثیلات و محاورات مشرقی و مغربی زبانوں کے
ایسے معلوم ہونگے جو پہلے کبھی اُن کے کانوں نے نہ سُنے ہونگے - اور مشرقی و مغربی خیالات اور طرز
ادا پر علم ہوگا - وہ اُن کے ازدواج سے عمدہ اولاد مضامین کی پیدا کر سکتے ہیں کیونکہ قاعدہ
ہے کہ مختلف نسلوں کے اختلاط سے اچھی اولاد پیدا ہوتی ہے فقط

ہندوؤں کی معتبر و مستند کتابوں سے تہذیب اخلاق کے باب میں مضامین و خیالات کا انتخاب

(۱) خدا تعالیٰ (پرمیشور)

خدا تعالیٰ سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا ہی۔ وہی جلاتا ہی۔ وہی مارتا ہے۔ وہی حفاظت کرتا ہے۔ وہ حکیم ہے سب کچھ جانتا ہی۔ مگر اُسے کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالجلال لایزال ہے کہ نہ جس کے برابر نہ جس سے برتر کوئی ہے۔ وہی سب سے برتر اعلیٰ ہے وہ کامل اکمل ہی جس میں نقص کو راہ نہیں۔ وہ نور ہی جس میں تاریکی کو دخل نہیں اُس کے ہاتھ نہیں مگر سب چیزوں کی گرفت پر قدرت ہی جس سے وہی سارے عالم کی کلوں کو چلاتا ہی۔ اُس کے پاؤں نہیں مگر سب جگہ چلنے کی قوت ہی۔ کوئی جگہ نہیں جہاں وہ نہیں اُس کے کان نہیں مگر سب کچھ سنتا ہی۔ اُس کی آنکھیں نہیں مگر وہ سب کچھ دیکھتا ہی۔ انسان کسی شئی کو اُس کی نظر سے چھپا نہیں سکتا۔ وہ ماباپوں۔ عزیز اقربا احبا سے زیادہ انسان سے محبت کرتا ہی جس جو اُس پر توکل کرتا ہی۔ اور تسلیم و رضا اختیار کرتا ہے نہ اُسکو موت کا ڈر ہی نہ دنیا کی کسی مصیبت کا خوف ہی۔ دنیا میں رنج سے نجات ہی عقبےٰ میں گنج پر ہاتھ ہے۔ یہاں بھی بھلا وہاں بھی۔

(۲) خدا تعالےٰ

وہ خدا نہ جسکی ابتدا ہی نہ انتہا ہے نہ اوسط وہ کسی سے خود نہیں پیدا ہوا۔ مگر اُس نے سب کو پیدا کیا ہے کوئی اسکا ثانی نہیں۔ اُس کا نام سب ناموں سے زیادہ مشہور ہے۔ مگر اُس کی صورت کسی نے نہیں دیکھی نہ وہ اِن آنکھوں اور نظروں سے دیکھا جا سکتا ہی۔ وہ سب کے اندر ہے اور سب پر محیط ہے۔ اُس نے جہان کو بے کسی آلہ و اوزار اور یار و مددگار کے پیدا کیا ہے۔ اکاش میں ستاروں کو حرکت دی ہی جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہی اُس کی ضرورت اور حاجت خود اُس کی ذات کو نہ تھی وہ سب سے بے نیاز ہی جو چیز اُس نے بنائی ایسی بنائی کہ اندیشہ و فکر خواہ کیا ہی سر مارے مگر اس کی تہ پر نہ پہنچے۔ عناصر کو کس انداز مناسب سے

ملایا ہے۔ بعض حکیم جو یہہ کہتے ہیں کہ اس جہان کا صانع دہر (یا نیچر) ہے انکی غلطی ہے جو چیز پیدا کرنیکی
قدرت رکھتی ہے وہ اسی قادر مطلق کی دی ہوئی ہے اُسنے خود نہیں پیدا کی۔ اُس میں وہ قدرت ہے
کہ ایک نو عمر سادہ لوح کو چاہے عاقل بنا دے۔ ایک عاقل حکیم کو احمق کر دے۔ خوشا وہ دل جسمیں
اُس کی آرزو ہو۔ یہ آرزو ہی فقط نجات کی راہ ہے جسکے دل میں خدا ہے وہ ہمیشہ خرم و شادماں ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کے جلوے

خدا کی شان کے بھی کیا کیا جلوے ہیں وہ ہم کو پیدا کرتا ہے۔ پالتا ہے۔ مارتا ہے۔ دیتا ہے۔ لیتا ہے۔
دولتمند کرتا ہے مفلس بناتا ہے کبھی پہاڑوں پر گھٹائیں اُٹھا کر سمندر میں برساتا ہے کبھی سمندروں سے
بادلوں کو پانی پلا کر پہاڑوں پر برساتا ہے۔ گرمیوں میں آندھیاں چلاتا ہے۔ برسات میں ان کا نام و نشان
مٹاتا ہے۔ جنگلوں میں اونچے اونچے گھنے گھنے درخت اُگاتا ہے۔ پھر ان پر باد صرصر چلا کے زمین کے برابر کرتا ہے
غرض ہر چیز کو بدلتا رہتا ہے مگر خود نہیں بدلتا۔ آب باراں جب برستا ہے تو سب جگہہ اُس کا ایک مزہ
ہوتا ہے۔ مگر جب وہ اور چیزوں کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے مختلف مزے کا ہو جاتا ہے ایسے ہی خدا اپنی
ذات سے واحد ہے مگر اپنے جلوے مختلف چیزوں میں جدا جدا دکھاتا ہے جیسے شیشہ کو تغیر ان رنگوں
سے ہوتا ہے جنمیں وہ لگایا جاتا ہے۔ ایسے ہی اسکی شان کی نیرنگی ہزاروں رنگ ہر ذرہ میں دکھاتی ہے گو
اُسکی ذات پاک جیسی ہے ویسی رہتی ہے۔ اسکی ذات بے حد و بے پایاں ہے۔ وہ ہمارے فکر و غور سے نہیں بن سکتی
ہے۔ مگر وہ خود سب کو نباہ لیتی ہے۔ وہ خود کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ مگر سب کا حاجت روا ہے۔ اُس کی
طرف جانے کی مختلف راہیں انسان نے مقرر کی ہیں مگر وہ سب اسکی ذات میں جا ملتی ہیں جیسے گنگا کی دھاریں
گو بہت ساری ہیں اور مختلف راہوں میں چلتی ہیں مگر سب آگے ملتی ہیں شعر۔

(شیخ کعبہ ہو کے پہونچا ہم کنشت دل میں ہو — درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر ہے)

زمین اور آسمان پر جو کام اسکے جلوہ نمایاں کر رہے ہیں انھیں تک ہمارا ادراک نہیں پہونچ سکتا تو اُسکی
ذات تک کب پہونچے گا ہم خدا کو نہیں سمجھہ سکتے اور جسکو خدا سمجھتے ہیں وہ خدا نہیں ہے شعر

(وہ مرتبہ ہی اور ہے فہمید کے پرے + ہم جس کو بوجھتے ہیں وہ اللہ ہی نہیں)

(۱۴) نیک آدمی

نیک آدمی نیکی کو عزیز رکھتے ہیں بدی سے پرہیز کرتے ہیں اپنے پروردگار [illegible] کرتے ہیں پاک علم کی
تحصیل کرتے ہیں اپنے ہمسایہ کو پیار کرتے ہیں اُنکی خوبیوں [illegible] اپنی خواہشہا نفسانی کو
مارتے ہیں خداتعالیٰ پر توکل کرتے ہیں ادبار میں [illegible] استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتے اقبال میں آپے
باہر نہیں ہوتے۔ میدان جنگ کو شجاعت کی [illegible] سمجھتے ہیں مجلس مشعرہ میں تقریریں اکثر فصاحت
سے کرتے ہیں۔ نیکنامی کا شوق دل سے رکھتے ہیں۔ پُن دان کرتے ہیں وہ سنکلپ کرتے ہیں جو کبھی بھی
نہیں کرتے گھروں کے لوگ [illegible] ہیں۔ رونے والوں کے ساتھہ روتے ہیں۔ اپنی نیکیاں چھپاتے
ہیں اور غیروں کی بھلائیوں کا اعلان کرتے ہیں۔ امیری میں مسکینی وغربی اختیار کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ
کا زیور سخاوت ہے [illegible] کے سر کا تاج ادب ہے۔ اُن کے کان کا بالا کتب مقدس کا سُننا ہے۔ اُن کے
دل کا جوشن شجاعت ہے۔ منہ کا خزانہ نیکی ہے۔ غرض سرتاپا وہ اپنی مفلسی کی حالت میں بھی زیوروں سے
آراستہ پیراستہ ہیں۔ سچے بہادروں کا دل بزم میں کمل کے پھولوں سے زیادہ نرم۔ مگر میدان جنگ میں سنگ و
آہن سے زیادہ سخت۔ نیک آدمیوں کی صحبت کا حال پانی کا سا ہوتا ہے۔ کہ اگر اسکی بوند جلتے توے
پر پڑی تو بخار بن کر اُڑ گئی کنول کے پتوں پر پڑی تو ہیرے کے ٹکڑوں کی طرح چمکنے لگی سمندر میں سیپ کے
منہ میں گئی موتی بن گئی غرض وہ اپنی صحبت کے رنگ اہل صحبت کی استعداد اور قابلیت کے موافق
دکھاتے ہیں۔ دہقان گنواروں کے دلوں کو پاک صاف کرتے ہیں۔ جو لوگ شرافت کے ساتھ
بلند مرتبہ ہوتے ہیں اپنے بھلے اور جوانمردی کے کاموں کو اوروں کے ساتھہ منسوب کرکے اُن کی تعریف
کرتے ہیں اور اوروں کی لعنت ملامت کو صبر سے سُنتے ہیں اور اسکے بدلہ میں برا نہیں کہتے۔ غیروں کے ساتھ
بھلائی کرنے کو اپنے ساتھ بھلائی کرنے سے زیادہ اچھا جانتے ہیں جو ایسے نیک ہیں دنیا اُنکی عزت کرتی
جو بادل زیادہ برستے ہیں وہ بہت نیچے آتے ہیں جو درخت بہت پھل دیتے ہیں وہ نیچے جھکتے ہیں مصرعہ
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین۔ ایسے ہی نیک آدمیوں کی تواضع ثروت و تونگری کے ساتھہ بڑھتی جاتی ہے
جیسے جیسے وہ دولت و امارت میں بڑھتے ہیں اُتنے ہی وہ جھکتے ہیں جیسے پھلے ہوئے صندل و بال چھڑ کی اوپر [illegible]

چھپے ہوئے پھولوں کی خوشبو پھیلاتی ہی ایسی ہی اُن کی خوش اخلاقی کی شمیم دلوں کو معطر کرتی ہی۔ وہ اپنے دوستوں کو خوش کرتے ہیں اُن کے دشمنوں کو پامال۔ اُن کے بھیدوں کو چھپاتے ہیں اُن کی تعریف کی باتوں کو ظاہر کرتے ہیں عین وقت پر اُن کے کام آتے ہیں۔ اُن کی ضرورتیں دور کرتے ہیں +

جیسے بن مانگے کنول کو سورج سوجھیت کرتا ہی چاند اپنے پیارے پھولوں کو رونق دیتا ہی۔ بادل مینہ برساتا ہے ایسے ہی بن مانگے نیک آدمی بخشش و اکرام کرتے ہیں۔ اوروں کے فائدوں کے لیے اپنے فائدہ کو چھوڑتے ہیں بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے فائدہ کے ساتھ اوروں کے فائدوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں مگر بعض شریر النفس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے نفع کے لئے اوروں کا نقصان کرتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ کم بخت وہ لوگ ہیں جو بغیر اپنے فائدہ کے اپنے ہمسایہ کے فائدوں کو روکتے ہیں۔ جیسے دودھ پانی کے ساتھ ملکر اپنی صفات کو دور کرتا ہی اور اُسکے ساتھ جلتی بھٹی پر چڑھتا ہی اور اپنے تئیں بخارکی صورت میں اس کے ہمراہ اُڑاتا ہی۔ بس ایسے ہی سچے نیک دوست کا حال ہوتا ہی کہ وہ کسی حال میں اپنے دوست سے جدا نہیں ہوتا نہ وہ حسد کرتا ہی۔ دوست کے واسطے آتشیں داغ دل پر اُٹھاتا ہے۔ مگر اُس سے مُنہ نہیں پھیرتا۔ پس اے لوگو تم نیک بنا چاہو تو اپنی خواہشہاے نفسانی کو مارو۔ گھمنڈ کو چھوڑو۔ اوروں کی لعنت ملامت کو سہو۔ بر خود غلط ہونے سے خوش نہ ہو۔ سچ بولو۔ سیدھے رستے پر چلو۔ اوروں کی لیاقت کی قدر و منزلت کرو۔ دشمنوں سے محبت کرو۔ اپنے نیک کاموں کو چھپاؤ۔ غریب ضعیفوں کو خوش کرو۔ نیک نامی کے لیے جب تک جیو کوشش کرو۔ اگر یہ سب کام کرو تو تمھارے انسان کامل درولی ہونے میں کون شک کرسکتا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ بہت تھوڑے آدمی ہوتے ہیں جنکی باتیں جن کے جسم عیوب سے خالی ہوں اور وہ اپنے فائدوں سے دُنیا کو فائدے پہنچاتے ہوں۔ اوروں کی نیکیوں کے بیان کرنے میں ایسے مسک نہوں کہ پہاڑیوں پر ذرّوں کے بڑھانے میں دریغ نہ کرتے ہوں اور جن کے نفس مطمئن چمن بن رہے ہوں اور ان کے اندر عاقبت خیر کے پھول کھل رہے ہوں۔ نیک آدمی گو تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر اُن میں یہ کرامت ہوتی ہی کہ اپنی مہربانی سے وہ برگذیدوں کو بھلا۔ احمقوں کو عقلمند۔ دشمنوں کو

دوست۔ زہر کو امرت بنا دیتے ہیں وہ دور دور کے طلسمات کو پاس لاکر توڑ دیتے ہیں۔ وہ ایسے پیش بیں ہوتے ہیں کہ کام سے پہلے نتیجہ کو سمجھ جاتے ہیں وہ ایسے کام ناعاقبت اندیشی سے نہیں کرتے کہ ناکامی کے تیر اُن کے دل کو چھید دیں۔ وہ زمرد کے برتنوں میں چربی کو نہیں تلتے۔ وہ شمع کافوری کو لکڑی کی جگہہ نہیں جلاتے۔ وہ سونے کے ہل چلا کے کودوں نہیں بوتے۔ اِن کی عقل تو ایسی ہوتی ہے کہ زندگی آرام سے بسر کرتے ہیں وہ بہادر ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے سینہ پر دشمن کے غصہ کے تیروں کو نہیں لگنے دیتے ان کو خواہشہائے نفسانی ممکن نہیں کہ راہ مستقیم سے کسی دوسری طرف لیجائیں۔ وہ مردانہ وار میدان میں تینوں لوک سے لڑنے کو موجود ہوتے ہیں وہ اپنے حسن خلق پر ایک عالم کو فریفتہ کر لیتے ہیں۔ دُنیا میں گزند رساں چیزوں کو بے دست وپا کر دیتے ہیں شعلوں کو پہاڑوں کی طرح سرد بنا دیتے ہیں سمندروں کو گرمی کی جھیل شیر کو ہرن میرو پہاڑ کو نیچی چوٹی۔ سانپ کو پھولوں کا ہار۔ زہر کے پیالے کو آب حیات بنا دیتے ہیں وہ اپنی عزت کو ما سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں کہ ادبار کے دنوں میں بھی اس کو نہیں چھوڑتے بے عزت ہونے سے مرنے کو اچھا جانتے ہیں وہ اِن عطا و بخشش کی خواہش نہیں کرتے جن میں بہت رنج ومحنت اُٹھانی پڑے وہ کچھ لوگوں کی حقارت سے اپنے ارادوں کے استقلال میں خلل نہیں ڈالتے وہ اپنے انضباط نفس کو کسی حال میں نہیں چھوڑتے۔ ناحق اُن سے جل کر اُن کی حقارت کے درپے ہونا ایسا ہی جیسے جلتی آگ کو روندنا جس میں شعلے اُٹھ رہے ہوں وہ احمق یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کہیں بہادر مصیبت سے خوف کھاتے ہیں۔ کیا زمین کے زلزلوں سے پہاڑ اور سمندر اپنی جگہہ سے ٹل جاتے ہیں وہ پہاڑ کی چوٹی سے گر کر پاش پاش ہو جائیں گے جلتے گڑھے میں گر پڑینگے۔ سانپ سے کٹوا لیں گے۔ مگر وہ نیکی کی راہ مستقیم کو نہیں چھوڑیں گے جس سے بہک کر پھر اُس کو وہ نہیں پا سکتے۔ نیک آدمی سخت گیند کی طرح زمین پر گر کر پھر اُچھلتے ہیں اور بلندی پر چڑھتے ہیں مگر بد آدمی مٹی کی گیند کی طرح گر کر پھس وہیں رہ جاتے ہیں پھر اُن کو بلندی کی طرف رخ کرنا نصیب نہیں ہوتا۔

(۵) شریر آدمی

جن لوگوں کا دل شرارت میں بسا ہوا اور خباثت میں پھنسا ہوا ہے اُن کو نیکی سے ایسی نفرت ہوتی ہے

کہ وہ ہر بھلے کام کا نام بُرا رکھتے ہیں اور ہر نکوکار کو بدکار پکار پکار کر کہتے ہیں متحمل کو سُست کاہل مسکین کو غلام بزدل۔ صاحب ریاض کو نابکار۔ عابد کو مکار۔ زاہد کو ریاکار۔ اہل باطن کو عیار۔ شجاع کو وحشی درندہ۔ صاحب جاہ کو متکبر۔ فصیح کو باتونی۔ ہمسایہ کی دولت پر حسد کرتے ہیں انکے اہل وعیال پر نظر بد رکھتے ہیں ہمیشہ جھگڑے فساد کے درپے رہتے ہیں حرص وطمع بھرے ہوتے ہیں جن ہیں دنیا کی ساری بُرائیاں داخل ہیں گھر میں شیطنت سے فساد مچاتے ہیں۔ وہ ان باتوں کے سمجھنے کے پاس نہیں جاتے کہ راستی توبہ ہے اور صفائی باطن عبادت سے بہتر ہے سخاوت سب سے زیادہ بڑی نیکی ہے علم کو اپنی فتحیابی میں کسی کی امداد کی ضرورت نہیں۔ فراخ حوصلگی انسان کا زیور ہے۔ ذلیل ہونے سے مرنا بہتر ہے۔ شریر عالم کی بھی صحبت سے شریر ایسا بچتا ہے جیسا کہ سانپ سے گو اُس کے سر میں من ہو جو راجہ سریع الغضب ہو اُس سے رشتہ مندی نہیں پیدا کرنی چاہئے جیسے کہ آتش پرست گو آگ کو پوجتا ہے مگر اُس میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ نیک آدمی خواہ کیسے ہی عجیب کام کریں مگر وہ شریر امراکو خوش نہیں کر سکتے اس لئے کہ اہل شرارت سے اُن کے ہر ہنر کو عیب جانتے ہیں اُن کی خاموشی کو گُم شُدگی کی خاطر اُن کی فصاحت کو بکواس۔ اُن کے صبر کو نامردی اور اُن کی چُستی کو بیہودگی۔ اُن کی عقل کو غفلت جن کے دل میں شیطنت کا بیج اُگ کر برگ وبار وگل لے آیا ہے۔ اُن کے سایہ میں کوئی نیک شخص خوش نہیں رہ سکتا۔ ہاں اوباش بدمعاش اُن کے گرد خوش رہ سکتے ہیں اُن کو اپنی خود پسندی اور خود اختیاری کا نشہ وہ چڑھا ہوتا ہے کہ نہ مذہب کا وہ پاس کرتے ہیں نہ اپنے بزرگوں کا لحاظ اِن کی الفت اول بہت بڑی ہوتی ہے مگر جلد گھٹ جاتی ہے جیسے کہ صبح کی پرچھائیں برخلاف اِس کے نیک آدمیوں کی محبت اول میں کم ہوتی ہے مگر بڑھتی جاتی ہے جیسے دوپہر کے بعد کا سایہ جیسے شکاری بیچارے ہرنوں کو شکار کرتا ہے اور مچھیرا بے کس بے بس مچھلیوں کو پکڑتا ہے ایسے ہی شریر آدمی نیک آدمیوں کا ناک میں دم کرتا ہے +

(۶) شجاعت

شیر کو بھوک نے خواہ کیسا ہی ضعیف وناتوان کر دیا ہو۔ اور اسکی طاقت وشوکت گھٹ جائے مگر وہ اپنی آخر دم تک شاہانہ شان شجاعت کو نہیں چھوڑتا وہ گیدڑ کے روبرو سر نہیں جھکاتا۔ بیل کی طرح گھاس میں

نہیں چرنے لگتا۔ اِس بیکسی و ناتوانی کی حالت میں بھی چاہتا ہی کہ بیل دماں اُس کے سامنے اپنے تیز دنداں کے ہتیار لئے کھڑا ہو اور اُسے وہ زخمی کر کے اُس کے گوشت سے اپنا پیٹ بھرے۔ اس کا بچہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو اُس بادشاہ کے غصہ کا مقابلہ کرتا ہی جس سے دنیا لرزتی ہو۔ سچ ہے کہ شجاعت کچھ عمر پر منحصر نہیں ہی جن کی اصل میں وہ ہوتی ہی وہ بچپنے ہی سے اُسے دکھاتے ہیں کُتے کے پلے کے سامنے ایک گائے کی ہڈی پھینک دو تو وہ اُسپر لپکیگا اور اُس کو چبڑ چبڑ کھائے گا گو اُس سے پیٹ اُس کا نہ بھرے مگر خوش ہو ہو کر دُم ہلائے گا۔ جو کُتے کو کھانا دیتا ہے وہ خوشامد کے مارے اُسکے پانوں پر مُنہ رکھتا ہی۔ مگر ہاتھی کو جب تک سو خوشامدیں نہ کرو وہ مُنہ میں نوالہ نہ رکھے گا۔ اپنے حفظ مرتبت میں ذرا فرق نہیں لاتا۔ اور کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا +

(۷) استقلال

دنیا میں جو آدمی آتا ہی وہ ضرور تھوڑا یا بہت دُکھ رنج اُٹھاتا ہے اور مصیبت۔ آفت۔ بلا میں مبتلا ہوتا ہی۔ بس اے میرے فرزند جب انسان کے لئے کسی نہ کسی بلا میں کم یا زیادہ گرفتار ہونا ناگزیر ہی تو تو بھی کسی نہ کسی مصیبت آفت میں پھنسے گا۔ بس تو ایسے وقت میں اپنے دل کو ایسا استوار بنا جیسا کہ پہاڑ پر قلعہ ہوتا ہی کہ اس پر سینکڑوں تیر لگ لگ کر یونہیں گر پڑتے ہیں اور کچھ اُس پر اثر نہیں کرتے ہیں۔ ایسی ہی یہ بلائیں تیرے دل پر خواہ کتنے ہی تیر برسائیں مگر تجھے خبر نہ ہو۔ یا دل کو ایسا کوہ بنا جیسا کہ سمندر کے کنارہ پر ہوتا ہے کہ موجیں لہریں ہزاروں حملے اُس پر کرتی ہیں۔ مگر وہ کسی سے موثر نہیں ہوتا۔ بس ویسی ہی آفتیں تجھے کتنی ہی اپنے خوف و خطر دکھائیں مگر تو ان سب کی برداشت کر اور ان کو کچھ نہ سمجھ۔ اونٹ کو دیکھ کہ وہ ریگستانی جنگلوں میں کیا کیا محنتیں کرتا ہی بھوک پیاس گرمی کی سختیاں اُٹھاتا ہی مگر ہمت نہیں ہارتا ہے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے ایسا ہی ہر انسان جو بلاؤں کا مقابلہ دلیری سے کرتا ہی وہ کامیاب ہوتا ہے۔ جو خوف و خطر کے موقعوں میں ثابت قدم رہتا ہی اور مضطر و بیقرار نہیں ہوتا اُس کا حال ایسا ہوتا ہی اُس آدمی کا کہ میدان جنگ میں گیا اور وہاں سے فتحیاب واپس آئے۔ اگر تو بلند ہمت و اشراف

ہے تو نصیبے کے سو جانے سے اپنی بیداری کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اپنے ہوش وحواس کو نہیں سلاویگا
عالی ہمت اپنی بہبود کو کچھہ نصیبے کے جاگنے پر نہیں حصر کرتے اُس کے وہ سو جانے کی کچھہ پروا نہیں کرتے
جب اُن کے سر پر آفتوں کا بار آن کر پڑتا ہے تو اُن کا ثبات استقلال یہ بوجہ ہلکا کر دیتا ہی اُس کی
وہ برداشت آسانی سے کرتے ہیں۔ یہ نامردوں اور کم ہمتوں کا کام ہے کہ خوف وخطر کی صورت دیکھتے
ہی رنگ زرد ہوجاتا ہی ہاتھہ پانوں اُس سے کانپنے لگتے ہیں۔ جیسے سرکنڈے ہوا کے لگنے سے لرزتے ہیں
ایسے آدمی مصیبت وآفت کے سایہ سے بھاگتے ہیں مگر ذلت اٹھاتے ہیں لعن وطعن کے نشانہ گاہ
بنتے ہیں۔ وہ افلاس کی حالت میں کمینگی اور رزالت کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ جو نہایت شرم کے قابل ہوتی
ہیں اور کوئی اُن کی عزت باقی نہیں رہتی +

(۷) شاعر۔ راست کردار۔ عالم وعلم۔ عاقل وعقل

(۱) **شاعر** جن راجاؤں کے راج میں نامور شاعر خوش بیان کے بھوکے ننگے رہتے ہیں وہ عاقلوں کے نزدیک
احمق اور گاودی ہیں شاعر خود بادشاہ ہوتا ہے گو اس پاس دولت اور زمین نہ ہو وہ ایسا خزانہ
اپنے پاس رکھتا ہی کہ جس کو چور چرا نہیں سکتا خرچ ہونے سے گھٹتا نہیں بلکہ سائلوں کو دیا جاتا ہی اُتنا ہی بڑہتا
ہے۔ وہ مسرت روحانی دیتا ہی کہ جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہی ہیرے کو جو کوئی ٹھکرائے
تو وہ بیوقوف سمجھا جائے گا کچھہ ہیرے کی جوت نہیں کم ہوجائیگی ایسے ہی جو شخص شاعر کی حقارت کرے گا
وہ اپنے تئیں ذلیل کرے گا۔ بادشاہوں کو علم کی قدر ومنزلت کرنی چاہئے۔ یہ شاعر ہی ہوتے ہیں کہ انسان کے
دلی اسرار ظاہر کرتے ہیں شاعر کی نیک نامی میں کبھی کمی نہیں آتی۔ موت کبھی اُس کے پاس پھٹکتی نہیں۔
(۲) **راست کردار** جو خدا سیدہ اور مقدس مترک بزرگ راستی کی بلندی پر چڑہ گئے ہیں اُن کی حقارت
کا خیال کبھی دل میں نہ لاؤ۔ اُن کی قوت وطاقت کو تاگوں سے باندھنے کا قصد نہ کرو بھلا کہیں مست جوان
ہاتھی جنگل کے بھی کمل کی ستیوں سے بندھے ہیں +
(۳) **عالم وعلم** پاک بانی خوش بیانی کا جوہر انسان کو ایسا خوبصورت بناتا ہی کہ نہ کوئی انگشتری
جواہر نگار۔ نہ کوئی زنجیر وگہنا زرنگار ومرصع کار۔ نہ کوئی عطر خوشگوار۔ نہ کوئی گل نو بہار۔ نہ کوئی اور

اور سنگار بنا سکتا ہے انسان کا سب سے بڑا حسن علم ہے علم ہی اسکا گنج پنہان ہے علم ہی دنیا کی ساری نعمتوں مین بڑی نعمت ہے یہہ علم ہی کی قدرت ہے کہ دل کو پریشانی مین تسلی دیتا ہے۔ نفس کو مطمئن بناتا ہے۔ نیکنامی کا دروازہ کہولتا ہے۔ خوشبوؤن کو چارونطرف سے گہیر لاتا ہے۔ اجنبی ملکون مین بیگانون کو یگانہ بناتا ہے۔ بڑے بڑے پادشاہون کی دلون مین محبت پیدا کرتا ہے۔ سچ پوچہو تو انسان بغیر علم کے حیوان ہے۔

(۴) **عاقل و عقل** - وہ عاقل جن کی ذات بابرکات کے ہونے سے انتظام گیتی قایم رہتا ہے اور نکے نہونے سے بگڑ جاتا ہے وہ ایسے ہوتے ہین کہ خاموشی کو کہنے سے اچہا جانتے ہین حسد کے برا ہونکو اپنا دشمن نہین سمجہتے۔ دوستانہ صلاح و مشورہ کو اپنی فرض وہ بار کی جانتے ہین بدکارو نکو اہون سانپ کے دانتون سے زیادہ زہریلا اور ان کبہی کو کنجوسون کی تہیلیون سے زیادہ گران بار جانتے ہین جیا کو جواہر سے زیادہ بیش بہا ہین کی آواز کو پادشاہون کی تلوار سے زیادہ اچہا۔ رشتہ دارو کو اکثر آ سے زیادہ برا سمجہتے ہین بیگانون کے ساتہہ مہربانی۔ یگانون کے ساتہہ نیک سلوکی بدکارونکے ساتہہ دشمنی نیکوکارون کے ساتہہ نری عاقلون کے ساتہہ آزادی برتتے ہین۔ کسی چیز کو علم سے زیادہ عزیز نہین رکہتے ہین سا ایسے پادشاہون کی بہی خواہی کو اپنا فرض سمجہتے ہین۔ دشمنون منافقون بلکہ بہی بہادر اہل علم و ہنر کے قدرشناس ہوتے ہین عورتون کی طرح کسی پر اعتبار نہین رکہتے۔

(۵) **جوانمرد احمق** ہین وہ محنت اور جوکہون کے کامون سے جی چراتے ہین گنوار احمق ان کامون مین کوشش کرتے ہین جن مین ناکام رہتے ہین مگر اہل ہمت کبہی ہمت نہین ہارتے اور جب تک مقصد کو نہین حاصل کر لیتے استقلال کے ساتہہ کام کئے جاتے ہین وہ کبہی راستی اور رحم کی راہ مستقیم مین کجروی نہین اختیار کرتے اپنی جان کی خاطر بے غرضی کی آگے سر نہین جہکاتے نہ غریبون سے نہ بدکارون سے اور نہ بدنامون سے وہ کوئی تحفہ لیتے ہین۔ غرض انکی ایمانداری اور اطاعت و بندگی لیے تبہی ہوتی ہے جو دولت عیش و عشرت کی پہاڑی پر چڑہ بیٹہتے ہین بہلا وہ ان راہون پر جو تلوار کی دہار سے زیادہ باریک ہین کس طرح چل سکتے ہین۔

(۶) خدا کا فضل اُس بیٹے پر ہوتا ہے جو اپنے والدین کے حقوق ادا کرتا ہے۔ اُس عورت پر ہوتا ہی

جو اپنے خاوند کی اطاعت و خدمت کرتی ہے۔ اُس شخص پر ہوتا ہے جو دوستون کو پیار کرتا ہے اور رشتہ دارون کے ساتہہ نیک سلوک کرتا ہے۔ اُس شخص پر جو زندہ دل و خوش باش۔ خوب صورت ہوتا ہے۔ اُس شخص پر جسکے تہیلون مین روپے بہرے ہون غیر دن کی بیویون کے ذکر سے پرہیز کرتا ہو۔ قتل کرنے سے بچتا ہو خوش دلی و کشادہ پیشانی سے بخشش و انعام دیتا ہو۔ حرص و آز سے آزاد ہو۔ بزرگ مقدس آدمیون سے محبت کرتا ہو۔ ایسا شخص ایک راہ مستقیم مین چلتا ہے کہ جس مین کوئی بہولا بہالا سیدہا سادہ آدمی راہ نہین بہولتا۔

(۱۸) دولت

خدا نے دولت کو بہی کیا عجیب و غریب چیز بنایا ہے کہ شاہ سے لیکر گدا تک سب اسکی تمنا رکہتے ہین۔ اگر کوئی گڑہے مین پڑا ہے تو اُسکے واسطے دعا مین ہاتہہ اُٹہائے ہوئے ہے۔ اگر تخت سلطنت پر بیٹہا ہے تو اسکے آگے دامن پہیلائے ہوئے ہے یہہ دولت ہی ہے کہ آدمی اسکی خاطر سے نیکی کا منہ اوندہا کرکے ڈہلان پر لڑکا دیتا ہے۔ اصل حسب نسب سب کو آگ لگا دیتا ہے شجاعت کے منہ پر خاک ڈال دیتا ہے دولت بغیر ہر فضیلت پہوند لگی ہوئی گہاس سے بہی بدتر ہے۔ اسکے حواس اور قلب کبہی شکستہ نہین ہوتے۔ قول و فعل مین وہ ہمیشہ ایک ہی رہتی ہین دولت کی حرارت غریزی نے اپنی جسم کو چہوڑکر ہمارے اندر روح کی طرح گردش اختیار کی ہے۔ دولت سب فضیلتین اپنے ساتہہ لاتی ہے اور جب جاتی ہے تو اپنے ساتہہ انکو لے جاتی ہے۔ دولت فصیح بہادر حسین شریف۔ دانشمند بناتی ہے۔ بادشاہ بد شوروں سے تباہ ہوتا ہے۔ ولی۔ دنیا کی خواہشون سے برباد ہوتا ہے۔ برہمن بغیر مذہبی علم کے بے عزت ہوتا ہے چال چلن بُرے یارون کی صحبت سے بگڑتا ہے۔ بیٹا لاڈ پیار سے خراب ہوکر خاندان کی عزت مین بٹا لگاتا ہے عشق کو متواتر ہجر کے رہنے سے زہر ملتا ہے۔ دوستی کی گرمی غفلت سے ٹہنڈی ہوتی ہے۔ زراعت کو بے خبری خراب کرتی ہے۔ قوم کی صحت کو حرص بڑہنے غلط کاری اکہیڑتی ہے اسی طرح فضول خرچی اور عطار بیجا دولت کو رایگان کرتی ہے۔ دولت کے تین رستے کہلے ہوئے ہین ایک دینا۔ دوسرا اسے متمتع ہونا تیسرا اسکو کہونا۔ اگر آدمی اول دو کو نہین اختیار کرے گا تو ضرور ہی کہ تیسرا طریقہ اسکے گلے کا ہار ہوگا۔

فتح یاب کی جسے ہم پکارتے ہین گو اُسکے خون سے زمین سرخ کیون نہ ہو ہوا اسی طرح فیاض سخیون کی دولت کی
بربادی کو گو بظاہر نقصان معلوم ہوتا ہے نفع ہم کہتے ہین فاقہ زدہ ایک وقت کے کہانے کو دولت کا
خزانہ ملنا سمجہتا ہے۔ مگر جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو وہ ساری دنیا کی دولت کو ایک ٹکے کے برابر جانتا ہے بس اسی سے
ہم کو یہہ سبق لینا چاہیئے کہ اس جہان گذران مین کوئی شے فی نفسہ برتر و کمتر نہین ہے۔ یہ دل کا فقط خیال ہے
جو اشیا کو برتری او کمتری کا رنگ دیدیتا ہے۔ اسی خیال مین ایک چیز سونا تہی کہ کوڑی ہو گئی اے
بادشاہ اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا تجہ کو دولت کا دودہ پلاوے تو اسکی اولاد کی پرورش کر اپنی رعایا کی
صحت کی خبر رکہہ۔ اگر تو بیدار رہ کر رعایا کی خبرگیری کرے گا تو تیری سلطنت ثمرہائے زرین سے بہشت کے
درختون کی طرح چمکے گی دنیا مین تنگ دستی و فراخ دستی ظلم و رحم موم دلی و سنگدلی بیداری و غفلت سے
راست کرداری و بد افعالی کے روپ یہہ سب انتظام گیتی کو بہروپیئے کی طرح بدلتے رہتے ہین۔ نامور ہونا قوم
دینے اور خرچ کرنے کا مقدور۔ برہمنون کی پرورش۔ دوستون کی امداد۔ اگر ارکان سلطنت کو نہ حاصل ہون
تو وہ اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ کیا پاتے ہین جس روز تو پیدا ہوتا ہے تیری پیشانی پر لکہدیا
جاتا ہے کہ دنیا مین تجہہ کو یہہ یہہ ملے گا اب تو خواہ جنگل مین چلا جائے یا پہاڑ پر چڑہے اس مین فرق آتا نہین
اسلیئے تو دولتمند آدمیون کے پیچہے نہ پڑ بلکہ تونگرون کا سا اپنا چہرہ بنا۔ یہہ سمجہہ کہ تیری جو قسمت کا
ہے وہ تجہہ کو مل ہی رہے گا۔ آبخوری مین جتنا پانی آتا ہے اتنا ہی آئے گا خواہ اسکو دریا سے بہرو خواہ
سمندر سے اسی طرح جو تیری تقدیر کا ہے وہ مل ہی رہے گا خواہ کہین سے مانگ ضرور ہے کہ آدمی دولت
کو چہوڑے یا دولت آدمی کو چہوڑے بس جو ایسی چیز پر تزلزل ہے اسکے واسطے دانا واویلا نہین کرتے

(۱۹) قسمت اور کام

اس امر کا فیصلہ کرنا بڑی ٹہیڑی کہیر ہے کہ ہمارے کامون کا نتیجہ قسمت مقرر کرتی ہے یا ہمارے
کامون کا نتیجہ قسمت مقرر کرتا ہے۔ جو مسئلہ اواگون کے قائل ہین یعنی مسئلہ تناسخ پر راسخ ہین
وہ دوسری بات کو مانتے ہین اور کہتے ہین کہ بعض آدمیون کو جو ہم دنیا مین ایسا خوش قسمت دیکہتے ہین
کہ ان کے سارے اوندہے کام سیدہے ہوتے ہین اور بعض آدمیون کو ایسا بدنصیب

دیکھتے ہیں کہ وہ بیسنت کام کرتے ہیں اور اوندھے ہوتے ہیں تو اسکا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے جنم کے کاموں کا پہل پاتے ہیں یہ کام ہی ہماری قسمت پیشانی میں لکہاتے ہیں۔ جو کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتے ہیں قسمت کا چاہا کوئی ٹال نہیں سکتا اسکا نہ چاہا کوئی کر نہیں سکتا۔ یہ قسمت ہی کی بات ہی کہ ایک شخص میدان جنگ میں بے سروسامان جاتاہے اور دشمن باسروسامان پر فتح پاتاہے۔ دشمنوں میں تنہا پیٹتا گہس جاتاہے اور اس کا بال بیکا نہیں ہوتا جنگلوں میں۔ بادو باران کے طوفانوں میں۔ آگ میں سمندر کے تلاطم میں پہاڑوں کی برفوں میں بے ڈہرک جاتاہے اور سلامت نکل آتاہے صلح و امن و جنگ میں رہن رہتاہے وہ اپنا وقت ضایع کرتاہے مگر اس کا کچہہ ضایع نہیں ہوتا۔ وہ صحبت نیک سے گریز کرتا ہے اگر صحبت بد اُسکو کوئی گزند نہیں پہونچاتی ہو وہ ان لوگوں کو کہ اپنے نفس امارہ کو مارتے ہیں ہار و ر نہیں سمجہتا اور علم کو زیور انسانی نہیں جانتا حکومت شاہی کو اپنا بار سر کہتاہے مگر کچہہ اُس کا برا نہیں ہوتا اب بعض بدنصیبوں کو یہہ دیکہتے ہیں کہ وہ نیک نیتی سے بُرے معاملات کرتے ہیں۔ مگر منفعت کم اٹہاتے ہیں بلاؤں سے بچنے کی تدبیرین کرتے ہیں تو اور اُن میں زیادہ پہنستے ہیں۔ ایک گنجہ دہوپ میں بیٹہا تہا جب اسکے سر میں دہوپ کی تابش سے خارش زیادہ ہوئی تو وہ درخت کے سایہ میں جابیٹہا وہاں درخت کے اوپر سے ایک بہت بڑا پہل سر پر آنکر لگا بیچارا بلبلا ہوگیا اُسنے سر بچانیکی تدبیر کی تہی کہ وہ اسپر غیبی گولہ آنکر پڑا جہاڑی اور کانٹے موسم بہار میں نہ سرسبز ہوں تو بہار کا کیا جرم ہے اگر سورج کے اُجالے سے الو فائدہ نہ اٹہائے تو آفتاب کا کیا گناہ ہے اس طرح پورو جنم کے پاپ بہگتتے ہیں تو اس میں پہاک کا کیا دوش ہے۔ قسمت ہی ہم کو بلند پہاڑوں کی چوٹیوں تک چڑہاتی اور پرندوں کی طرح آسمان پر اڑاتی ہے تجارت بیمہ دولتمند کرتی ہے زراعت میں پہل دیتی ہی سب علم ہنر فن صنعت میں برکت دیتی ہی۔

(۲۰) امیر دولتمند غریب مفلس

کیا خدا کا فضل و کرم اُس شخص کے حال پر ہے کہ جو دولت و مال سے مالا مال ہے اور اس کے ساتھ دل ایسا نیک رکہتا ہے کہ وہ سارے بہلے کاموں میں دولت خرچ کرنی اچہے طور جانتاہے۔ وہ دولت کو دیکہکر اسلئے خرم و شادمان ہوتاہے کہ اسکی طفیل سے میں سارے کار خیر کر سکتا ہوں مفلسوں کو

افلاس کی تکلیف سے چہٹا سکتا ہون۔ زیردستون کو زبردستون کے جور سے رہائی دلا سکتا ہون۔ وہ اسی فکر مین رہتا ہے کہ کوئی موقع رحم کا ملے۔ وہ ڈہونڈہتا پہرتا ہے کہ کوئی محتاج ملے کہ اُسکی حاجت روا کرون وہ مصیبت زدون اور آفت کے مارون کی تسلی مین اپنی دولت عقلمندی کے ساتھہ خرچ کرتا ہے اس سے کوئی بیہودہ اور نکمی خرچ نہیں چاہتا۔ اہل علم و ہنر کی قدر افزائی انعام اکرام سے کرتا ہے۔ وہ دل سے خواہان ہوتا ہے کہ میری دولت و مال سے علم و ہنر کی ترقی ہو وہ ہزارون آدمیون کو کام پر لگاتا ہے کہ ملک دولت مند ہو۔ وہ اسوچ سمجھکے بڑے منصوبہ بندی کرکے اُن کے کارخانے جاری کرتا ہے اور جو ایسی کار خیر کرتے ہین ان کا مددگار ہوتا ہے۔ اپنے ہمسایون کے لئے دسترخوان خرچ کرتا ہے۔ وہ ان کو کبھی دہوکہ فریب نہیں دیتا۔ دولت اسکی دل کے ارمان سخاوت و فیاضی کی نکالتی ہے اس لئے خوشی کے مارے پہولا نہیں سماتا ایسا خوش ہونا اس کا بیجا نہیں بجا ہے۔ سب سے زیادہ افسوس کے قابل اس شخص کا حال ہے جو دولت فقط اسلئے جوڑتا ہے کہ اسکے مالک ہونے سے خوش ہو۔ دولت کی محبت اس کا دل وہ سخت کر دیتی ہے کہ اپنے بہائی کے برباد ہونے سے خوش ہوتا ہے یتیمون کے آنسوون کو دودہ سمجھتا ہے بیواؤن کی آہ خفقان کو نغمہ سرائی جانتا ہے غریبون کو تنگ کرتا ہے انکی محنت مشقت پر رحم نہیں کرتا غرض ایسا وہ سنگ دل ہوتا ہے کہ کسی کی رنج و مصیبت کا اثر اسکے دل پر نہیں ہوتا۔ مگر ایسی دولتمندی خود ہی پر لعنت کرتی ہے اسکے لئے خود بلائین خریدلی ہے۔ وہ اپنے پاؤن مین آپ کلہاڑی مارتا ہے کہ ہمیشہ اسکو خوف مین رہنا پڑتا ہے۔ افلاس کی مصیبتین کیسی ہولناک روح معلوم ہوتے ہین مگر مفلس کو اپنی تسلی یون دینی چاہئے کہ کونسی خیر آرام اور راحت اور خوشی کی چیز مجھے نہیں حاصل ہے کیا مین جو پانی پیتا ہون اُس مین لذت نہیں یا سوکھی روکھی روٹی جو مین کہاتا ہون کیا اُسمین مزہ نہیں اُسکو شکر کرنا چاہئے کہ اسکو اپنے اس کہانے پینے مین وہ مزہ آتا ہے۔ جو امیرون کو لذیذ خوان پلاؤ مین نہین آتا اسکے دسترخوان پر مفت خور خوشامدیون کی بہیڑ بہاڑ نہین نوکرون کی کثرت کی کلفت نہیں ہمسایلون کا غل شور نہین۔ اگر امیرون کو بہت سی نعمت میسر ہے تو مجھے بہی ایک تندرستی کی نعمت ایسی حاصل ہے کہ یک تندرستی ہزار نعمت مشہور ہے محنت مشقت

اگر مین کرتا ہون تو اس کے معاوضہ مین کیسی اچھی عمدہ نعمت صحت کی پاتا ہون اس محنت کے بعد اُس کو خواب کی وہ لذت آتی ہی کہ امیرون کو مخملون کی نرم مین خواب مین بھی نہین دکھائی دیتی۔ امیرون کی احتیاجین زیادہ ہوتی ہین غریبون کی احتیاجین تہوڑی اور محدود ہوتی ہین اسلئے غریبون سے زیادہ غنی محتاج ہوتے ہین آنانکہ غنی تراند محتاج تراند۔ بس غریب آدمیون مین ساری دولت کا عوض قناعت سے ہو جاتا ہے دولت سے زیادہ قناعت لطف دیتی ہے۔ بس دولت مند کو اپنی دولت پر گھمنڈ کرنا نہین چاہئیے اور مفلس کو اپنی مفلسی مین مایوس ہونا نہین چاہئیے۔ خدا وہ عادل ہے کہ اُسنے امیر و فقیر سب کو انصاف سے خوشی و راحت دیہے

(۲۱) عاقل و جاہل

خدا تعالےٰ کے خزانون کے بڑی قیمتی بخششین دانش و حکمت ہین۔ خدا خود ان مین سے اپنی مرضی کے موافق جتنا حصہ چاہتا ہے ہر انسان کو دیتا ہے۔ اگر تجھکو اللہ تعالےٰ دانش عطا کرے اور تیرے دل کو نور حکمت سے منور کرے تو نادانون کی تعلیم مین اور داناؤن کی ترقی مین اُس کو صرف کر۔ داناؤن کو اپنی سچی دانائی پر وہ فخر و ناز نہین ہوتا جو نادانون کو اپنی نادانی پر۔ داناؤن کو اکثر باتون مین شبہ ہوتا ہے اور وہ اپنے خیالات بدلتے رہتے ہین مگر نادان ایسا ہٹیلا ضدی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی بات مین شبہ نہین کرتا۔ وہ سب چیزون کو جانتا ہے مگر اپنی جہالت و نادانی کو نہین جانتا جو بھی مغز غرور کرتے ہین اُن سے نفرت ہوتی ہے۔ انکی باتون پر تو حماقت کو بھی ہنسی آتی ہے۔ مگر نادانون کی گستاخیون کا دانا متحمل ہوتا ہے اور وہ ان کی بیہودگیون پر دل سے افسوس کرتا ہے تم اپنی خود پسندی پر بھولو نہین اپنی خوش فہمی کی شیخیان نہ بگھارو کب یہ باتین انسان پر پھبتی ہین اُس کا جو سب سے زیادہ گران بہا علم ہے وہ نادانی اور بے بصیرتی ہے دانا اپنے نقصانون اور عیبون کو دیکھہ دیکھکر فروتنی اختیار کرتا ہے وہ اپنے پسند کے لئے بیفائدہ کوشش کرتا ہے۔ مگر نادان اپنے دل کی اوتھلی و ہار کی تہ مین کنکر اور ٹھیکریان پڑی دیکھکر جی مین خوش ہوتا ہے اور انکو نکال کر باہر لاتا ہے اور موتیون کی طرح دکھاتا ہے بھائی بند اسکی جو تعریف کر دیتے ہین تو پھر خوشی کے مارے پھولا نہین سماتا۔ وہ ایسا کم ظرف ہوتا ہے کہ ذرا ذرا سی باتون پر فخر کرتا ہے اور شیخیان مارتا ہے۔ کہ جن چیزون مین جہالت کا ہونا بڑی شرم کی بات ہے انکو وہ سمجھتا بھی نہین

اگر وہ دانائی کے رستے مین چلتا ہی ہے تو وہان ہی دانائی کے لئے محنت کرتا ہے اور اُس محنت کی اجرت مین مایوسی محرومی شرمندگی ملتی ہے۔ دانا اپنے دل مین خرمن دانائی جمع کرتا ہے علم و ہنر کی ترقی اسکی خوشی ہوتی ہے۔ رفاہ عام اور بہبود انام کی کتاب کا سطالعہ کرنا اسکا مقصد حیات ہوتا ہی اُس کو وہ اپنی عزت سمجھتا ہے نیکو کاری کو اپنا بڑا علم جانتا ہے

(۲۲) شادی و غم

تم ایسی خوشی مین نہ آؤ کہ آپے سے باہر ہو جاؤ اور خرمستیان کرنے لگو نہ تم ایسے غمزدہ ہو کہ تمہارا دل غم کے بوجھ سے دب جاے۔ اس دنیا مین نہ کوئی ایسی راحت ہو کہ بکلی خوشی مین تم پہولے نہ سماؤ نہ کوئی ایسی مصیبت ہو کہ جسکی سختی تلے تم پس جاؤ نہ وہ تمہاری اعتدال ترازو کے پلڑے کو اوپر چڑہا سکے نہ نیچے گرا سکے سامنے دیکہو کہ کیا ایک گھر خوشنما بنا ہوا ہے کیسے کیسے نقش و نگار پر بہار اُسکے باہر کی طرف چمک رہے ہین عیش و نشاط کی آوازون سے ہمیشہ گونجتی رہتی ہے اُسکے دروازہ پر ایک کدبانو کہڑی ہے سب رستے کے چلنے والون کو بلاتی ہے اُن کے آگے گاتی ہے قلقاریان مارتی ہے قہقہے لگاتی ہے۔ کبھی چپ نہین رہتی ہے کہتی ہے کہ میرے گھر کی چہت کے نیچے جو مسرت و انبساط زندگانی ہے وہ دنیا کے پردہ پر کہین اور نہین۔ تم اندر جاؤ اور زندگی کے لطف و مزے اُڑاؤ۔ مگر خبردار کہین تم اُسکے کہنے مین نہ آجانا اور اسکے دروازہ مین قدم نہ رکہنا بلکہ جو لوگ اسکے گھر مین آتے جاتے ہین اور یہ کہتے ہین کہ ہم عیش و نشاط کے فرزند ہین۔ اُن کے سایہ سے بہاگنا گو وہ زندہ دل اور خوش طبع معلوم ہوتے ہین اور چہرہ پر اُن کے ہنسی ہوتی ہے مگر اُن کے سارے کامون مین نادانی اور دیوانگی موجود ہوتی ہے شرارت نے اُن کے ایک ہاتہہ کو دوسرے ہاتہہ سے باندہ رکہا ہے اُن کے پاؤن بہرے راہ مین چل رہے ہین وہ سب طرف سے خوف مین گہرے ہوئے ہین۔ انکے پاؤن تلے ہلاکت کا گڑہا جا ئیان لے رہا ہے اب ذرا دوسری طرف دیکہو ایک کہڑا ہے وہان درختون کے اندر بالکل آنکہون سے چہپا ہوا ایک گہر ہے۔ اسکی کدبانو غم ہی جو ہمیشہ منہ سے نالہ و فغان کرتی ہی اور چہاتی سے لمبی لمبی سرد آہین نکالتی ہے۔ اسکو انسان کے دکہہ درد کے بیان سے خوشی ہوتی ہے۔ وہ آدمیون پر جو روزمرہ حادثات گذرتے ہین اُن کو دیکہتی ہی اور روتی ہی ہر وقت اُسکے ہونٹون کی شنائی پر کسی و بی بسی

اور شرارت کا وظیفہ جاری رہتا ہے وہ سمجھتی ہی کہ ساری مخلوق غم و رنج سے معمور ہی جو جیرا سکو نظر پڑتی ہے وہ اسکو اپنی ہی طرح غمزدہ معلوم ہوتی ہے رات دن رونے پیٹنے کی آوازون سے اس کا گھر بھرا رہتا ہے تم اسکے گھر کے پاس نہین پھٹکنا۔ وہان غم مرض متعدی بن رہا ہے۔ اگر تو وہان گیا تو تیری باغ زندگی کے سارے پہل جھڑ جاینگے اور کھلے ہوئے پہول مرجھا جاینگے لیکن ایسا نہ کرنا کہ شادی کے عشرتکدہ سے ایسے بیخود ہو کہ کہ رنج کے غمکدہ کے نزدیک ہو جاؤ کنوے سے بچو کھائی ہین گرو تمکو چاہیے کہ ان دونون گھرون کے درمیان جو ہوا اسپر اعتدال کے ساتھہ بڑی احتیاط سے رستہ چلو وہ تم کو گوشہ عافیت مین پہونچا دیگا جہان طمانیت سلامتی قناعت رہتی ہے وہ مسرتناک ہے مگر نمایشی نہین وہ سفید ہے مگر بھڑکیلا نہین دنیا کی شادی و غم کو خوب غور کرکے ایک نظر سے دیکھنا ہے ذرا بلندی پر چڑھ کر دیکھو یہین سے نظر کر تجھکو عافیتین اور آفتین دو طرح کے آدمیون کی نظر آئینگی ایک وہ جو اپنی دل کی خوشی اور مسرت کے لیے ان [illegible] کی مرضی کے موافق جو رندانہ نشاط اور اوباشانہ انبساط سے بھری ہوئی ہین دوسرے جو رنج و مصیبت کی بلا مین ایسی مبتلا ہین کہ بالکل بیا ہو گیا ہے اور رات دن وہ دنیا کی مصائب اور تکالیف کی شکایت مین سر پیٹتے ہین تجھکو دونون پر رحم آئیگا کہ وہ غلط راہون مین گمراہ پھر رہے ہین اور سیدہ راہ چلنے کی طاقت انکے پاؤن لڑکھڑا جاتے ہین

(۲۳) امید و خوف

گلاب کی کلیون سے زیادہ مہک امید کی آنسون مین ہے۔ مگر خوف کی دھمکیان ہی وہ غضب کی ہین۔ کہ دل کو دہلا دیتی ہین لیکن تم نہ امید کے بہلاوے مین آؤ۔ نہ خوف کے ڈراوے مین اپنے سارے کامون مین ان دونون کو دل کی آنکھہ سے ایک نظر سے دیکھو موت کا ڈر سب سے بڑا ہے مگر جو نیک کردار ہے اسکو موت کا کیا خوف جو گناہ نہین کرتا اسکو موت کا کیا ڈر ہے۔ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک جب کامون کو کرو اُن مین عقل سے مشورہ لے لو کہ وہ تمہارے دل کو کیا یقین دلاتی ہو۔ اگر تم اپنے کام مین کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ضرور ناکام رہوگے بیہودہ خوفون سے دل کو نہ ڈراؤ اور خیالی خوفون کا آسیب سر پر نہ چڑھاؤ جو خوف کہاتا ہے وہ اپنی تئین تکلیف پہونچاتا ہے جو امید رکھتا ہے وہ اپنے تئین مدد پہونچاتا ہے جب شتر مرغ کے پیچھے کوئی پڑتا ہے تو وہ دہشت کے مارے اپنے منہ کو

ریت میں چہپاتا ہے اور جسم کی خبر نہین رکہتا ایسا ہی ڈرپوکون کا حال ہے کہ وہ دہشت کے مارے اپنی تیلین جہو کہون
مین ڈال دیتے ہین مایوسی کے سبب سے تم ایک بات کو ناممکن جاننے لگتے ہو لیکن اگر سعی و کوشش استقلال
اسے کرو تو ساری مشکلین حل ہوجائینگے اور کام بن جائیگا احمق تو امید کی خوشامد کے دم مین آجاتے ہین مگر عاقل اسکی
نہین سنتے کہ کیا بکتی ہے تم اپنے تمام آرزؤن مین عقل کو ساتہہ رکہو اور کوئی آرزو ایسی نہ کرو کہ جسکے بر آنی کی
امید قوی نہ ہو اور وہ امکان کے احاطہ سے پرے ہو تم سب اپنے کامون مین کامیاب ہوگے اور مایوسی
کے رنج نہ اوٹہاوگے۔

(۲۳) پرہیز

قبر مین جانے سے پہلے مسرت سے قربت ہم کو اس سے زیادہ کسی طور سے نہین حاصل ہوسکتی کہ ہم اپنے
عقل خدا داد اور رست سے لطف و مزے اوٹہائین اگر یہہ دو نعمتین ہماو نصیب ہون تو انکو برابر اپنے کام مین
رکہو اور لذات ہی کے پہسلاوے مین نہ پہسو اور شہوت پرستی سے کوسون بہاگو۔ شہوت نفسانی ایک بڑا دستر خوان
پرتکلف بچہاتی ہے۔ اور طرح طرح کے نفیس اور لطیف کہانے اوسپر چنتی ہے۔ بلورین پیالیون مین شراب کے رنگ
چمکاتی ہے جسکے دیکہنے سے ہماری رال ٹپک پڑتی ہے اور پہر ایک ادا و انداز سے بلاتی ہے اور مسکرا کر قسمین
دلاتی ہو کہ ان نعمتون کو نوشجان کرو اور عیش زندگانی سے محظوظ۔ یہہ وقت تمہارے لئے بڑا نازک خطرناک
ہوتا ہے اپنی عقل کو صحیح سلامت تمکو رکہنا چاہئے اگر تم اس اپنی عقل کے دشمن کے دہوکے اور فریب مین آگئے
تو تم ایسے نامعلوم دغاباز کے بس مین ہوگئے جو تم کو دشمن کے ہاتہہ مین ہلاک ہونے کے واسطے حوالہ
کریگا۔ خوب سمجہہ لو کہ جن خوشیون کا وہ وعدہ کرتی ہے وہی تمہارے دیوانگی کی صورت مین بدل جائینگی۔
وہی اسکے مزے تم کو بیمار ڈالینگے موت کے قریب پہونچاوینگے جو لوگ اُس پر فریفتہ ہوکر اور اسکی اغوا مین آنکر
دستر خوان کے مہمان بن بیٹہے ہین ان سبکے چہرون کو دیکہو کہ اُن مین بیماری اپنی جہلک دکہا رہی ہے اور انکا
بودا اور کم ہمت جلد ہی ہے وہ ان کی اشتہاؤن کو خراب کرتی ہے۔ وہ اُسی کی نعمتون کے مزون سے محروم
ہوجاتے ہین جو پوجاری ہین وہ بہشت مین بلدان ہوجاتے ہین جو شخص خدا کی نعمتون کو جس طرح سے
انکو کام مین لانا واجب ہے۔ نہین لاتا ہے وہ خود اُن کے غلط طور کام مین لانے کے ساتہہ ہی سزا پاتا ہے۔ یہہ

کیا اچھا خدا کا قانون عدالت ہے سامنے دیکھو کہ تمہارے میدان مین ایک عورت نازک رفتار سی ہنستی اور گاتی چلی آتی ہے جسکے رخسارون مین گلاب کی رنگت چمک رہی ہی اسکی چشم حیا پرور عصمت آگین مین مسرت بھری ہوئی ہے اسکے ہونٹون مین صبح کی کیفیت دم بھر رہی ہے سمجھے تم یہ کون ہے۔ اس کا نام تندرستی ہے اُس کے باپ کا نام ورزش ہی اور اسکی ماں کا نام پرہیز ہے اسکی اولاد سین ہیٹ ہے (یہہ پہاڑ ملک ہے جہان مین جہان بہادر آدمی رہتے ہین پہاڑ پر بستے ہین) یہان اسکی اولاد بڑی قوی بہادر دلیر چیت چالاک ہے اور اس شجاعت کے ساتھہ اپنی بہنون کی حسانت اور خوبیان بھی رکھتے ہین اُن کے پٹھون مین قوت ہے اُن ہڈیون مین طاقت کا گھر ہے دن بھر محنت کرنا اُن کی مسرت ہی باپ کے کامون کا کرنا اُن کی بھوک کو بڑہاتا ہے پھر ماں اُنکو ناشتہ کھلاتی ہے تنومند بناتی ہے لذائذ بھی سوددا اُنکی خوشی ہی بری عادتون پر فتح پانا اُن کی شان وشوکت ہی۔ اِن کی خوشیان معتدل ہین اسلئے مستقل ہین۔ ان کا آرام تھوڑا ہی لیکن بے خلل ہے ان کا خون صاف ہے۔ انکا دل مطمئن ہے اسلئے طبیب ان کے دروازہ کے اندر گھسنے نہین پاتا لیکن نہ سلامتی بنی آدم کے ساتھہ رہتی ہی۔ نہ اطمینان اسکے دروازہ کے اندر رہتا ہے ادہر سے اُسپر خوف وخطر حملہ آور ہوتا ہے اودہر اُسکے اندر ایک دغاباز بلا پہرا اُسے دغا کرکے دشمن کے حوالہ کرتا ہے۔ اُس کی صحت اُس کی قوت حسانت اُسکی شوخی وچالاکی یہ سب ملکر اسکے دلمین ہوس ناک محبت پیدا کرتے ہین۔ یہہ محبت معشوق بنی اپنے مکان مین بیٹھی ہے خوش اخلاقی سے لوگون کو بلاتی ہے ترغیبون کا جال بچھاتی ہے وہ بڑی نازک اندام ہے۔ لباس اُسکا دلکش ودلآویز ہے پیراُس کی آنکھون مین شوخیان باتین کر رہی ہین اُس کی چھاتی پر اشتعال دینا بیٹھا ہوا اپنا کام کر رہا ہے۔ وہ اپنی انگلیون سے اشارے کرتی ہے۔ اپنے چہرہ سے دونکی چھپے غم لگاتی ہے۔ اپنی نرم کلامی سے لوگونکو غلامی کے جال مین پھنساتی ہے خبردار خبردار تم اسکے بہکانے مین نہ آجانا۔ اس سے بھاگنا اسکی غلامی سے اپنے کانون کو بچانا۔ اگر کہین اسکی چشم بیمار نے تمکو اپنا بیمار بنالیا اسکی نرم آواز تمہارے دل پر کارگر ہوگئی اور اسکے بازو تمہارے گلے کے ہار بن گئے تو اُسنے اپنی زنجیر مین تم کو بالکل اسیر کرلیا۔ پھر اسیری کے ساتھہ شرمندگی۔ بیماری۔ مفلسی فکر وتردد۔ ندامت وافسوس موجود ہین۔ رنگ رلیون نے ضعیف کردیا عیش وعشرت نے سیر کردیا سستی نے نازک کردیا تو طاقت

تمہارے اعضا سے طاقت ہو گی صحت تمہارے بدن سے بہا گیگی زندگی کے دن تہوڑے ہو جاینگے (اور اُن مین رنج اور تکلیف ایسی پیش آئیگی کہ ان تہوڑے دنون کا کاٹنا بہی دشوار ہوگا۔ ایسے بیعزت ہو جاؤگے کہ کسی کو تمہاری حال پر رحم بہی نہین آیگا۔

(۲۵) قناعت

اے بندہ خدا تو اس بات کو کبہی دل سے نہ بہلا کہ اُس حکیم دانا نے نہ جسکی ابتدا ہے نہ انتہا ہے اپنی دانائی سے تیرے رہنے کے واسطے زمین مقرر کی ہے وہ تیرے دل کے سارے حال سے واقف ہے وہ تمام تیری بیہودہ آرزوئن کو جانتا ہے اپنے رحم کے سبب تیری آرزوئن کو پورا نہین کرتا لیکن اسنے اپنی فیاضی سے چیزونکی خلقت و فطرت ایسی بنائی ہے کہ ان مین معقول آرزوئن کو اور سچی کوششون کو غالباً کامیابی ہوتی ہے تیرے دل مین جو اضطراب پیدا ہوتا ہے اور تو جو اپنے نصیب کو روتا ہے اگر تو اسکی اصل دیکھے جسسے وہ پیدا ہوئے ہین تو تیری خود حماقت غرور پریشان خیالی ہے تو تقدیر آہی پر تبرا بڑا اور اُسکو برا بہلا نہ کہہ بلکہ اپنے دل کو درست کر یہہ اپنے دل مین نہ سوچ کہ اگر میرے پاس دولت۔ حکومت۔ فراغت ہوتی تو میری خوشی و بہبود ہوتی۔ جنکو یہہ باتین حاصل ہین انکے ساتہہ بہی خاص تکلیف و رنج لگے ہوئے ہین۔ مفلس آدمی دولت مندون کے فکرون اور تردد ون کو نہین دیکہتے وہ اہل حکومت کی دشواریون اور وقتون کو نہین جانتے اہل فراغت کی تکان طبیعت کو نہین سمجہتے۔ اسلئے وہ اپنے نصیب کو کوستے ہین کہ ہمکو یہ نعمتین نہین حاصل۔ کسی شخص کو ظاہرا خوش حال دیکہکر اسپر حسد نہ کر و اسلئے کہ اسکی باطنی رنجون کو نہین جانتے بڑی دانائی یہی ہے جو آدمی راضی رہے تہوڑا کہا ہے سکہ سے رہے جو شخص اپنی دولت بڑہاتا ہے وہ اپنے فکر ون کو بڑہاتا ہے قانع کا دل ایک گنج مخفی ہوتا ہے جسکو رنج کبہی نہین پا سکتا۔ اگر دولت تجہکو پہسلا کر تیری عدالت سخاوت حیا اعتدال کو چرا کر تجہسے نہ لے جائے۔ تو تجہکو دولت ناخوش نہین کر سکتی۔ پس تو خوب جان لے کہ انسان کی قسمت مین چین آرام کا جام صافی پینا نہین لکہا کہ جسمین دردی و تلخی نہ ہو۔ خدا تعالے نے نیکی ایک دوڑ کا چکر بنا دیا ہے اور اُسمین خوشی بہبود کو شرط جیتنے کی حد مقرر کی ہے بس جبتک اس چکر کو دوڑ کر نہین کاٹے گا اُس حد معینہ پر نہین پہونچے گا دولت سرائے ازلی مین تاج سر پر نہین رکہا جائیگا

(۲۶)- عاقبت اندیشی

عاقبت اندیشی کی باتین کان لگاکر سُنو اُسکی صلاح و مشورون کو مانو۔ دل مین اِن کو جمع کر رکہو۔ اسکی
مسائل تمام کلیہ ہوتے ہین۔ ساری نیکیون کا وہی مرجع و مرکز ہے وہی انسان کی زندگی بسر کرنے کے واسطے
رہ نما اور فرمان روا ہے۔ تم اپنی زبان کو لگام دو۔ ہونٹون کے آگے محافظ بٹہا دو۔ ایسا نہ ہو کہ منہ سے کوئی
بات بیڈہنگی نکل جاے کہ جس سے دل کی چین و آرام مین خلل آے بہت بک بک نکرو اس سے ندامت
ہوتی ہے خاموشی مین سلامتی ہے بکواسی مجلس کو تکلیف پہونچانا ہے کانون کے رستے سے
بہیجا نکالتا ہے وہ الفاظ کا ڈہیر امارتا ہے کوئی بات نہین کرسکتا لنگرلے کے کبہی ہنسی نہ اوڑاو تم خود ہی کہڑے
نہ ہوسکوگے۔ اورون کی برائیان اور عیوب خوشی خوشی نہ بیان کرو تم کو اس سبب سے اپنے عیب بہت تلخی کے
ساتہہ سُننے پڑینگے تلخ ہنسی دوستی کے حق مین زہر ہے جو شخص اپنی زبان کو روک نہین سکتا وہ تکلیف پاتا ہے۔
اپنے مناسب حال تمام اسباب آسایش و آرام اپنے لئے جمع کر کے جتنا خرچ کا مقدور ہو اُسے کم خرچ کر یہ نوجوانی
کی عاقبت اندیشی بڑہاپے مین کام آئیگی۔ تو اپنے کام مین دل و جان سے مصروف ہو انتظام و سلطنت
کے کام حاکمون پر چہوڑ (تجہے پرائی کیا پڑی تو اپنی نبیڑ) تو اپنے دل بہلانے کی چیزون کو بیش قیمت نہ مول لے
کیونکہ انکے مول لینے کا رنج اُس خوشی سے بڑہ جائیگا جو اُن چیزون کے برتنے سے ہوگا تو نگری و ثروت کو اجازت
نہ دے کہ وہ تیری دوربینی کی آنکہون کو نکال کر پہینک دیں اور تیری کفایت شعاری کی ہاتہون کو اسراف
سے کاٹ دین جو اپنی زندگی مین فضول خرچی کرتا ہے آخر کو اپنی ضروری احتیاجون کے رفع کرنے کے لئے
اسکو رونا پڑتا ہے اورون کے تجربے سے دانائی سیکہہ اورون کی ناکامی کو دیکہکر اپنی خطاؤن کو صحیح کر
جبتک تو کسی شخص کا امتحان نہ کرلے اس پر بہروسہ نہ رکہہ اور کسی کو بے اعتبار نہ جان جبتک تیرے پاس
کوئی وجہ اسکے نہ ہو بے وجہ کسی کو غیر معتبر یقین کرنا خوش اخلاقی سے بعید ہے جو شخص تیرے نزدیک
دیانت دار ثابت ہو جائے تو تو اسکو ایک خزانہ سمجہہ اور گوہر بیش بہا سے زیادہ اسکی قدر کر
سپاہی کا احسان سر پر تیرا اُٹہا وہ اپنے احسان کے دام مین گرفتار کرکے تجہے عمر بہر نہ چہوڑیگا۔ دور اندیشی
کا مقتضا یہہ ہے کہ جس چیز کی کل ضرورت پڑے اُسے آج نہ خرچ کر۔ جو عاقبت اندیشی کا سرمایہ جمع کرے

اور عزم و احتیاط سے محفوظ رکھے اسکو جوکھون مین نہ ڈال۔ عاقبت اندیشی سے یہہ امید ہے رکھنی چاہئے
کہ وہ ہمیشہ کو ایسا کامیاب رکھیگی کہ جس مین خطا نہ ہو۔ کیونکہ دن کو نہین معلوم رات کیا پیدا کریگی۔ نہ
عاقل دور اندیشی سے کامیاب ہو نہ احمق سدا بدنصیب ناکام رہے مگر نہ احمق کو کوئی پوری خوشی حاصل ہو
نہ عاقل کو ہی پورا رنج ہو۔

(۲۷) رشک

اگر تمہارا دل عزت کا پیاسا ہو۔ اور تمہارے کان تمہاری تعریف سننے کے مشتاق ہون تو تم اپنی تئین
خاک سے جسمین تم بنے ہو اٹھاؤ۔ اور کسی ستایش کے قابل شے پر پہونچنے کا قصد کرو۔ تم تاڑ کے درخت کو دیکھو
جس کی شاخین آسمان کی طرف پھیل رہی ہین وہ ایک ذرا سا دانہ خاک کے نیچے دبا ہوا تھا جس کام اور
پیشہ کو اختیار کرو اُس مین یہہ قصد کرو کہ ہم اول رہین۔ نیک کام کرنے مین کوئی ہم سے سبقت نہ لیجاے
تم اپنی لیاقت کو بڑہاؤ مگر دوسرے کی لیاقت پر حسد نہ کرو اس ارادہ سے دلی نفرت رکھو کہ اسنے دیانت اور نالایق
تدبیرون سے ہم اپنے ہمسر رقیبون کو نیچا دکھا دین۔ بلکہ اپنے تئین اچھا بناکر اونچا کرنے کا قصد کرو
یون مخالفت کرنے سے تمہارے سر پر تاج رکھا جائے گا گو کامیابی نہ بھی ہو جو شخص نکوکاری مین ترقی
کرتا ہے اُسکی روح اندر ہی اندر اپنی سرافرازی سے خوش ہوتی ہے وہ جی سے اپنی شہرت چاہتا ہے اور
آپ ایسا خوش ہوتا ہے جیسا کہ دوڑ کے میدان مین دوڑنے والا۔ اسکو جتنا دباؤ وہ تاڑ کی درخت کی طرح
اونچا ہوتا ہے عقاب کی طرح آسمان مین بلند پروازی کرتا ہے۔ اور آفتاب پر اپنی نگاہ رکھتا ہے۔ رات کو بھی
وہ خواب مین کاملین روزگار کو دیکھتا ہے اور دن کو انکی تقلید کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ وہ بڑے بڑے ارادے اور
عزم کرتا ہے اور اُن کے سرانجام دینے سے مسرور ہوتا ہے اسکی شہرت دنیا مین اس سرے سے اس
تک ہوجاتی ہے۔ لیکن حاسد کا دل تو کڑواہٹ اور زہر سے بھرا ہوتا ہے اُسکا منہ زہر اگلتا ہے۔ ہمسایہ کی کامیابی
اُسکی جان پر صدمہ پہونچاتی ہے۔ وہ اپنے گوشہ مین بیٹھا ہوا جلا کرتا ہے۔ جو شے اورون کی بھلائی کے لئے ہی
وہ اُسکی برائی کے واسطے جو اُورون کی خوشی ہے اُسکا رنج ہے۔ عداوت۔ کینہ وری اُسکے دل کو کہائے جاتی ہے
وہ کسی طرح چین سے بیٹھتا ہی نہین اسکا دل نیکی سے دور رہتا ہے اسلئے وہ اپنے ہمسایہ کو بھی اپنا ہی سا

سمجھتا ہے۔ جو کوئی اس سے برتر ہے وہ اسے دل مین جلتا ہے۔ وہ اوروں کے بھلے کاموں کو برا بنا کر کہتا ہے وہ اوروں کے عاک مین بیٹھا رہتا ہے اوروں کے لئے برائی سوچتا رہتا ہے۔ آدمیوں کی نفرت بھی اسکے پیچھے پیچھے ساتھ چلتی ہے۔ وہ اسی طرح پھسلا جاتا ہے جیسے مکڑی اپنے جالے مین فقط

(۲۸) انکسار

انسان کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے دانائی پر گھمنڈ کرے اپنی لیاقت و استعداد پر فخر کرے۔ عاقل ہونے کی پہلی منزل یہہ ہے کہ آدمی اپنے تئین جاہل جانے اور آدمی اپنے نزدیک اسکو احمق نہ جانین مگر اسکو اپنے خیال سے اس حماقت کو دور رکھنا چاہئیے کہ مین عاقل ہون۔ دانائی کو شایستہ کام ایسی آرایش دیتے مین جیسے خوش لباسی حسین عورت کو۔ سچے منکسر کی تقریر حق کو رونق دیتی ہے اسکی شک آلود بیان غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے سچا عاقل ایسا منکسر ہوتا ہے کہ اسکو اپنی دانائی پر اعتماد کلی نہین ہوتا اسلئے وہ دوستوں سے صلاح و مشورہ لیتا ہے اُن کو جانچتا اور آزماتا ہے اور اُن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ اپنے کمالات کے یقین کرنے مین سب سے پہلا آدمی ہوتا ہے اسکی دانائی پر خاکساری و کسر نفسی اپنا سایہ ڈال کر ایسی زیبائی بڑھاتی ہے جیسے نقاب حسینوں کے چہرہ پر پڑ کر اُن کی رعنائی کو آرایش دیتا ہے اسکے برخلاف مغرور آدمی یا وہ گوئی کرتا ہے زرق برق کا لباس پہن کر بازاروں مین اترایا پھرتا ہے ادہر ادہر غرور کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اوروں کی تعظیم و ادب پر خیال کرتا ہے نہ بیچارے غریبوں کا وہ سیدہی طرح سلام لیتا ہے سلام کے جواب مین کبھی ابرو کا اشارہ ہوتا ہے کبھی سر ہلتا ہے وہ اپنے سے ادنے آدمیوں سے بُری طرح پیش آتا ہے۔ اُن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا عوض یہ ملتا ہے کہ جو اس سے برتر ہوتے ہین وہ اُسکی عزت نہین کرتے اسکی حماقت پر ہنستے ہین وہ فقط اپنے رائے پر بھروسہ رکھتا ہے اوروں کی رائے کو ذلیل و حقیر جانتا ہے۔ اسسے وہ سرگردان و پریشان ہوتا ہے وہ اپنی بلند خیالی مین پھولا نہین سماتا۔ اُسی بات سے خوش ہوتا ہے کہ سارے دن اسکی تعریف ہوا کرے اور اسکا ذکر ہر دم رہے۔ یہہ خوشامدیوں کی تعریفوں کی پھنکیاں مارتا ہے۔ خوشامدی اسکی ہنسی لگاتے ہین۔

---

(۲۹) سوچ بچار

اپنے سے آپ باتین کرکے خوب اس بات کو سوچ بچار کہ کیون تو پیدا کیا گیا ہے؟ تو اپنی قوتون کو سوچ۔ تو اپنی احتیاجون کو بچار۔ تو اپنے تعلقات کو دہیان کر اس سے تجھکو اپنی زندگی کے تمام فرایض معلوم ہو جائینگے اور وہ تجھکو تمام زندگی کے طریقون مین رہنمائی کرینگے۔ تو جبتک اپنے الفاظ کو خوب سوچ نہ لے اور اُن کو جانچ نہ لے منہ سے نہ نکال جبتک تو اپنے ہر قدم کو جو چلے یہہ نہ دیکہہ لے کہ وہ کس طرف تجھے لیجانے کا میلان رکہتا ہے تو کسی کام مین پیشقدمی نہ کر اس سے ذلت و خواری تجہہ سے دور ہلگے گی۔ شرمندگی تیرے گھر سے بیگانہ رہیگی ندامت و توبہ کبہی تجھسے ملنے نہ آئینگے۔ چہرہ پر غم اندوہ کا سایہ نہین پڑے گا۔ غافل آدمی اپنی زبان کو لگام نہین دیتے۔ اناپ سناپ جو بات منہ پر آئی بک بیتے ہین وہ اپنی قوتون کے خیال مین پہنس جاتے ہین۔ جو لوگ بے سوچے سمجھے کام کر بیٹہتے ہین اور مآل کار کو نہین سوچتے ہین انکا حال ایسا ہے جیسے کہ کوئی بہاگتا چلا جاتا ہو اور راستہ مین خندق آجاے اور وہ اسسے پہلانگ جاے اور دوسری طرف ایک گڑہے مین جا پڑے جس کو اُسنے دیکہا نہین تہا۔ بس تو سوچ بچار کی آواز پر خوب کان لگا کر سن اُسکی باتین دانائی کی ہین اُسکی راہین تجھے حق اور سلامتی تک پہونچا دینگے۔

(۳۰) محنت

جو دن گذر گئے وہ ہمیشہ کو گئے پھر نہیں آتے (گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں) پس یہہ جو زمانہ حال ہے اُس میں اپنا کام کرنا چاہیے۔ زمانہ ماضی کا افسوس چھوڑ دو۔ اور زمانہ استقبال پر زیادہ بھروسہ نہ رکھو۔ جو لحظہ بالفعل ہے وہی تمہارا ہے دوسرا لحظہ آیندہ زمانہ کے پیٹ میں بیٹھا ہے کیا معلوم ہے کہ وہ تمہارے آگے کیا لائے۔ پس جس کام کا ارادہ کرو اوس کو جلدی انجام دو۔ جو کام صبح کو تمام ہو سکتا ہو اوس کو شام پر نہ چھوڑو۔ رنج کی ماں کاہلی و محتاجی ہے خوشی کی ماں محنت ہے۔ محنت کا ہاتھ محتاجی کو شکست دیتا ہے۔ بہبودی اور کامیابی محنت کے ملازم ہیں۔ اُس کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ وہ کون ہے جس نے دولت کمائی ہے۔ وہ کون ہے جسنے حکومت و قدرت حاصل کی ہے۔ وہ کون ہے جسکو خلعت عزت پہنایا گیا ہے۔ وہ کون ہے

جسکی تعریف ہو رہی ہے۔ وہ کون ہی جو بادشاہوں کے مشوروں اور صلاحوں کی مجلسوں میں بیٹھا ہے؟ وہ وہ شخص ہے جس نے اپنے دل کے دروازے کے اندر کاہلی کو قدم رکھنے نہیں دیا۔ اور اوس کو اپنا سخت دشمن جانا۔ جو شخص سویرے اٹھتا ہے اور دیر سے سوتا ہے۔ دل میں سوچتا ہے ہاتھ پاؤں سے کام کرتا ہی۔ وہ دونو جسم و جان کو تندرست رکھتا ہے۔ کاہل آدمی تو اپنے تئیں آپ دوبھر ہو جاتا ہی۔ اوس کو اپنا وقت کاٹنا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ وہ پڑا رہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اُس کا دن ایسا بے نشان گذر جاتا ہے جیسے بدلی کی چھانو۔ ورزش جسمانی نہ کرنے کے سبب سے اس کا جسم بیمار رہتا ہے۔ وہ کام کرنا چاہتا ہے مگر ہلنے کی طاقت نہیں۔ دل اُس کا تاریکی میں پڑا ہوا پراگندہ خیالات کر رہا ہے وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اُس میں مصروف نہیں ہو سکتا۔ وہ بادام کھانے چاہتا ہے۔ مگر چھلکے توڑنے کی تکلیف اُٹھانے سے نفرت رکھتا ہی۔ گھر میں اُس کے بدنظمی ہے۔ نوکر اُس کے سرکش۔ اُس کے مال کے ضائع کرنے والے۔ وہ تباہی اور بربادی کی طرف دوڑا چلا جاتا ہے وہ اس کو آنکھوں سے دیکھتا ہی۔ اپنے کانوں سے اُسے سنتا ہی۔ سر دھنتا ہے اور بہت پچھتاتا ہے مگر کوئی کام مستقل اُس کے روکنے کا نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ طوفان کی طرح بربادی اس کو گھیر لیتی ہے۔ وہ شرمندگی اور ندامت کو ساتھ لے کر قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔

(۱۳) غصّہ

جیسے زور شور کی آندھیاں درختوں کو جڑ پیڑ سے اوکھیڑ کر برباد کرتی ہیں اور جیسے کہ بڑے زلزلے زمین کی رگیں ہلا کر شہر کے شہر تہ و بالا کرتے ہیں ایسے ہی غصّہ بھی انسان کے سر پر تباہی کو لاتا ہے اور بلاؤں اور آفات میں پہنساتا ہی۔

تو غصّے کے جوش خروش سے بچ۔ وہ ایک بار دار تلوار ہے کہ تیری چھاتی کو زخمی کرتی ہے یا تیرے دوست کو قتل۔ اگر کوئی تجھے برا کہے جھڑے تو اس کی برداشت صبر سے کر۔ اس سے تیری دانائی ظاہر ہو گی۔ اور اگر تو اس کی یاد کو دل سے بھلا دے گا تو تیرا دل تجھ کو ملامت نہیں کریگا

تو کیا نہیں دیکھتا ہے کہ جب کوئی شخص غصہ ہوتا ہے تو اوس کی عقل جاتی رہتی ہے ۔ جب تو ہوش
میں ہو تو دوسرے کا غصہ تجھے عمدہ سبق پڑھاتا ہے ۔ غصہ کی حالت میں تو کوئی کام نہ کر جب سمندر
میں طوفان آرہا ہو تو کشتی چلانا اُس میں عقل کے خلاف ہے ۔ اگر تجھے اپنے غصہ کا مغلوب کرنا مشکل
ہو تو اُس کو روک لینا ہی دانائی ہے ۔ تجھے اول چاہیے کہ تو ایسے موقعوں سے بچ جو تجھ کو غصہ
دلائیں اور اگر مجبوری تو اُن میں پھنس جائے تو غصے سے اپنے تئیں بچا ۔ جب کوئی بیوقوف سے
بُری طرح مخاطب ہوتا ہے تو وہ غصہ میں بھر آتا ہے ۔ مگر دانشمند اِس پر کچھ توجہ نہیں کرتا اور
اوس پر ہنستا ہی اور اُسے حقیر جانتا ہے ۔ تو ہرگز سینہ میں کینہ نہ جمع کر ۔ وہ تیرے دل کو دق
کرے گا ۔ اور جن باتوں کی طرف تیرے دل کی توجہ ہے اُس میں خلل ڈالے گا ۔ تو عفو کو اختیار
کر انتقام کو چھوڑ تو اپنے عجز و انکسار کو نہ بھول ۔ اوروں کا قصور معاف کر ۔ جو شخص انتقام کی تاک
میں بیٹھا رہتا ہی وہ اپنے ساتھ دشمنی کرتا ہی ۔ اور مصیبت کو سر پر لاتا ہی ۔ خشمناک آدمی کو نرمی کے ساتھ
جواب دینا آگ پر پانی ڈالنا ہی ۔ وہ اُسکے غصہ کی حرارت کو فرو کر دیگا ۔ اور دشمن ہونے کی جگہ
دوست ہو جائے گا ۔ اگر تو غور کرے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ بہت تھوڑی چیزیں ایسی ہیں کہ
جن پر غصہ آئے ۔ تجھے تعجب کرنا چاہیے جب کوئی احمق غضبناک ہو غصہ ہونا حماقت اور ضعف کی
دلیل ہے ۔ تو یقین جان کہ غصہ کے پیچھے پچھتانا لگا ہوا ہی ۔ جیسے حماقت کے قدموں سے ندامت لگی
ہوئی ہے ۔ غصہ کی پیٹھ پر پشیمانی بیٹھی ہوئی ہے ؞

(۳۲) رحم

جیسے کہ زمین پر موسم بہار اپنے ہاتھ سے جابجا گل بوٹے لگاتا ہے اور موسم گرما فصل کی پیداوار کو
اپنی مہربانی سے کمال کو پہونچاتا ہے ایسے ہی رحم کا تبسم آفت رسیدوں اور شامت زدوں کو
نعمتیں عنایت کرتا ہی ۔ جو شخص دوسرے آدمی پر رحم کرتا ہے وہ اپنے تئیں عزیز و مقبول بناتا ہے ۔ جو
شخص خود رحم نہیں کرتا وہ کسی رحم کا مستحق نہیں ہوتا ۔ قسائی بھیڑوں کو ذبح کرتا ہے اور کچھ افسوس
نہیں کرتا ہی ۔ ایسے ہی ظالم جفاکار ظلم و ستم کرنے پر افسوس نہیں کرتا ۔ رحم دلوں کی اشک ریزی

گلوں کی شبنم ریزی سے زیادہ لطف رکھتی ہی۔ غریب تنگ دست مصیبت زدوں کی گریہ وزاری کی آواز سُننے کے لیئے کانوں کو مت بند کر۔ بیگناہ آفت کے مارے ہوؤں کی رنج وتکلیف کے لئے دل کو پتھر نہ بنا۔ جب کوئی یتیم تجھے پکارے جب کوئی بیوہ دکھیاری قسمت کی ماری تیری مدد کے واسطے گڑگڑائے تو اوسکے رنج والم کو تو دور کر اور تشفی اور تسلی دے۔ جنکے دست پاؤں کی کوئی نہیں مدد کرتا تو اون کی دستگیری کر۔ جب بازار میں تو کسی ننگے پھرنے والے کو ٹھنڈ سے ٹھٹھرتا دیکھے اور کوئی اُس کو امن کی جگہہ نہ ملتی ہو تو اُس کی یہ تکلیف اپنی فیاضی سے دُور کر۔ جب کسی بیمار کو بستر پر روتا ہوا اور کسی آفت زدہ کو قیدخانہ کے خوفوں سے لرزتا ہوا دیکھے اور اور کوئی سفید بالوں والا بوڑہا اپنی ضعیف آنکھوں کو تیری طرف مدد کے لئے اُٹھائے تو تجھہ کو کب سزاوار ہے کہ ان رنجوں اور تکلیفوں کو دیکھ کر متاثر نہ ہو اور اوُن کی حاجت روائی کے درپے نہ ہو اور اپنی فضول عیاشی واوباشی میں چین اوڑائے +

(۳۳) محبت

ہوشیار ہو اے نوجوان ہوشیار رہو کہ کہیں تو کسی شوخ۔ بیباک۔ شریر کے بہکانے۔ پھسلانے میں آن کر اپنے باپ کے احکام کو بھول جائے۔ بیوقوفی کا دیوانہ پن اپنے ہی سب کاموں کو تباہ کر دیتا ہی اور شوق کا اندھا پن غارت اور برباد کر دیتا ہی۔ اس لئے تجھے نہیں چاہیئے کہ شریر کی تحریک و ترغیب کو تو دل اپنا حوالہ کر دے اور سحر آمیز فریب کا غلام اپنی جان کو بنا دے ابھی سے تیری نوجوانی کو گھن لگ جائیگا اور جلد بڑہاپا آجائے گا۔ گویا تیرے آفتاب کا زوال صبح سے ہی شروع ہو جائیگا۔ مگر ہاں جب نیکی و حیا اپنے دل ستانی کو چمکاتی ہیں تو خوبصورت عورت کے حسن کا نور آسمان کے ستاروں سے زیادہ چمکنے لگتا ہے۔ اسکی قوت وہ جان پر اثر کرتی ہے جو آفتاب کی روشنی دل پر۔ اس کے سینہ کی سفیدی گل چاندنی پر غالب ہوتی ہے اُسکے لبوں کا تبسم گلستان سے زیادہ بہار رکھتا ہی۔ اُس کی آنکھوں میں عصمت فاختہ کی سی نظر آتی ہے۔ راستی۔ سادگی۔ اسکے دل میں بسی جاتی ہے۔ اُس کے بوسے شہد سے زیادہ میٹھے

لگتے ہیں۔ عرب کی خوشبوؤں سے زیادہ اس کے نفس معطر کرتے ہیں۔ بس تو اپنے دل کا دروازہ
اس نازنین کی محبت کے لئے نہ بند کر وہ اُس کے ساتھ شغل رکھنا تیرے دل کو مقدس بنا دے گا
اور تیرے گھر کی پاکیزگی و بزرگی کو بڑہا دے گا +

(۳۴) عورت

اے پیاری صورت کی محبت بھری لڑکی تو عاقبت اندیشی کی ہدایتوں کو گوش دل سے سُن اور
راست کرداری کے حکموں کو دل میں گھر اٹھا۔ تاکہ تیرے حسن سیرت کا دلوں کا تسخیر کرنا حسن صورت
پر اور اضافہ ہو جائے۔ اور تیرا جوبن جو مثل گل ہے جب اس کی شگفتگی پژمردہ ہو جاوے تو بھی مہک
اوس کی باقی رہے۔ اپنی نوجوانی کی بہار میں اور اپنے دنوں کی صبح میں تو شریر آدمیوں کی
باتوں کو بڑی ہوشیاری سے سُن اور اُن کی چکنی چپڑی نرم نرم پھسلا کی باتوں پر کان نہ لگا
تو اُس بات کو خوب یاد رکھہ کہ تو مرد کی مصاحب بنائی جائیگی اور تیرے ذمے بہت سی باتوں کی
جوابدہی ہو گی۔ تو اسی لئے پیدا ہوئی ہے کہ مرد کی محنت و مشقت میں مددگار رہنے۔ تو اپنی ملائمت سے
اس کی سخت تکلیفوں کو دور کرے۔ اُس کے ترددات اور افکار کا معاوضہ تو اپنی محبت و پیار سے
کرے۔ وہ کون ہے جو مرد کے دل کو بس میں کر لیتی ہے۔ اور اپنی محبت کا تابع بناتی ہے۔ اور اس کے
پریم پر راج کرتی ہے۔ وہ یہ ہے جو سامنے چل رہی ہے جس کی صورت پر شباب اپنا رنگ کہا رہا ہے
عصمت اُس کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حیا و شرم چہرہ پر عیاں ہے۔ اُس کے ہاتھہ کاموں کو
تلاش کر رہے ہیں۔ اس کے پاؤں باہر ہرزہ گردی سے خوش نہیں ہوتے۔ صفائی اُس کی
پوشاک ہے۔ اعتدال و پرہیز اُس کی خوراک ہے۔ تواضع و فروتنی اُس کی عزت کا سرتاج ہے۔
شہد کی شیرینی اُس کے ہونٹوں سے ٹپکتی ہے۔ نغمہ سرائی اُس کی زبان پر رہتی ہے۔ اُس کی تمام
گفتگو میں شائستگی بھری ہوئی ہے۔ اُس کے جوابوں میں سرتاسر راستی اور بلاغت ہے۔ رات دن
اطاعت اور فرمانبرداری کا سبق پڑہتی رہتی ہے۔ اور اطمینان اور بہبودی اُس کا وصل (ملتی) ہے
اِس کے قدموں کے تلے دوراندیشی چلتی ہے۔ خیر و سعادت اُس کے داہیں بازو کی طرف ملازمت

کے لیئے حاضر رہتے ہیں۔ اِس کی آنکھیں محبت کی پیاری باتیں کرتی ہیں۔ مگر اُس کے ساتھہ
ہی فرزانگی عصا پکڑے ہوئے ابرو پر بیٹھی ہے۔ اُس کی نکوکاری کا وہ رعب اب ہی کہ اِس کے
آگے شرارت کے مُنہ سے بات نہیں نکل سکتی۔ اُس کے آگے شریر گونگے ہیں۔ جب ہمسایہ کی
بدنامی ایک زبان سے دوسری زبان پر شہرت پاتی ہے۔ تو اُس کی پاک طینتی زبان کو بولنے کی
اجازت نہیں دیتی۔ ہونٹوں پر خاموشی کی اُنگلی رکھہ لیتی ہے۔ اِس کا دل خیر و سعادت کی دولت سے بھرا
ہے۔ اِس لیئے اوس کو دوسرے کی شرارت و بدی کا خیال ہی نہیں ہوتا۔ جس گھر میں وہ رہتا ہے
اُس میں امن امان چین آرام و اطمینان رہتا ہے۔ جو وہ حکم کرتی ہے فراست و عقل سے
اُس کی تعمیل ہوتی ہے۔ وہ صبح کو سویرے اُٹھہ کر اپنے تمام کاموں و معاملات کو سوچتی ہے اور جو
شخص جس کام کے لائق ہوتا ہے وہی اُسکے سپرد کرتی ہے۔ ساری خوشی اُس کی خانہ داری کے انتظام
و بندوبست میں ہوتی ہے۔ اسی میں وہ غور و پرداخت کرتی ہے۔ نفاست و لطافت کے ساتھہ اُس
کے مکانوں میں کفایت نظر آتی ہے۔ اِس کے گھر کی خوش انتظامی سلیقے کے ساتھہ خاوند کی عزت
کا سبب ہوتی ہے۔ جس سے اِس کی تعریف ہوتی ہے اُس کو وہ چپکے چپکے بڑی خوشی کے ساتھہ
سُنتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو دانائی کی باتیں سکھاتی ہے۔ اور اپنی نیکیوں اور خوبیوں کو دکھا دکھا
اُن کے اوضاع و اطوار نیک بناتی ہے۔ جو بات وہ مُنہ سے کہتی ہے وہ بچوں کے لیئے قانون کا حکم
رکھتی ہے۔ وہ اِس کے اشاروں میں چلتے ہیں۔ اِدہر اُس نے کسی کام کو نوکروں کو کہا اُدہر وہ
اُس کی تعمیل کے لیئے دوڑے گئے۔ سارے کام اُس کے اشاروں میں پورے ہوجاتے ہیں نوکروں
کی ایسی اطاعت کا سبب یہ ہے کہ قانون محبت اُن کے دل میں عمل کر رہا ہے۔ اُس کی مہربانی و
نوازش اُن کے پانوں میں پر لگا دیتی ہے۔ وہ تونگری و ثروت کی حالت میں پھولتی نہیں
افلاس و مصیبت میں وہ قسمت کے زخموں کی تکالیف کو صبر سے سہتی ہے۔ اپنے خاوند کے
رنج و محن کو اپنے صلاح و مشوروں سے کم کر دیتی ہے۔ اپنی پیاری پیاری باتوں سے غم کی تلخیوں
کو شیریں کر دیتی ہے۔ بڑا خوش اقبال مرد ہے جس کی بیوی وہ ہو۔ بڑی نیک بخت وہ

اولاد ہے جو اس کو ماں کہے۔

(۳۵) خاوند

خدا کا حکم ہے کہ تو بیوی کر۔ اُس کو بجالا۔ اور گروہ انسانی کا ایک پائدار رکن بن جا۔ بیوی کے پسند کرنے میں شتابی نہ کر۔ خوب سوچ بچار اور چھان بین کر لے اسلئے کہ اُسی پسند پر تیری آیندہ زندگانی کی ساری خوشیوں کا مدار ہے۔ اگر تو عورت کو دیکھے کہ وہ بناؤ سنگار میں اپنا سارا وقت کھوتی ہے۔ لباس کے تکلف کا بڑا خیال کرتی ہے۔ اپنی خوبصورتی پہ ناز کرتی ہے۔ اپنی تعریف کی عاشق ہے۔ شوخ چشمی سے مردوں پر نظر ڈالتی ہے۔ باپ کے گھر میں نہ اُس کا دیدہ لگتا ہے نہ پانوں۔ ہنستی بہت ہے۔ کلہ دراز بڑی ہے تو ایسی عورت اگر حسن میں ایسی ہو جیسے کہ آسمان پر آفتاب تو بھی اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لے۔ اُس کی جانب ایک قدم نہ اُٹھا۔ اُس کے خیال سے اپنے دل کو جنجال میں نہ پھنسا۔ مگر جب تو کسی عورت کو دیکھے کہ وہ عقلمند ذی شعور ہے۔ اور اوضاع و اطوار اُس کے پسندیدہ و برگزیدہ ہیں غرض صورت ظاہری کے ساتھ باطنی خوبیاں بھی ایسی ہیں کہ تیرے خیال میں نہیں معلوم ہوتی ہیں تو اُس سے بیاہ کر کے گھر لے جا۔ وہ تیری محبوب بننے کے لائق ہے۔ وہ عمر بھر تیری مصاحبت میں ہم بغل رہے گی۔ اُس کو ایک نعمت سمجھ جو خدا نے تیرے لئے آسمان سے اُتاری ہے۔ اُس پر وہ مہربانی اور الفت کر کہ وہ تجھے عزیز رکھنے لگے وہی تیرے گھر کی مالک ہے۔ تو اُس کا ایسا لحاظ و ادب کر کہ تیرے نوکر اُس کی فرمانبرداری کریں جن باتوں کی طرف اُس کو میلان خاطر ہو اُن سے بے وجہ نہ روک۔ وہ تیری شادی و غم میں سب طرح شریک ہے۔ اُس کی خطاؤں پر ملائمت کے ساتھ خفا ہو۔ اُس سے اطاعت اپنے زور یا ظلم سے نہ کرا اُس کو اپنا رازدار بنا۔ اُس سے صلاح و مشورہ لے۔ وہ کبھی تجھ کو دھوکہ و فریب نہیں دے گی۔ وہ تیرے بچوں کی ماں ہے۔ اسلئے تو اُس کا ادب کر۔ جب بیماری اور رنج اُس پر حملہ کریں تو تو اپنی نرم دلی سے اُس کا غم غلط کر۔ تیری ایک نظر التفات و محبت کی بات دس طبیبوں کے علاج سے زیادہ اُس کے دل کو شفا و آرام پہنچائیگی اور دکھ درد سے چھٹا دے گی۔ جان لے کہ بیچاری عورت

ذات بڑی غریب ہوتی ہے۔اُس کا جسم کمزور ہوتا ہے۔اُس پر سختی نہ کر اپنے نقصان اور عیوب پر نظر رکھ ✤

باب (۳۶)

تو جب باپ بنا تو یہ خوب سوچ لے کہ تجھے بڑی امانت اس وجود کی سپرد کی گئی ہے جس کے موجود ہونے کا تو سبب ہوا ہے۔اُس کا پالنا پوسنا تیرا فرض ہے۔یہ تجھی پر موقوف رکھا گیا ہے کہ تو اپنے چھاتی کے بچہ کو اپنے لئے فضل الٰہی بنا یا قہر الٰہی بنا۔اور گروہ انسانی کے واسطے کارکن یا نکمّا رکن تیار کر۔تو اُس کی تعلیم و تربیت ابتداہی سے شروع کر۔راست بازی و راست کرداری کی عادت ڈلوا۔اُسکے میلان طبع کی نگہبانی کر۔جب اُس میں کجی دیکھے تو اُس کو نوعمری ہی میں سیدھا کر دے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ بُری عادتیں عمر کی برسوں کے ساتھ پختہ ہوتی جائیں۔پھر وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کہ پہاڑ کے اوپر دیودار کا درخت ہوتا ہے کہ اُس کا سر جنگل کے سارے درختوں سے اونچا ہوتا ہے۔شریر بیٹا باپ کا نام ڈبوتا ہے۔نیک بخت سعادت مند بیٹا باپ کے سفید بالوں کی عزت بڑھاتا ہے۔زمین تیری ہی ہے اُس کو زراعت سے خالی نہ چھوڑیو۔یاد رکھ کہ جیسا بیج بوئے گا ویسا ہی پھل پائے گا۔تو بیٹے کو اطاعت سکھا تو وہ تجھے برکتیں پہنچائیگا۔اُس کو کسر نفسی و تواضع سکھا تو اُسکو کبھی شرمندگی و ندامت نہیں ہوگی۔تو اُس کو احسانمند ہونا سکھا تو وہ فائدے اُٹھائیگا۔تو اُس کو لوگوں کی خیر خواہی سکھا تو وہ ہر دل عزیز ہو جائیگا اُس کو اعتدال و پرہیز سکھا تو وہ تندرست رہیگا۔اُس کو دور اندیشی سکھا تو دولت اُس کو ہاتھ آئے گی۔اُس کو عدالت سکھا تو دُنیا اُس کی عزت و تعظیم کرے گی۔اُس کو بے ریائی سکھا تو دل اُسکا ڈسے کبھی لعنت ملامت نہیں کریگا۔اس کو محنت سکھا تو اُس کی دولت زیادہ ہوگی۔اُس کو فیاضی سکھا تو اُس کا دل بڑھے گا۔تو اُس کو علوم و فنون سکھا تو اُس سے اوروں کو فائدہ پہنچے گا۔اُس کو مذہب سکھا تو اُس کا خاتمہ بالخیر ہوگا ✤

(۳۷) راستی

سچ کی خوبصورتی پر تو جو دل وجان سے فدا ہی۔ اور اُس کی زیبائی و دلربائی کی سادگی کو دل دے رکھا ہی۔ پس تو اُس کے ساتھہ وفا میں ثابت قدم رہ اور اُسکو کبھی نہ چھوڑ۔ یہ تیری نیکی کا استقلال تیرے سر پر عزت کا تاج پہنائے گا۔ راست باز کی زبان کی جڑ دل میں ہوتی ہے۔ اُس کی باتوں میں ریا اور فریب کو جگہہ نہیں ملتی جھوٹ بولنے سے اُس کو شرمندگی ہوتی ہی اور دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ مگر سچ بولنے میں اُس کی آنکھ نہیں پھرتی۔ وہ اپنی خصلت کے مرتبے کو مردانہ وار قائم رکھتا ہی۔ ریاکاری اور مکاری کے فند فریب کے آگے جھکنے پر لعنت بھیجتا ہے۔ وہ اپنی بات میں پکا ثابت قدم ہوتا ہی۔ وہ ڈھل مل ہو کر پریشان خاطر نہیں ہوتا سچ کہنے میں وہ کبھی نہیں جھجھکتا۔ مگر ہاں جھوٹ بولنے سے ڈرتا ہی۔ وہ کبھی زمانہ سازی اور ظاہرداری کی کمینگی نہیں اختیار کرتا۔ اُس کی زبان کے الفاظ اُس کے دل کے خیالات ہوتے ہیں۔ وہ بڑی فراست اور دوراندیشی کے ساتھہ کوئی بات ہونٹوں سے نکالتا ہی۔ پہلے وہ یہ خوب سوچ لیتا ہی کہ امر حق کیا ہی۔ پھر وہ احتیاط و ہوش سے اُس کو کہتا ہے۔ وہ دوستوں کو نیک صلاح دیتا ہی آزادی ملامت کرتا ہی۔ جس بات کا وعدہ کرتا ہی اُس کا ایفا یقینی کرتا ہے۔ ریاکار کا دل اُس کی چھاتی کے اندر چھپا ہوتا ہی۔ وہ اپنی زبان کے الفاظ کو سچ کی شباہت کی نقاب میں دکھاتا ہی۔ مگر اصل مطلب اُس کا فریب بنا ہوتا ہی۔ وہ غم میں ہنستا ہی۔ خوشی میں روتا ہی۔ کوئی چیز اُس کے زبان کے الفاظ کی ترجمان نہیں ہو سکتی۔ وہ چھچھوندر کی طرح اندھیرے میں اپنا کام کرتا ہے۔ تاریکی کو اپنا مامن جانتا ہی۔ مگر جب روشنی ہوتی ہی تو وہ سٹ پٹا کر گھبراتا ہے۔ پھر اُس کا اصل حال کھل جاتا ہی۔ اس کا خاک بسر ہونا سب کو نظر آتا ہی۔ ساری عمر اُس کی بناوٹ میں اور اپنی روک تھام میں گذرتی ہی۔ کبھی اُس کے دل و زبان ایک نہیں ہوتے۔ وہ بہت محنت کرتا ہی کہ اپنی خصلت کو نیک آدمیوں کی خصلت کے مشابہ بنا کے دکھا دے۔ مگر اس کے ساتھہ ہی وہ اپنے مکر و ریا کے خیالات کو گود میں بٹھا کے پیار کرتا رہتا ہی۔ وہ بڑا احمق ہے۔ وہ بڑا احمق ہے۔ اگر وہ اپنا

اصل حال مکر و فریب کا دکھاتا تو اُس کو وہ رنج و تکلیف اُٹھانے پڑتے جو اب اُس کو چھپانے میں اُٹھانے پڑتے ہیں فرزندان دانائی اُس کا مُنہ چڑاتے ہیں جب امن و عافیت میں اُس کے کاموں کی قلعی کھُلتی ہے تو انگلیاں اُس کی ذلت و خفت تبلانے کے لئے اُٹھتی ہیں +

(۳۸) بیٹا

انسان کو چاہئے کہ وہ مخلوق الہی سے دانائی سیکھے اور پھر اس کو اپنے استعمال میں لاوے - بیٹا ذرا تو جنگل میں جا - اور یہ دیکھ کہ لگ لگ کس محنت سے اپنے بازوؤں پہ اپنے بڈھے ما باپوں کو لے جاتا ہے اور ایسی جگہہ اتار دیتا ہے کہ وہاں کچھہ خوف نہیں ہوتا اور ان کو کھلاتا ہے - ان باتوں کو دل میں سوچ کہ دُھوپ میں نہ ایرانی خوشبوئیں ایسی مہکتی ہیں نہ مغربی ہوائیں عرب کے خوشبودار میدان ایسے مفرح ہوتے ہیں جیسی کہ بچپنے کی خدا پرستی - تجھے اپنے باپ کا احسان ماننا چاہئے جو اس تیری ہستی کا سبب ہوا ہے اور تو اپنی ماں کا ممنون ہو کہ جسکے سبب سے تو نے پرورش پائی ہے - تو باپ کی باتوں کو دل سے سُن کیونکہ وہ تیرے فائدہ کے لئے کہتا ہے - اُس کی پند و نصیحت کو مان کیونکہ وہ محبت سے نصیحت کرتا ہے - وہ ہمیشہ تیری بھلائی کی فکر میں رہتا ہے - تیری راحت کے لئے اپنے اوپر محنت گوارا کرتا ہے - تو اُس کی عمر کی عزت کر - اُس کے سفید بالوں سے گستاخی نہ کر - تو بچپنے کی بیکسی اور نوعمری کی تیزی کو نہ بھول - ما باپوں کی ضعیفی و پیری میں ایسی مدد کر کہ اُن کا بڑھاپا اچھی طرح بے رنج و تکلیف کٹ جاوے اور وہ آرام سے اپنے سفید بال قبر میں لے جائیں اور تیرا یہ سلوک ما باپوں کے ساتھہ تیری اولاد دیکھہ لے - تاکہ تیری پیروی کریں ما باپوں کے ساتھہ محبت کر لہذا پرستی میں داخل ہے اس لئے خدا پرستی کا ثواب اس محبت سے ملے گا -

(۳۹) بھائی

تم سب بھائی ایک باپ کے بچے ہو - ایک ہی ماں کے دودھ سے پلے ہو - تجھے چاہئے کہ اپنے تئیں بھائیوں کے ساتھہ رشتہ محبت سے وابستہ کر - تاکہ تیرے باپ کے گھر میں صلح و امن رہیں - اگر تم آپس سے علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ تو بھی چاہئے کہ وہ رشتہ برادری شکستہ نہ ہو - ہمیشہ وہ یاد رہے

جن آدمیوں کے خون سے تیرا خون ملا ہوا ہو اُن کو بیگانوں سے نہ بدل۔ اگر بھائی کو تکلیف ہو تو تو اس کی مدد کر۔ اگر بہن مصیبت میں ہو تو اس کو نہ چھوڑ۔ باپ نے اپنی دولت تمہاری پرورش میں صرف کی ہے اور بڑا فکر اس کا رکھا ہے کہ تم سب میں انس و محبت باہم ہو بس تم اُس کو قائم رکھو +

(۴۰) راجہ رام چندر کا راج تلک اور بن باس

تمہید

راماین جو آریا قوم کی کتب مقدسہ میں سے ایک ہے اور دُنیا کی مشہور کتابوں میں سے شمار ہوتی ہے اور وہ آریا قوم کے دلوں پر اپنا اثر وہی رکھتی ہے جو عیسائیوں کے دلوں پر انجیل اور مسلمانوں کے دلوں پر قرآن شریف۔ اس میں سے میں نے راجہ رام چندر کا راج تلک اور بن باس اس نظر سے انتخاب کیا ہے کہ طالب العلم اس سے یہ اعلیٰ درجہ کی اخلاق کی باتیں سیکھ لیں۔

(۱) ایفاء وعدہ میں راستبازی۔ خواہ کیسی مصیبت اور آفت سر پر آئے اور جان جائے مگر وعدہ کے پورا کرنے میں فرق نہ آئے۔

(۲) اولاد کی سعادت ماں باپوں کی اطاعت میں کہ باپ کے بچن کے پورا کرنے میں بیٹے نے راج پاٹ پر لات مار کر جنگل اور بن کی ساری بلائیں اپنے سر پر لیں۔

(۳) بھائیوں کا آپس میں اخلاص پیار۔ ایک دوسرے پر نثار۔ ہر ایک بھائی اپنے سے زیادہ دوسرے بھائی کی بھلائی چاہنے والا۔

(۴) میاں بیوی کا سُہاگ۔ بیوی نے اپنے میکے اور سسرال کے تمام عیش کو چھوڑ کر خاوند کے ساتھ جنگل میں رہنے کی ساری مصیبتیں اُٹھائیں۔

(۵) تریا چرتر کی بُرائیاں۔

دفعہ ۱۔ اجودھیا و سورج بنسی۔ راجہ دسرتھ۔

پہلے زمانہ میں یہاں ہندوستان میں سورج بنسی راج کرتے تھے۔ جس دیس میں سورج بنسیوں کا راج تھا اس کو کوسل کہتے تھے۔ اس کی راجدھانی اجودھیا تھی۔ جس کے کھنڈر اب تک فیض آباد کے اس پاس

اُس پاس دریا گھاگرا کے پاس موجود ہیں سورج بنسیوں کا پہلا راجہ اکشواکو تھا۔ اسکی چھپنویں پیڑھی میں راجہ دسرتھ کو راج پہنچا۔ اس راجہ کے ہاں تین رانیوں سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ رانی کوسلیا سے رام چندر جی۔ رانی کیکئی سے بھرت جی۔ رانی سُمترا سے لچھمن جی اور سترگن جی۔

دفعہ ۲۔ راجہ دسرتھ کا ارادہ رامچندر جی کے راج تلک کا۔

یوں تو یہ چاروں بھائی خوبصورت۔ نیک سیرت۔ ذہین عاقل تھے۔ مگر رامچندر جی سب میں جیسے عمر میں بڑے تھے۔ ویسے ہی علم و ہنر میں لیاقت و قابلیت میں سب بھائیوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ جب سے وہ رانی سیتا جی کو بیاہ کے لائے تھے۔ نت نئے آنند ہوتے رہتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایودھیا کے لوگ نے بہار کا روپ بھرا ہے۔ اور اس میں تپوں کے بادل اُٹھتے ہیں۔ اور چین و آرام کا پانی برساتے ہیں کہ جنسے دولت۔ عشرت کے دریا بہتے ہیں جو اجودھیا کے سمندر میں سب آن ملتے ہیں جنکے چمکتے ہوئے موتی سارے سندر سجیلے نر ناری اجودھیا کے تھے۔ وہ سب سُکھ چین سے رہتے تھے راجہ رام چندر کے چاند کے سے مکھڑے کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور سب مہا دیو سے یہ دعائیں مانگتے تھے کہ راجہ دسرتھ اپنے جیتے جی ان کو راج پد (ولیعہدی) دیدیں۔ راجہ دسرتھ ساری خوبیوں کی مورت تھا۔ وہ ایک دن دربار عام میں بیٹھا تھا۔ اور اپنے سعادتمند فرزند رام چندر کے گن سُن سُن کر پرسن ہو رہا تھا کہ راجہ کا تاج کچھ ٹیڑھا ہو گیا۔ اس کے سیدھا رکھنے کے لئے آئینہ ہاتھ میں اٹھا لیا تو دیکھا کہ ایک سفید بال کان میں کہہ رہا ہے کہ بڑھاپا جو موت کا پیغام ہے آن پہنچا۔ اب رام چندر جی کو راج پد (ولیعہدی) دیجئے اور اپنے جنم کا پھل لیجئے۔ یہ دیکھ کر راجہ نے مصمم ارادہ دل میں کر لیا کہ رام چندر جی کو یوراج بنائے۔ جب ایک سندر دن آیا۔ تو اس نے اپنے گرد منی بشست کو بلایا اور بہت خوش ہو ہو کر اپنے دل کا یہ مقصد سنایا کہ اب رام چندر سب کمالوں میں کامل ہو گئے ہیں سب نوکر چاکر امیر وزیر سارے پرجا میرے دوست دشمن اُن کو ایسا ہی پیار کرتے ہیں جیسا کہ میں۔ اور اُن کو آپ ہی کی اشیرباد کا اوتار جانتے ہیں برہمن اور اُن کے کنبے کے لوگ اُن سے ایسی ہی الفت رکھتے ہیں جیسے کہ آپ سچ ہے کہ جو گرو کے چرنوں کی دھول سر پر رکھتا ہے وہی ساری مملکت کا مالک ہوتا ہے میری

برابر جو کوئی نہیں ہی یہ صرف آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہی۔ آپ میری یہ تمنا، دلی پوری کیجئے کہ رام چندر جی کے تلک راج کی اجازت دیجے۔ منی بسشت جی یہ محبت آمیز باتیں سن کر بولے کہ تمھارا نام جیسے سب دلوں کی آرزوئیں پورا کرنے والا ہی ایسا ہی تمھاری دلی آرزوؤں کے پورا کرنے والا خوب آنند ہے۔ جب راجہ نے گرو کو ایسا مہربان دیکھا تو کہا کہ رام چندر کے تلک راج کی اگیا دیجے تو اس کا سارا ساز و سامان کیا جاوے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ کام میرے جیتے جی ہو جائے کہ میرے پرجا اپنی آنکھوں کا پھل دیکھ لے۔ اس کام کے بعد مجھے اپنے جینے کی پروا نہیں آپ کی کرپا سے شو جی نے خوب میری زندگی کٹوا دی۔ گرو جی نے راجہ کی یہ باتیں سن کر کہا کہ اے راجہ تم جلد ہی اس کام کو کرو ذرا بھی دیر نہ لگاؤ۔ وہی دن بڑا مبارک ہی جو رام چندر جی راجہ ہوں۔ راجہ یہ گرو کا حکم پاکر اپنے محل میں گیا۔ اپنی سلطنت کے سارے بڑے بڑے افسروں کو بلایا۔ وہ آئے۔ اُنھوں نے سر نہوایا اجی پکار ہی پھر راجہ نے اُن کو یہ خوشخبری سُنائی کہ آج گرو نے یہ اگیا دی ہی کہ میں راج تلک راجہ رام چندر جی کا کروں۔ اب تم پنچوں کی کیا اصلاح ہی۔ اس بات کے سنتے ہی سب کے سب خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے اِن کی تو امیدوں کی پود پر مینہ برس گیا۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ آپ کڑوڑ برس جئیں۔ یہ کام تو آپ نے وہ کیا جو تمام جگ کو سُکھ دیگا۔ اب اس میں پل بھر کی دیر نہ کیجے۔ وزیروں اور امیروں کی اچھی باتوں کے سُننے سے راجا کا دل ایسا بڑھا جیسے کہ زمین پر کسی بڑھتی ہوئی بیل کو کوئی اچھا درخت بڑھنے کے لئے مل جاتا ہی۔ راجہ نے منتریوں کو حکم دیا کہ گرو مُنی بسشت جی جس جس سامان کے لئے کہیں وہ تیار کرو۔ منی نے حکم دیا کہ سارے تیرتھوں سے پانی لاؤ۔ اور سب قسم کی جھاڑی بوٹی۔ مول پھول پھل پتے بتلائے کہ لاؤ۔ چھوٹے بڑے جنور۔ مرچھل۔ اور بہت طرح کے سوتی اونی ریشمی کپڑے۔ جواہر۔ اور سب منگل چیزیں جو تلک راج کے لائق ہوں منگائیں غرض وید کے موافق حکم دیکر کہا کہ شہر میں جا بجا چندوے (شامیانے) تانے جائیں۔ کٹھل آم کے پیڑ مع پھلوں کے۔ سپاری کے درخت لگائے جائیں اور چوک موتیوں سے آراستہ ہوں اور بازاروں کی آئین بندی ہو گنیش۔ گرو۔ اپنے اپنے گھر کے دیوتاؤں کی پوجا کی جائے۔

اور سب طرح سے برہمنوں کی سیوا کی جاے جھنڈے پھریرے کلس دروازوں پر رکھے جائیں ہاتھی گھوڑے سب سجائے جائیں۔ یہ بشست جی کا حکم سُن کر اہلکار اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوے اور ان کاموں کو ایسا جلدی کر دکھایا کہ گویا کہنے سے پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ اس خوشخبری کو سُن کر ساری اجودھیا میں چہل پہل ہوگئی۔ گھر گھر خوشی کے گیت گائے جاتے تھے۔ ایسے شگون ہونے لگے جس سے معلوم ہوتا تھا۔ بھرت جی جو نانا کے گھر بہت دنوں سے گئے ہوئے تھے وہ آنے والے ہیں۔ رام چندر جی کو بھرت جی جان سے زیادہ پیارے تھے۔ وہ اپنے اس بھائی کے خیال میں ایسے لگے رہتے تھے جیسے کہ کچھوا اپنے انڈوں کی فکر میں رہتا ہے جو وہ ریت میں دیتا ہے۔ اس مژدہ کو سُن کر رنواس میں ستریاں ایسی خوشی کے جوش میں بھری تھیں جیسے کہ سمندر کا پانی چندرما کو دیکھ کر لہروں میں اُٹھتا ہے۔ رانیوں کے پاس جو لوگ اس خوشخبری کو لے کر گئے تو انھوں نے خوب زیور اور لباس انعام پایا۔ رانیوں کے بدن خوشی کے مارے اور دل محبت کے مارے لرزنے لگے۔ پھر وہ اپنے سب گھروں میں منگل کے ساز و سامان کرنے لگیں۔ رانی سُمترا نے سے تو بہت خوبصورت چوک جواہر کے بنائے۔ رام چندر کی ماتا کوسلیا نے انند میں مگن ہو کر برہمنوں کو بلا کر بہت دان دیا۔ چندر مکھی مرگ نینا استریوں نے کوئل کی طرح خوش آوازی سے گانا شروع کیا غرض نگر میں سب ناری بہت ہی خوش ہوئیں اور اپنے اپنے گھروں میں اندر اور باہر سو منگل ساج سجنے لگیں۔

اب راجہ نے بشست مُنی کو رام چندر جی کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر اُس راج تلک کی اُن کو خبر کریں جب رام چندر جی کو گُرو کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ دروازہ تک استقبال کو گئے۔ اور ان کے چرنوں پر سر رکھا۔ اور پانی چھڑک کر مندر میں لے گئے۔ اور کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی مجھی کو بلا لیا ہوتا آپ فرمائیے کہ مجھے کیا حکم ہے۔ نوکر کو سزاوار یہی ہے کہ آقا کا حکم بجا لائے۔ مُنی بشست نے رام چندر جی کی بہت تعریف کر کے یہ کہا کہ راجہ نے تمہارے راج تلک کا سامان کیا ہے۔ وہ تم کو راجا بنانا چاہتے ہیں۔ اب آپ خدا کا شکر کیجیے تاکہ یہ کام سب طرح بخوبی انجام پا جائے۔ گرو تو یہ

نصیحت کرکے راجہ پاس گئے۔ رام چندر جی اس سوچ بچار میں ڈوب گئے۔ کہ ہم چاروں بھائی ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ ساتھ کھاتے پلیتے سوتے کھیلتے کودتے رہے۔ سب کا ساتھ کچھیدن جنیو بیاہ ہوا۔ اِسی لئے یہ سب کام ہمارے بڑی خوشی کے ساتھ ہوئے۔ مگر ہمارے عیب بنس میں یہ نامناسب رسم ہی کہ چھوٹے بھائی کو چھوڑکر بڑے بھائی کو راج تلک ہوتا ہی۔ رام چندر جی کی ایسی افسوسناک باتوں سے جو لوگوں کے دلوں میں بیجا شبہے راجہ بھرت کے نہونے سے رام چندر جی کو فائدہ ہونیکے ہے سب جاتے رہے۔ اب بھانت بھانت کے باجے بج رہے تھے۔ بھرت کے آنے کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔ ہر گلی کوچہ میں گھر گھر یہ انتظار تھا کہ کب کل ہو کہ ہم خدا کی عنایت سے اپنے دل کی تمنا یہ پوری کریں کہ سری رام چندر اور سیتا جی کو سونے کے تخت پر اجلاس کرتے ہوئے دیکھیں مگر حاسد دیوتا اس خوشی سے ایسی ہی ناخوش تھے جیسے کہ چور چاندنی رات سے۔ انھوں نے سرسوتی کی منت سماجت کرکے اجودھیا میں بھیجا۔ جس نے منتھرا کو جو کیکئی کی باندی تھی مت پلٹ دی

دفعہ ۳ منتھرا اور رانی کیکئی کی باتیں۔

رانی کیکئی کی ایک چیری بڑی شریر منتھرا تھی ــ اس نے جو یہ سامان شادمانی کا دیکھا تو کہا کہ اس شادی کی وجہ کیا ہی مجھے بھی کوئی سنائے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مسرت اور نشاط رامچندر کے تلک راج کی ہی۔ یہ سنتے ہی اُس کے سارے تن من میں آگ لگ گئی۔ جیسے کسی پہاڑی عورت کو درخت میں مکھیوں کا چھتا نظر پڑ جاتا ہے تو وہ بیقرار ہوکر داؤں گھات لگاتی ہی کہ جس طرح بنے اسے جلدی توڑ لیئے۔ اسی طرح منتھری کے دل کو چین نہ تھا۔ وہ اس سوچ بچار میں تھی کہ آج ہی کا دن درمیان میں ہی کوئی تدبیر ایسی سوچئے کہ اسی رات کے اندر یہ سارا کام بنا بنایا بگڑ جائے۔ یہ سوچ کر وہ بھرت جی کی ماں کیکئی کے پاس دہائی دیتی گئی۔ کیکئی جی نے پوچھا کہ خیر تو ہی آج تیرا چہرا کیوں بگڑا ہوا ہی۔ یہ سن کر منہ سے تو کچھ نہ بولی۔ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی۔ ٹھنڈے ٹھنڈے سانس بھرنے لگی۔ یہ بھی ایک تریا چرتر تھا۔ تو رانی نے کہا کہ اری تو بڑی گلہ دراز ہے کسی کو کچھ کہہ بیٹھی ہوگی لچھمن جی نے تجھے ٹھیک بنادیا ہوگا۔ یہ سن کر کچھ نہ بولی۔ زہریلی

ناگن کی طرح سانس لینے لگی۔ یہ دیکھہ کر رانی ڈر گئی کہ معلوم نہیں کیا آفت آئی۔ وہ پوچھنے لگی کہ راجہ اور رامچندر جی اور ان کے بھائی۔ بھرت جی۔ لچھمن جی۔ سترگن جی تو خیریت سے ہیں۔ رانی کا یہ پوچھنا تھا کہ اُس پتنگے لگ گئے (رامچندر جی کا حال سب سے پہلے پوچھنا اُس کی محبت ثابت کرتا ہے) جلکر بولی کہ اے میری ماتا میں کس کے بل پر کسی کو گالی دوں گی۔ کون مجھے ٹھیک بنائے گا۔ تم جو رامچندر جی کی خیر و عافیت پوچھتے ہو وہ کیوں نہ خوش ہوں گے آج انکے راج تلک کا دن ہے۔ کوسلیا کے اوپر آج پرمیشور کی کرپا ہے۔ اُس کو دیکھہ کر پھر کس کا مقدور ہے کہ غرور کرے۔ تم بھی جاؤ۔ اُس کی سوبھا دیکھو۔ میرے دل میں تو اُسے دیکھہ کر کانٹے چبھتے ہیں۔ تمہارا پتر تو پردیس میں پڑا ہے۔ تم کو ذرا بھی اُس کی فکر نہیں۔ تم تو تکیوں اور سیجوں پر پڑی سوتی ہو۔ اور اس بات پر بھولی بیٹھی ہو کہ راجہ ہمارے بس میں ہے۔ تم راجہ کی چترائی اور کپٹ کو کیا جانو۔ رانی نے جب یہ بھید کی باتیں سُنیں تو بولی کہ اگر تونے پھر ایسی باتیں کہیں تو میں تیرے مُنہ سے جیبھہ پکڑ کر نکال لونگی۔ اور مسکراکر یہ اور فرمایا کہ لنگڑا۔ کانڑا۔ کُبڑا۔ ہمیشہ بدکار ہوتے ہیں تو تو کُبڑی ہے اور پھر استری اور استری بھی چیری۔ میں تو سُننے میں بھی تجھہ پر خفا نہیں ہوتی یہ جو کچھہ کہتی ہوں وہ نصیحت کرتی ہوں۔ اگر تیرا کہنا سچ ہو جائے تو یہ دن بہت خوشی کے ہوں۔ یہ اس سورج بنس کی ریت کیا نہیں ہے کہ بڑا بھائی سلطنت کرے۔ چھوٹا بھائی اُس کی خدمت کرے۔ اگر سچ مچ کل رامچندر جی کا راج تلک ہے جس کی خوشخبری تونے مجھے سُنائی ہے تو جو تیرے من کو بھاتا ہو وہ مانگ میں تجھہ کو دونگی۔ رامچندر جی کو تو سب مائیں برابر ہیں وہ سب سے یکساں محبت رکھتے ہیں۔ خاص کر وہ مجھہ سے تو اور بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔ میں نے اُن کی محبت کا بہت دفعہ امتحان کیا ہے۔ اگر ایشور مجھہ کو دوسرا جنم آدمی کا دے تو میں یہ چاہوں گی کہ رامچندر جی جیسا بیٹا اور سیتا جی جیسی بہو پھر مجھہ کو دے۔ مجھے تو رامچندر جان سے زیادہ پیارے ہیں۔ تو کیوں اُن کے راجہ ہونے سے دُکھی ہوتی ہے۔ تجھہ کو بھرت جی ہی کی سوگند ہے تو کچھہ پردہ نہ رکھہ سچ سچ بتا دے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جو تیرا دل ایسی خوشی کی بات سے دُکھتا ہے۔ جب اس اداسی نے رانی کی یہ باتیں سُنیں تو یہ زہر کی بھی باتیں کرنے لگی کہ بس رانی میں نے اپنی ساری آسا تم سے بھر پائی۔ اب

ہیں دوسری زبان کہاں سے لاؤں جو کچھ کہوں۔ مجھ بدنصیب کا بھاگ تو یہی ہے کہ میرا سر پھوڑا جائے
مین نے آپ کی بھلائی کی بات کہی آپ اس کو برائی سمجھیں۔ آپ کو تو وہ آدمی بھلے لگتے ہیں جو
جھوٹ کو سچ بنا کے کہیں میں تو آپ کو کڑوی معلوم ہوتی ہوں۔ اب میں بھی رانی پسند باتیں
کیا کروں گی نہیں رات دن چپکی رہوں گی۔ خدا نے مجھے بدصورت بنایا۔ پرائے بس میں باندی
بنایا۔ جیسا میں نے بویا ویسا کاٹا جیسا دیا تھا ویسا لیا۔ کوئی راجہ ہو میرا کیا گھٹ جائے گا میں
لونڈی سے رانی تو نہیں ہو جاؤں گی مجھ میں یہ بڑی برائی ہے کہ میں تمہارے لیے برائی نہیں
دیکھ سکتی۔ اس لئے میں نے جو کچھ آپ سے دو چار بول کہے ہیں اُس کو معاف کیجے۔ پھر ایسا قصور
نہیں ہوگا۔ رانی آخر عورت تھی دل اُس کا اِن پرفریب باتوں میں آگیا۔ اور منتھرا جیسی سخت
دشمن کو دلی دوست جاننے لگی۔ جیسے بھلینی کے مردار اگ پر ہرنی فریفتہ ہوتی ہے اور جال میں
پھنستی ہے۔ اس طرح رانی اپنی چیری کی باتوں پر عاشق ہو گئی۔ بار بار پیار اخلاص سے یہ
باتیں پوچھتی تھی۔ جو بات قسمت سے ہونی ہوتی ہے ویسی مت ہو جاتی ہے۔ چیری بڑی خوش
تھی کہ میری گھات کی بات چل گئی۔ وہ کہنے لگی کہ تم مجھ سے پوچھتی ہو مجھے بتاتے ہوئے ڈر
لگتا ہے۔ تم نے تو میرا نام ہی گھر پھوڑی رکھ چھوڑا ہے۔ جیسے کہ اجودھیا کے دن سنیچر کے
سارستی کے آئے ہوئے تھے۔ ایسی ہی باتیں منتھرا نے بنا بنا کے کیں کہ جس سے رانی کو
یقین اور زیادہ آیا۔ رانی نے رامچندر سیتا کا ذکر جو کیا کہ وہ میرے دوست ہیں۔ ہاں وہ ضرور
ایسے ہی تھے۔ مگر سدا ایکساں زمانہ نہیں رہتا۔ وہ ہمیشہ پلٹے کھاتا رہتا ہے۔ دوستوں کو دشمن
بناتا ہے۔ وہی سورج جو جاڑے میں کنول کو پالتا ہے وہی پانی بن گرمی میں جلا دیتا ہے تمہاری
سوکن کوشلیا تمہاری جڑ کاٹ رہی ہے اگر آپ تدبیر سے اُس کو نہ ٹھیراوگی تو وہ اُکھڑے بغیر
نہیں رہے گی۔ تم تو ایسی بھولی بھالی ہو کہ اس پر بھولی بیٹھی ہو کہ راجہ میرے بس میں ہے یہ
نہیں جانتیں کہ راجہ زبان کا میٹھا اور دل کا میلا ہے۔ تم سادہ دل اُس کی چھل کی باتیں کیا سمجھو
کوشلیا بڑی گمبھیر اور چتر ہے۔ اس نے بھرت جی کو تو راجہ سے کہہ کر نانا کے ہاں بھجوا دیا۔ کیونکہ وہ

جانتی ہو کہ اور سوت تو سب میری سیوا کرتی ہیں اور تم اپنی بیٹ کی محبت کے گھمنڈ میں غرور کرتی ہو
تم ہی اُس کے پہلو میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہو۔ وہ راجہ کے پیار کو جو سب سے زیادہ تمھارے ساتھ ہے
سوت کی جلن کے سبب سے دیکھ نہیں سکتی۔ وہ بڑی چتر پربین ہے اسلئے راجہ کو اپنا کر لیا ہے اور ایسے
جلدی رامچندر جی کے تلک راج کی لگن ٹھہرائی۔ رامچندر کا تلک راج ہونا کل کی ریت کے نوسار
(موافق) اُچت (مناسب) ہے اسی میں لوگ سب خوش ہیں۔ مگر اس کا پھل ایسا برا ہے کہ جس کو خدا
کوشلیا کو ہی اُلٹا چکھاوے۔ منتھرا نے پھر اور باتیں نمک مرچ لگا کر اور سوتوں کی کہانیاں سُنا کر
ایسی اُس کو پٹی پڑھائی کہ رانی اس کے دم میں بالکل آئی اور اُسی کا دم بھرنے لگی۔ ہونہار بن
ہوئے رہتی نہیں۔ اب رانی پوچھتی ہے کہ تجھے میری سوگند یہ بتا کہ تو نے کیسے یہ جانا۔ منتھرا بولی
تم کیا پوچھتی ہو۔ پشو پکشی بھی اپنے شتر متر کو پہچانتے ہیں تم اتنا بھی نہیں جانتیں۔ تم ایسی بے خبر
ہو کہ چودہ روز سے یہ شادی کا سامان ہو رہا ہے۔ مگر تم کو ذرا بھی اُس کی خبر نہیں۔ اب میں نے
آن کر کہا ہے تو خبر ہوئی ہے۔ میں تمھارا کھاتی پہنتی ہوں۔ مجھے تم سے سوا سچ کے کچھ نہ کہنا چاہئے
اگر ذرا بھی تم سے جھوٹ بولوں تو خدا میرا ستیاناس کرے۔ اگر کل رام چندر جی کے سر پر تاج رکھا گیا
تو تمھاری بربادی کا بیج بو یا گیا۔ میں یہ لکیر کھینچ کر سچ کہتی ہوں کہ تم دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر
پھینک دی جاؤ گی۔ کوسلیا تم کو بڑے دُکھ دے گی۔ تمھارے بیٹے کو سوا اس کے کوئی چارہ
نہ ہوگا کہ اگر نوکروں کی طرح رہے تو گھر میں رہے۔ نہیں جنم بھر بندی خانہ میں۔

کیکئی منتھرا کی یہ کڑوی باتیں سن کر سُن ہو گئی۔ سوکھ کر سہم گئی۔ کچھ نہ بول سکی۔ خوف کا
ایسا بخار چڑھا کہ سارا بدن پسینے پسینے ہو گیا۔ کیلے کی طرح تھر تھر کانپنے لگی۔ منتھرا زبان کو دانتوں
تلے دبا دبا کے مکر و فریب کی باتیں بنانے لگی کہ ابھی بگڑا کیا ہے۔ دھیرج دھرو۔ رانی کو ایسی پٹیاں
پڑھا کر سوکھا تختہ بنا دیا کہ پھر سیدھا نہ ہو سکی۔ کرم پھر گیا کہ بدذات منتھرا رانی کو پیاری ہو گئی۔
وہ اُس کی ایسی تعریف کرنے لگی جیسے ہنسنی بگلے کی مدح کرے۔ وہ بولی کہ منتھرا جو تو کہتی ہے
سب سچ کہتی ہے۔ میری داہنی آنکھ سدا پھڑکا کرتی تھی۔ رات کو برے برے سپنے دیکھتی تھی

میں اپنی بیوقوفی کے سبب سے تجھہ سے نہیں کہتی تھی - اب بتا میں کیا کروں - میں تو ایسی مورکھہ ہوں کہ
داہاں باہاں نہیں پہچانتی - میں نے جان کر کسی سے برائی نہیں کی - مگر معلوم نہیں کہ میں نے کیا
گناہ کیا کہ خدا نے مجھے اس سخت عذاب میں پھنسایا ہے - سوت کی غلامی سے بہتر ہوگا کہ میں اپنے
باپ کے گھر چلی جاؤں - وہاں اپنا جسم نشٹ کروں - خدا جسکو دشمن کا تابع کرادے اوس کا مرنا جینے
سے بھلا ہے - غرض ایسی رنج آمیز اور مایوسی کی باتیں رانی نے کیں تو منتھرا نے بھی عورتوں
کی سی باتیں مکر آمیز بنانی شروع کیں کہ ہے رانی تم من میں کیوں ایسی ملین ہوئے جاتی ہو
تمہارا تو سکھہ سہاگ دن دونا رات چوگنا ہوگا - جس نے تمہارا برا چاہا ہے اُسی کا برا ہوگا - سنو
رانی جسوقت سے میں نے یہ بری خبر سُنی ہی نہ مجھے دن کو بھوک لگتی ہی - نہ رات کو نیند آتی ہے - میں نے
بڑے بڑے گنی پنڈتوں سے جا کر پوچھا - تو اونھوں نے کہا کہ یقینی بھرت جی ہی راجہ ہونگے -
اگر میرا کہا مانو تو میں کہوں راجہ تو تمھارے بس میں ہیں تمھاری ایک خدمت کے سبب سے ہی - رانی
یہ سن کر بولی کہ تو منتھرا کیسی باتیں کرتی ہی - میں اور تیرا کہنا نہ مانوں اگر تو کہے کہ کنوئے میں گر پڑ
تو گر پڑوں - اگر تو کہے کہ پت اور پتر کو چھوڑ دے تو چھوڑ دوں - جلد مجھہ کہہ میرے دکھہ کو دیکھہ
کتنا بڑا ہے - بھلا کوئی ایسا بھی ہوگا جو اپنے بھلے کا کام نہ کرے گا - یوں منتھری نے کیکئی کو
بلدان کا پشو بنایا - اور اپنا دل پتھر بنا کپٹ کی چھُری کو تیز کیا - کیکئی کو اپنے آیندہ
دُکھہ کی ایسی خبر نہ تھی جیسے کہ بلدان کے جانور کو ہری گھاس کے چرنے میں تلوار کی خبر نہیں ہوتی
منتھرا کی باتیں سُننے میں تو بھلی معلوم ہوتی نہیں مگر انجام اِن کا بہت بُرا تھا شہد میں ایلوا
گھُلا ہوا تھا - وہ بولی کہ ہے میری رانی معلوم نہیں کہ تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو تو نے مجھ سے کہا تھا
کہ راجہ کے دو بردان میرے جمع ہیں وہ آج راجہ سے مانگ (ڈنڈک کے جنگل میں وجے بنانے
کے فتح کرنے کے لئے کہیں آ جا گیا تھا - وہاں لڑائی رات تک ہوتی رہی راجہ زخمی ہوکر
بیہوش ہوگیا - اگر وہ وہاں پڑا رہتا تو مر گیا ہوتا - رانی کیکئی نے اُس کو اپنے رتھہ میں بٹھا لیا
رتھہ کی دُھری ٹوٹی ہوئی تھی - اُس کی جگہہ اپنا ہاتھہ لگا لیا - اور رتھہ کو جلدی بھگا کر دشمن کی

حد سے پرے نکال لیا۔ راجہ نے یہ جان بچانے کا احسان اُس کا بڑا مانا۔ اور وعدہ کیا تھا کہ جو
دو باتیں تو چاہے گی میں اُن کو پورا کرونگا۔ رانی نے ہوشیاری کی کہ اُس وقت ان کو مانگا
نہیں۔ وقت اور موقع مناسب کے لئے امانت رکھ چھوڑا اب اُن کو مانگ اور اپنی چھاتی ٹھنڈی
کر۔ راجہ سے کہو کہ بھرت جی کو راج دیں۔ اور رامچندر کو بن باس۔ یوں سوت کا انند سب لے لے
تم پہلے راجہ سے رامچندر کی سوگند لے لینا ایسا نہو کہ راجہ اپنے وعدہ سے پھر جائے۔ اگر آج ہی
رات کو یہ کام نہ کرے گی تو سارا کام بگڑ جائیگا۔ میرے کہنے کو تن من سے لگا کر کرو۔ اور جلدی
کوپ بھون (غمکدہ) میں جاؤ اور سارا سامان بڑی ہوشیاری سے کرو۔ اور کسی کے سمجھانے بجھانے
میں نہ آنا۔ رانی نے جانا کہ کوئی میرا دوست اِس میری کبڑی چیری کی برابر نہیں ہے۔ بار بار اُس
ہوشیار ہونے کی تعریف کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر تیرا سہارا نہ ہوتا تو میں ڈوب ہی جاتی۔ اگر
کل خدا کے فضل سے میرا مقصد پورا ہوا تو میں تجھے اپنی آنکھ کی پُتلی بنا کر رکھوں گی۔ یوں منتھرا
کی تعریف کرتی ہوئی کوپ بھون میں چلی گئی۔ اِس کی مثال یوں سمجھو کہ کیکئی کی طبیعت زشت
تو زمین تھی جس میں بدبختی کا تخم ڈالا گیا۔ اِس کے لئے منتھرا مینہ بنا جس نے مکر و فریب کا پانی برسایا
جتنے اُس نے جڑ پکڑ کر دو بردان کے پتے نکالے جن میں دُکھ کا پھل لگا۔

دفعہ ۴۔ راجہ دسرتھ کا کیکئی پاس جانا اور اُس کا بردان مانگنا اور رامچندر جی کا گھر سے
بن باس کے لئے جانا۔

ان شرارت کی باتوں کی تو کسی کو خبر نہ تھی۔ مگر اور رنواس میں نشاط و انبساط کا سامان ہو رہا ہے
پر باسی نر ناری سب شُند منگلا چار سج سج کے راج مندر میں آتے جاتے ہیں دربار میں ایک
بھیڑ بھاڑ لگ رہی ہے۔ رامچندر جی پاس اُن کے ہم عمر دوست آتے ہیں اور مبارکباد دیتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہماری بڑی دلی آرزو یہی ہے کہ آپ راجہ اور ہم سیوک ہوں۔ رامچندر بھی ان سے
بڑے تپاک اور اخلاق سے پیش آتے ہیں سب خوش تھے۔ مگر کیکئی کے تن بدن میں آگ لگ رہی
تھی۔ بدکاروں سے صلاح و مشورے لینے میں ہی بدانجامی ہوتی ہے۔ شام کے وقت راجا خوشی خوشی

کیکئی کے گھر کیا گئے۔ یہ سمجھو کہ ضد کے پاس عشق آیا جب راجہ نے سنا کہ رانی کوپ بھون میں
گئی ہوئی ہے۔ تو خوف کے مارے یہ حال ہو گیا کہ قدم آگے نہیں اُوٹھتا تھا عشق میں بھی کیا زور
ہے کہ ایک عورت کے غصہ نے اُس راجہ کو زیر کر لیا جس کے قوی بازو راجہ اندر کے سے دشمنوں سے محفوظ
کرکے راج کراتے ہیں جس کے آگے ساری دُنیا کے راجہ سر جھکاتے ہیں۔ راجا ڈرتے ڈرتے
رانی کے پاس گیا۔ تو رانی کو دیکھا کہ زمین پر پڑی ہے۔ پُرانے موٹے کپڑے پہنے ہے۔ سنگار
سارا اوتار زمین پر پڑا ہے جیسی نیت بد تھی ایسی صورت بُری بنائی تھی۔ رنڈاپے کا سامان
پہلے سے کر لیا تھا۔ راجہ نے سہج سے پوچھا کہ اے میری جان تو کیوں خفا ہوئی ہے یہ کہہ کر جو اُس کو
ہاتھ لگایا تو اُس نے جھڑک دیا۔ اور زہر بھری ناگن کی طرح دیکھنے لگی جسکی دو آرزوئیں تو
دو زبانیں تھیں دو بر دان دو دانت تھے۔ اور مرم استھان (راجہ) پر تاک لگا رہی تھی۔ راجہ
بار بار یہی پوچھتا تھا کہ اے خوبرو نیک چشم ہاتھی کی طرح جھوم جھوم کے چلنے والی۔ کوئل کی
طرح خوش آوازی سے بولنے والی۔ تو بتا کہ کیوں خفا ہے کس نے تجھ کو ستایا ہے۔ تو میں اُس کا
سر اُڑا دوں۔ جس دردری کو کہو راجہ بنا دوں جس راجہ کو کہو دیس سے نکال دوں۔ اگر کوئی امیر بھی
تمہارا بیری ہو تو اُسے مار سکتا ہوں۔ آدمی بیچارے کیڑے مکوڑے تو کس گنتی میں ہیں۔ اے پیاری
تو میرے سُبھاو کو جانتی ہے کہ تیرے چندر ماکھ پر میری آنکھیں چکور کی طرح دیکھتی ہیں۔
میری جان۔ مال۔ اولاد۔ رعایا۔ مکان۔ غرض سب چیزیں تیرے اختیار میں ہیں میں یہ سب
باتیں رام چندر جی کی سوگند کھا کے کہتا ہوں کہ ان میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔ اب اوٹھو
اور ہنس کر من مانی بات مانگو۔ اپنے خوبصورت بدن میں گہنا پہنو۔ ان بُرے کپڑوں کو اوتارو۔ اور
سمجھو کہ یہ گھڑی میرے لئے کیسی کڑی ہو رہی ہے۔ رانی نے جب راجہ کی یہ باتیں سنیں اور رام چندر
کی بڑی قسم اُس نے کھائی تو ہنس کر اٹھی اور اپنا گہنا پاتا لباس اُٹھا اُٹھا کر یوں سجانے لگی جیسے کہ
بھیلنی ہرن کو دیکھ کر اپنے جال کے پھندوں کو سجاتی ہے۔ اب راجا نے جانا کہ رانی من گئی۔ راجا
کا بدن اُسکے محبت کے جوش میں کانپتا تھا۔ وہ پیاری آواز سے کہنے لگا کہ نگر میں گھر گھر بڑی خوشی

ہو رہی ہے کہ کل رام چندر کا تلک راج ہے۔ اس شادی کے لیے ای پیاری تم بھی تیاری کرو۔ اس بات کے سنتے ہی رانی کے سخت دل میں وہ دکھ ہوا جو کسی پکے پھوڑے کے چھیڑنے سے ہوتا ہے ظاہر میں تو وہ ہنسی مگر دل میں اس رنج کو اس نے ایسا چھپایا جیسے چور کی جورو خاوند کے رنج کو پکڑے جانے کے خوف سے چھپاتی ہے۔ گو لچا راج نیت (دستور العمل شاہی) میں بڑا چتر تھا۔ مگر تریا چرتر کے تھاہ سمندر کی تہ پر وہ کب پہونچ سکتا تھا۔ رانی تو ایک بڑی استانی کی بھی پڑھائی ہوئی تھی۔ اس کی باتوں کو راجا نہیں سمجھتا تھا۔ بہت خندہ پیشانی سے ہنسکر رانی نے کہا کہ تم اب ہمیشہ خالی مانگ مانگ کہتے ہو مگر دیتے کچھ نہیں۔ میرے دو بردان تمھارے اوپر آتے ہیں مجھے اس میں شبہ ہے کہ دوگے یا نہیں راجا ہنسکر بولے کہ میں تمھارے مطلب کو سمجھتا ہوں مجھے تمھارا ناز اچھا معلوم ہوتا ہے مجھے جھوٹ کا الزام تو دو نہیں دو کی جگہہ چار بردان مانگ لو میں تم کو دیدونگا۔ رگھوبنس میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ جان بلا سے جاتی رہے مگر کسی سے عہد شکنی نہ ہو۔ جھوٹ کی برابر تو سارے پاپ اکھٹے ہو کر بھی ایسے برابر نہیں ہو سکتے جیسے کہ پہاڑ کی برابر کروڑوں گھونگچیاں ملکر نہیں ہو سکتیں سچ تو تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ اب رانی نے جانا کہ میرا منسوبہ چل گیا۔ تو پھر اس کا حال ایسا ہو گیا جیسے کہ باز کے سر پر ٹوپی اٹھہ گئی۔ راجہ کی آرزو تو ایک خوش فضا جنگل تھا۔ اس میں سب کی خوشی و شادمانی پرندوں کے جھنڈ تھے۔ ان پر رانی نے اپنے بچن کا ظالم باز چھوڑ دیا۔ وہ کہنے لگی کہ اے میرے پیارے دل کے چین راجہ ایک میلا بردان تو یہ دو کہ بھرت جی کو راج دو۔ اور ہاتھ جوڑ کر میں دوسرا بردان یہ مانگتی ہوں کہ رام چندر کو چودہ برس کا بن باس ہو جس میں وہ منی کے بھیس میں رہیں۔ اس بات کے سنتے ہی راجہ کا دل ایسا بیتاب ہو گیا جیسے مہتاب میں چکور۔ اس کا سارا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ سہم گیا منہ سے کچھ بولا نہ جاتا تھا۔ اس کی یہ کیفیت ہو گئی جیسے کہ بٹیر کو بیری جھپٹ لے ایسا سرنگون ہوا جیسے تاڑ کے درخت کو بجلی مار جائے۔ ماتھے پر دونو ہاتھ رکھے۔ آنکھیں بند کیں ایک غم کی تصویر معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوحہ زبان پر تھا کہ میری تمنا جو کلپ برکش کی طرح پھولی پھلی تھی وہ جڑ سے اکھڑ کر ایسی گر گئی

جیسے کہ ہتنی کسی پھل دار درخت کو اکھیڑ کر پھینک دیتی ہے۔ کیکئی نے اجودھیا کو برباد کر دیا۔ اور ہمیشہ کی
بربادی کی بنیاد رکھ دی۔ کیا اُس وقت مجھے سو گیا کہ میں نے عورت پر اعتماد کر کے اپنے تئیں ایسا برباد
کر دیا۔ جیسے کہ سدھ ہو جانے کے پھل کے سمے جوگی کو جہالت ناس کر دیتی ہے۔ راجہ اپنے تئیں دل
میں لعنت ملامت کرتا تھا۔ اور کیکئی یہ باتیں کہتی تھی کہ بھرت جی تمھارے بیٹے نہیں ہیں کیا تمھاری
زرخرید لونڈی ہوں۔ کہ وہ تمھارے غلام ہوئے۔ اگر یہ میری باتیں تمھارے کلیجے میں تیروں کی
طرح لگتی ہیں تو تم نے پہلے ہی کیوں نہ سوچ لیا۔ جو دینے کو کہا تھا دو نہیں سنسار میں اپجس لو۔ پہلے
جب بردان دینے کو کہا تھا تو اُس وقت اپنی راستبازی کی تعریف کی تھی۔ کیا یہ سمجھتے تھے کہ میں کچھ
چھچھینا تم سے مانگوں گی۔ سچ تو ایسا ہوتا ہے کہ شو۔ ددھیچ۔ بالی۔ جو کچھ دینے کو کہا تھا سو تن دھن من
سب کچھ دیدیا۔ مگر بچن کو نہ جانے دیا۔ یہ کیکئی کی باتیں راجہ کے ایسی لگتی تھیں جیسے کہ جلے ہوئے
بدن پر لون لگتا ہے۔ راجہ کے کچھ اوسان آئے اور اُسنے آنکھیں کھولیں۔ سر دھن دھن کر یہ کہنے لگے
کہ تو نے مجھے بُری طرح مارا۔ اُس نے کیکئی کو دیکھا کہ اپنے غصہ کی آگ میں جل رہی ہے۔ اور خود
ایک قہر و غضب کی تلوار بن گئی ہے۔ صلاح بد اسکی موٹھ ہے۔ بے رحمی اسکی تیز دھار ہے۔ جو کُبڑی
(منتھرا) کی سان پر چڑھی ہے۔ اُس نے جان لیا کہ یہ مہا کٹھور ضرور میری جان لے گی۔ یا میرے
ست (راستبازی) کو۔ مگر پھر بھی راجہ نے اپنے دل کو سنبھال کر نہایت لجاجت و منت سماجت کی
مگر رانی نے کچھ نہ خیال کیا۔ راجہ نے کہا کہ رامچندر اور بھرت دونو میری آنکھیں ہیں ہے میری پیاری
میں شوجی کو گواہ کر کے سچ کہتا ہوں کہ سویرے صبح کو قاصد کو بھرت جی پاس بھیجکر بلاؤں گا۔ اور
اچھی لگن دیکھ کر اُن کو راج پدوی دیدونگا۔ رامچندر کو کچھ راج کا لالچ نہیں ہے وہ بھرت جی سے
بہت محبت رکھتے ہیں۔ میں نے تو اُن کو چھوٹا بڑا سمجھ کر راج نیت کے موافق رامچندر کا ملک راج چاہا
تھا۔ رامچندر کی سوگندیں کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی اُن کی ماتا نے مجھ سے نہیں کہا کہ میں اُن کو راج
پدوی دوں۔ میں نے یہ کام تجھ سے پوچھ کر نہیں کیا۔ اس کا یہ پھل ہے کہ سارا کام بگڑ گیا تم اپنے
غصہ کو دور کرو۔ شادی کا سامان کرو۔ تھوڑے دنوں میں بھرت جی راجا ہونگے۔ مگر مجھے بڑا رنج ہے

تمھارے دوسرے بردان مانگنے کا ہے جس سے میرا دل کباب ہوا جاتا ہے۔ تم سچ بتاؤ کہ تمھاری یہ ہنسی تھی
یا سچ بات تھی۔ مجھے بتلاؤ کہ رام چندر نے تمھارا کیا قصور کیا ہے۔ سب ان کو تو اچھا سادہو کہتے ہیں
تم بھی اُن کی بڑی تعریف کرتی تھیں پرلے درجہ کا پریت اُن سے کرتی تھیں۔ اب جو تم نے
مجھ سے باتیں کیں اُن کا نہایت رنج مجھے ہے۔ رامچندر کا سبھاؤ ایسا ہے کہ وہ بیریوں پر کرپا کرتے
ہیں۔ ماتا کے ساتھ کیا کوئی ایسی بات کر سکتے ہیں کہ وہ دق اور رنجیدہ ہو خواہ تم نے ہنسی سے
کہا یا خفگی سے اُسے چھوڑ کر مجھ سے کوئی معقول بردان مانگو۔ تاکہ میرا دل بہرت جی کے راج تلک سے
شاد و خرم ہو۔ بن جل مچھلی جی سکتی ہے۔ کم بخت سانپ بن من کے جی سکتا ہے۔ مگر میں بغیر راما کے
نہیں جی سکتا۔ یہ میری حالت سچ مچ ہے اِس میں کچھ بناوٹ نہیں ہے۔ اے میری پیاری جان تم
سوچو سمجھو کہ میری زندگی کا مدار راما کے دیدار پر ہے۔ اِس نرم گفتار کو بھی سُن کر وہ جفا کار ایسی
شعلہ افشاں ہوئی جیسی کہ آگ گھی ڈالنے سے۔ کہنے لگی کہ تم کروڑ باتیں بناؤ میں تمھاری ایک
نہیں ماننے کی۔ میرے بردان دو یا اجس لو۔ میں زیادہ تکرار و مباحثہ نہیں چاہتی۔ ایک رامچندر سادہو
دوسرے تم سادہو۔ تیسرے رامچندر کی ماں سادہو۔ میں نے تم تینوں سادہوؤں کو اچھی طرح پر کہہ لیا۔
کوشلیا نے جو میرے لئے ٹکا تھا اُس کا پھل اب میں اُس کو چکھاؤں گی۔ اس بات کو تم خوب سوچ
سمجھ لو کہ اگر کل ہی بن کا بھیس بنا کے رامچندر جنگل نہ گئے تو میرا مرنا ہوگا اور تمھارا اجس ہوگا۔ یہ
کہہ کر کیکئی سیدھی کھڑی ہوگئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غصہ کا دریا پاپ پہاڑ سے نکلا ہے اور
اس میں قہر و غضب کی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ دو بردان اس کے کنارے ہیں۔ اور سخت ہٹ اُسکی
دھار ہے۔ اور کبری کا بٹی بڑھانا اُس کے بھنور ہیں جو راجہ کو درخت کی طرح اکھیڑتی ہوئی مصیبت
کے سمندر میں لیجاتی ہے۔ راجہ نے اُس کو یہ جانا کہ میری موت اُسی کی صورت بنا کر میرے سر پر
ناچ رہی ہے۔ نہایت عاجزی سے راجہ نے کیکئی کے پاؤں پکڑ کر کہا کہ تو بیٹھ جا۔ میرے بنس کی
جڑ کاٹنے کے واسطے کلہاڑی نہ بن تو میرا سر مانگے تو میں دیدوں۔ مگر تو مجھ سے راما کے جدا کرنے
سے باز آ۔ تجھ سے جس طرح ہو سکے اُس کو گھر میں رہنے دے۔ نہیں تو ساری عمر جلا کرے گی۔

کبھی چین سے نہیں بیٹھے گی۔ مگر جب راجہ نے دیکھا کہ میرے درد کی دوا نہیں ہے۔ تو وہ زمین پر
گر پڑا۔ ہائے راما ہائے راما دردناک آواز سے پکارنے لگا۔ راجہ کا بدن اس رنج سے ایسا سوکھ گیا
جیسے کہ کلپ برکش کو ہاتھی گرا دے۔ اُس کا حلق خشک تھا۔ منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ ماہی
بے آب کی طرح بیتاب تھا۔ مگر کیکئی اپنی باتوں سے اُسکے زخموں میں زہر چھڑکے جاتی تھی۔ کہ
راجہ جب تمہارا یہ حال ہو تم نے کس برتے پر مجھ سے کہا تھا کہ مانگ۔ مانگ۔ دو باتیں ایک ہی ساتھ
کیسے ہو سکتی ہیں کہ ٹھسّا بھی مارو اور گال بھی پھلاؤ۔ سخی بھی ہو اور کنجوس بھی۔ راجہ بھی ہو خیر دعا
بھی چاہو۔ یہ باتیں ساتھ ہو نہیں سکتیں یا اپنا نقض عہد کر دیا مستقل مزاج بنو عورتوں کی طرح رو دو
پیٹو نہیں۔ سچ ہو وہ سمندر ہے کہ جسکے آگے جان۔ جورو بچے۔ دھن دولت بلکہ ساری دنیا ایک تنکا ہے
راجہ نے یہ باتیں جو اُسے مارے ڈالتی تھیں سنیں تو اُس نے کہا کہ اس میں کچھ تیرا دوش نہیں ہے
میری سوت پریت کی طرح تیرے من کو لپٹ گئی ہے وہ یہ باتیں تجھ سے کراتی ہے۔ میرے بعد سب
کچھ اچھا ہو گا۔ تیرا جو جی چاہے سو کر۔ مگر میرے سامنے اپنا منہ نہ کر چھپا لے اور ادھر نہ دیکھ۔
میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے کہتا ہوں کہ میں جب تک جیتا ہوں تو مجھ سے بات نہ کر۔ تو اپنے کاموں سے
ساری عمر ایسی پچھتاوے گی جیسے کوئی تسمے کے لئے گائے کو مار کر پچھتاتا ہے۔ راجہ تو یہ بار بار
کہتا ہوا زمین پر گر پڑا کہ کیوں تو اس گھر کو ستیاناس ملاتی ہے۔ مگر اس کٹھور نے کچھ نہ سنا۔ اُس کی
جلن کی آگ تو زیادہ بھڑکتی ہی رہی۔

راجہ دسرتھ تو ایسے بیکل تھے جیسے کوئی پکشی بازوؤں کے اکھڑنے سے ہوتا ہے۔ زبان سے رام رام
پکار رہے تھے۔ اور دل میں یہ دعا مانگ رہے تھے کہ نہ صبح ہو نہ کوئی راما سے یہ خبر جا کر کہے۔
سورج سے کہتے تھے کہ تو ادے نہ ہو کیوں کہ تیرے دیکھتے ہی ساری اجودھیا بے کل
ہو جائے گی۔ مگر یہ کب ہو سکتا تھا صبح ہوئی۔ بانسری شہنائی۔ سنکھ بجنے شروع ہوئے بھاٹ
اپنے کبت پڑھنے لگے۔ گانے والے گانے لگے۔ یہ ساری خوشی کی باتیں ایسی زہر لگتی تھیں
جیسے کہ کسی ستی ہونے والی عورت کو چتا پر زیور۔ سارے نگر نے اس خوشی میں کہ کل رامچندر کا

راج تلک دیکھینگے رت جگا گیا - دروازے پر راجہ کے نوکروں چاکروں امیروزیروں کی بڑی بھیڑ بھاڑ
ہو رہی تھی - سورج کو دیکھ کر سب لوگ کہہ رہے تھے کہ راجہ جو ہمیشہ پچھلے پہر سے اُٹھتا تھا آج کے دن
کیوں نہیں اوٹھتا سمنت وزیر کو بھیجا کہ راجہ کو جاکر جگائے - اور سب کاموں کے کرنے کا حکم لائے -
سمنت جب رنواس میں گیا تو وہاں کا رنگ کچھ اور ہی دیکھا - رنواس کاٹے کھاتا تھا - ایسا ڈراونا
تھا کہ سمنت کو قدم اوٹھانا مشکل تھا جس سے اُس کا سبب پوچھتے تھے کوئی جواب نہیں دیتا تھا - راجہ
اور کیکئی کے مکان پر پہنچا تو وہاں راجہ کو دیکھا کہ وہ ایسا مردہ و پژمردہ پڑا ہے جیسے کہ کنول
بیخ بُریدہ - وزیر تو خوف کے مارے کچھ پوچھ نہ سکتا تھا - مگر وہی شرارت سے بھری اور خیر سے خالی -
بولی کہ راجہ کو رات بھر نیند نہیں آئی ہے - راما راما پکارا کیے ہیں - اسلیے تم پہلے راما کو یہاں لے آؤ تو
وہ پوچھ لینگے کہ اِس حالت کا سبب کیا ہی مجھ سے تو انھوں نے کچھ کہا نہیں سمنت سمجھ گئی کہ اِس میں
کچھ رانی کی کمت ہی - وہ ڈرتے ڈراتے پیر لڑکھڑاتے رام چندر کے پاس گئے - وہ اُن کے ساتھ راجہ
کے پاس آئے - یہ دیکھ کر لوگ فکرمند ہوئے - جب رام چندر نے راجہ کو دیکھا کہ اُن کا حال تو ایسا ہی
جیسے کہ بوڑھے ہاتھی کا شیرنی کے بس میں ہوتا ہے - ہونٹھ سوکھے ہوئے ہیں - سارا بدن جل رہا ہے
رامچندر نے پہلے کوئی دکھ ریخ دیکھا کیا سُنا بھی نہ تھا - یہ پہلی دفعہ تھی جو یہ واقعہ دردناک پیش آیا -
اُنھوں نے اپنے تئیں خوب سنبھال کر اور مستقل ہوکر ماتا سے پوچھا کہ پتا کی اِس بپتا کا کیا کارن ہے
یہ سُن کر کیکئی نے کہا کہ سُنو رامچندر اِس کا کارن تو یہ ہے کہ راجہ کا تجھ پر بڑا پیار ہی مجھ کو راجہ نے دو
بردان دینے کو کہے تھے - سو جو میرے دل میں آئے وہ میں نے مانگ لیے - راجہ ان کو سن کر بڑے سوچ بچار
میں پڑے ہیں تمھارے سبب سے دبدھا ہو رہی ہی ایک طرف بیٹے کی محبت ہی - دوسری طرف ایفاء وعدہ
ہے - اب یہ تمھارے ہاتھ میں ہی کہ تم اُن کا حکم مانو اور ساری مصیبتوں سے اُن کو نجات دو کیکئی ایک
سنگدلی کی مورت تھی - اُس کی زبان کیا تھی ایک کمان تھی - جس سے ہٹ تیرانداز بن کر اُس کی
باتوں کے تیر راجہ کو نشانہ بنا کے لگاتا تھا اُس نے اپنی ساری کہانی سُنائی کہ میں نے راجہ سے
بھرت کا راج اور تمھارا بن باس چودہ برس کا مانگا ہی - رام چندر جو سورج بنس کے کل کے سورج تھے

اور ساری خوشیوں کے سرچشمہ۔ دل میں خوش ہو کر زبان فیض ترجمان سے گوہرفشاں ہوئے کہ ماتا سنو بیٹا وہی
سپوت ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار ہو۔ جو بیٹے ماں باپوں کی پرورش کریں ایسے دنیا میں اکثر نہیں ہوتے ہیں۔ مگر میری تو یہ دلی
تمنا ہے کہ میں بن میں منی بنکر رہوں اور پھر اوس پر باپ کا حکم ہوا اور تجھہ ماتا کی اجازت ہو۔ پھر برادر عزیز تر از
جان بھرت راجا ہو۔ یہہ سب باتیں خدا نے میرے بہلے ہی کی ہیں۔ اگر میں ایسی حالت میں بن نہ جاؤں
تو میرا نام بیوقوفوں کی فہرست میں اول لکھنا چاہیے۔ جو ایک دفعہ کلپ برکش کو چھوڑ کر ارنڈ کو پسند
کرے۔ امرت کو ترک کرکے بس کو مانگے پھر اوس کو دوبارہ کلپ برکش اور امرت نہیں ملتا۔ بس یہ موقع
جو میرے لئے ہے پھر کب ملیگا۔ رامچندر جی کی ان سیدھی باتوں میں کوئی مکر و فریب نہ تھا۔ مگر کیکئی اون کو
بھی ٹیڑھا سمجھی۔ اسکا حال تو ایسا تہا جیسے کہ جوک سیدھی پانی میں بھی ٹیڑھی چلتی ہے۔ کیکئی رامچندر سے
یہہ مکر کی باتیں بنانے لگیں کہ تم ایسے پتر ہو کہ جو ماں باپوں کی فرمانبرداری دل و جان سے کرتے ہو۔ مجھے یقین
ہے کہ تم باپ کو اپنے بڑھاپے میں وعدہ خلافی کا داغ نہ لگنے دوگے۔ راجہ بھی تجھہ جیسے لایق بیٹے کے کہنے کو
کیوں نہ مانینگے۔ ایسی اچھی باتیں چھوٹے منہ میں ایسی معلوم ہوتی تہیں جیسے متبرک گیا کا تیرتھہ مگدھ کے
بھرے دیس میں۔ مگر رامچندر ایسے صاف دل تھے کہ اونہوں نے اپنی ماتا کی ناپاک خبیث باتوں کو بھی
ایسا صاف بنا لیا جیسا کہ گنگا جی نجاست و غلاظت کو بھی پاک کر دیتی ہیں۔ اتنے میں راجہ چیت گئے رام
راما کہتے ہوئے کروٹ لی۔ تو سمنت نے سری رامچندر کے آنے کی راجہ کو خبر دی۔ تو اونہوں نے آنکھیں
کہولیں۔ پیار سے بیٹے کو گلے لگا لیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رنج و غم کے مارے کچھہ منہ سے تو کہہ نہیں
سکتے تھے۔ بار بار بھینچ بھینچ کر رامچندر کو گلے لگاتے تھے۔ دل میں خدا سے دعا مانگتے تھے کہ وہ رامچندر کا
دل میری محبت۔ مروت سے ایسا پھیر دے کہ وہ میرے کہنے سے بن نہ جائے اور گھر میں رہے۔ سنسار میں میرا
اپجس پھیلا ہی ہوا اور سجس مٹ جائے۔ میں نرک ہی میں کیوں نہ پڑوں اور سرگ میں میرا باس نہ ہو۔ ساری
تکلیفیں مجھے راحت معلوم ہوتی ہیں۔ مگر رامچندر میری آنکھوں سے اوٹ میں نہ ہو۔ یہ باتیں راجا دل میں
کر رہا تھا۔ کچھہ زبان سے نہ کہتا تہا۔ دل پیپل کے پتے کی طرح ہل رہا تہا کہ رامچندر نے پتا سے کہا کہ میری
گستاخی معاف ہو۔ میں کچھہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اتنی سی بات کے لئے کیوں ایسی تباہی۔

تکلیف اٹھائی۔ ماتا سے میں نے سارا حال سُنا اُس سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ میرا بن جانا تو بڑی مسرت و نشاط
کی بات ہے۔ اب محبت کے سبب سے کچھہ فکر نہ کیجیے۔ اور مجھے اجازت دیجیے۔ اس دنیا میں وہی باپ خوش نصیب ہے
کہ اپنے بیٹے کے ہنروں کو سُن کر خوش ہو۔ جس بیٹے کو ماں باپ جان کی برابر عزیز رکھیں اُسی کو سب سے
اچھے پھل ملتے ہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل کر کے جلد بن میں رہ کر آجاؤں گا۔ اب میں ماتا سے
وداع ہونے جاتا ہوں۔ راجہ غم کے مارے کچھہ نہ بولا۔ یہ بُری خبر سب جگہہ ایسی جلد پھیل گئی جیسے
کہ بچھو کے ڈنک کا زہر سارے بدن میں دفعۃً پھیل جاتا ہے۔ اس خبر کے سُنتے ہی سارے عورت مردوں کا
وہ حال ہو گیا جو بن میں آگ کے لگنے سے درختوں اور بیلوں کا ہوتا ہے۔ جہاں جو سُنتا ہے
وہ سر دُھنتا ہے۔ کسی طرح دل کو صبر و قرار ہوتا نہیں۔ سب کے چہرے اُترے ہوئے۔ آنکھوں میں
آنسو بھرے ہوئے تھے۔ دل میں رنج سماتا نہ تھا۔ فکر و غم اجودھیا پر چڑھا آتا تھا۔ اپنا ڈنکہ بجاتا تھا
سب لوگ کیکئی کو گالیاں دیتے تھے کہ اُس پاپنی نے چھائے گھر میں چنگاری رکھہ دی۔ اپنی آنکھوں
اپنے ہاتھہ سے نکال کر دیکھنا چاہتی ہے۔ امرت کو چھوڑ کر بس کھانا چاہتی ہے۔ بڑی سنگدل۔
کم بخت۔ کج عقل۔ کینہ ور ہے۔ رگھو بنس کے نیستان کے لئے آگ ہے۔ شاخ پر بیٹھہ کر درخت کی جڑ
کاٹتی ہے۔ اب کیا ہوا پہلے تو وہ رامچندر کو جان کی برابر عزیز رکھتی تھی۔ سچ شاعروں نے کہا ہے
کہ عورتوں کی باتوں کی کچھہ تھاہ نہیں۔ آئینے میں آدمی اپنے عکس کو پکڑ سکتا ہے مگر عورتوں کے
چرتروں کو نہیں جان سکتا۔ کوئی چیز ایسی نہیں جسکو آگ نہ جلا سکے۔ کوئی چیز نہیں کہ سمندر میں نہ سما سکے۔
کوئی چیز نہیں جسکو موت کھا نہ سکے۔ کوئی بُرا کرم نہیں جو عورت نہ کر سکے۔ خدا نے بات بنا کے بگاڑ دی
کوئی کہتا تھا ایسے عاقل راجہ کی عقل کدھر ماری گئی۔ کہ ایک شریر عورت کے کہنے میں آگیا۔ اور اپنا
ستیاناس ملا دیا۔ کوئی کہتا نہیں بھائی راجہ کو اپنے بچن کو پورا کرنا چاہیے تھا۔ کوئی کہتا کہ اسمیں
بھرت جی کی بھی سازش ہے۔ دوسرا کانوں پر ہاتھہ رکھہ کر اور زبان کو دانتوں تلے دبا کر کہتا کہ ایسی
جھوٹی بات مُنہ سے نہ نکال۔ اُسکے منہ سے سب پُن جھڑ جائینگے۔ بھرت جی تو رامچندر پر جان قربان
کرنے کو موجود ہیں۔ چاند سے انگارے برس سکتے ہیں۔ امرت بس ہو سکتا ہے مگر بھرت جی رامچندر کے

برخلاف سازش سینے میں بھی نہیں کرینگے۔ جب نگر میں یہ پریشانی سب کو ہوئی۔ اور سب جگہہ ہل چل
پڑگئی تو بوڑہی بڑی جو کیکئی کی بڑی پیاری تہیں اُسے سمجہانے گئیں کہ تم تو رامچندر جی کو جی جان
کی برابر جانتی تہیں۔ اب اُسکو بن باس دیتی ہو۔ یہ کیا غضب کرتی ہو۔ کوشلیا نے بہی تمہارا کچہہ
نہیں بگاڑا ہے۔ تمہارا اُس کا اخلاص پیار مشہور ہے۔ پہر اب تم کیوں اپنے دل کو کینہ اور پشیمانی کا کوٹ
بناتی ہو۔ تم بہرت کو راجہ یا شوق بناؤ۔ مگر رامچندر جی کو بن باس کیوں دو۔ وہ کچہہ راج کے بہوکے نہیں
وہ اپنے گرو کے گہر چلے جائینگے۔ اب تم کوئی دوسرا بردان مانگو۔ اگر ہمارا کہنا تو نے نہ مانا تو یاد رکہہ
کہ ساری عمر روئے گی۔ اگر تو نے یہ ہنسی کی ہو تو جلد اسے کہہ دے۔ اِس دُکہہ کو دور کر اپنے کلنک کو
مٹا۔ رامچندر جی کو بن جانے سے باز رکہہ۔ جیسے دن بن سورج کے۔ تن بن جان کے بُرے معلوم
ہوتے ہیں۔ رات بغیر چاند کے اندہیری ہوتی ہے۔ ایسی اجودہیا بے رامچندر کے سونی ہوتی ہے۔
یہ سب کچہہ سہیلیوں نے کہا مگر اُس نے کچہہ نہ سُنا۔ اِن کو ایسی غضب کی آنکہہ سے دیکہنے لگی جیسے کہ
بہوکی شیرنی ہرنوں کو دیکہتی ہے۔ سہیلیاں اُس کو کوستی اور گالیاں دیتی چلی آئیں۔ سارا نگر رد تا تہا
کہ سری رامچندر بِنا جینا بہلا نہیں اُن کے بچہڑنے سے سب ایسے گہبرتے تہے جیسے کہ بن جل بانی کے
جانور۔ شہر کا یہ حال تہا کہ سری رامچندر ماتا کے پاس گئے۔ وہ دل میں بڑے خوش تہے۔ اگر اُن کو سوچ تہا
تو یہی کہ کہیں راجہ مجہے بن جانے سے روک نہ رکہیں۔ وہ یہہ سمجہتے تہے کہ رگہوبنس کی شکوہ تو ایک
جوان ہاتہی ہے۔ اور راج اُس کے پاؤں کی بیڑی۔ بن کا جانا اِس بیڑی کا کٹنا تہا۔ اِن کو بن جانیکا
بڑا شوق تہا۔ پہلے ماں کے آگے دونوں ہاتہہ جوڑ کر چرنوں کو پرنام کیا ماتا نے اسیس دیا۔ چہاتی سے لگا لیا
گہنے کپڑے نچہاور کئے۔ محبت کے مارے آنکہوں میں آنسو اور چہاتیوں میں دودہ اُتر آیا۔ بار بار مُنہ چومتی
تہیں اور پوچہتی تہیں کہ پیارے بتاؤ کہ راج تلک کی لگن کب آئے گی۔ اب جلدی اشنان کرو۔ اور
میٹہا بہوجن کہاؤ۔ اور پتا پاس جلد جاؤ تم کو بہت دیر ہو گئی۔ اُن کی ماں کی یہ باتیں محبت کے کلپ برکش کے
پہول تہے جنمیں خوشی کی مہک بہری ہوئی تہی اور وہ انند کی شاخ سے نکلی تہی۔ مگر رامچندر جی کے
دل کی شہد کی مکہی نے اُس پر رغبت نہ کی بلکہ ایمان دہرم پر خیال کر کے یہ میٹہی میٹہی باتیں کہیں کہ مجہے

پتا نے بن کا راج دیا ہی۔ جہاں تیرے سارے بڑے کام ہو جائیں گے۔ تم بھی خوش ہو کر دل سے اجازت دو
کہ میں بن جا کر تمھاری کرپا سے انند کروں۔ بن میں چودہ برس رہ کر پھر میں آپ کے چرنوں سے آن لگوں گا
تم اپنے جی کو اداس مت کرو۔ اس بات کے سنتے ہی ماں کے سارے بدن میں خون ایسا خشک ہو گیا جیسا کہ جوا لینا
برسات میں خشک ہوتا ہی۔ وہ سوکھ کر ایسی سہم گئیں جیسے کہ شیر کی آواز سے ہتنی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ پھر کچھ ہوش میں آ کر کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ یہ کس نے گھر میں آگ لگائی۔ یہ شری رامچندر
نے سب حال سنایا تو وہ سن کر سن ہو گئیں اور کچھ نہ بولا گیا۔ دھرم اور محبت کے سبب نہ بن جانے کی
اجازت دے سکتی تھیں نہ منع کر سکتی تہیں ان کا حال ایسا تہا جیسے کہ چھچھوندر کے منہ میں سانپ
کہ نہ چھوڑے بنے نہ پکڑے۔ تمھارا چودہ برس بن کا جانا تو تالاب کا پانی ہے تمھارے دوست و رشتہ دار
مچھلیاں ہیں اور تم بڑے پرم دیال ہو ایسا بچار کرنا کہ تم ہم سب جیتے جی آن ملو۔ اس وقت جو
حالت ماں کی تھی وہ بیان نہیں کی جاتی۔ وہ اپنے بیٹے کے پاؤں پر گر پڑیں۔ تو شری رامچندر نے انکو
اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگالیا۔ اور ان کو خوب سمجھایا۔ یہ خبر سن کر سیتا جی گھبرا کے ساس پاس آئیں
پالاگن کر کے بیٹھ گئیں ساس نے اسیس دی۔ اب سیتا جی جی میں سوچ رہی ہیں کہ وہ میرا کون سا گن
ہے جسکے سبب میرے سوامی مجھے اپنے ساتھ بن کو لیجائیں جسم اور جان دونو ساتھ جائینگے۔ یا جان
جائے گی جسم رہیگا۔ پھر ان کی آنکھوں سے ایک دریا امنڈ آیا۔ کوشلیا یہ حال دیکھ کر بولیں کہ سیتا جی تو
بہت ہی نازک بدن ہیں وہ میری آنکھوں کی تپلی ہیں۔ ان کو میں دیکھ کر جیتی ہوں۔ میں نے اس
نونہال کو اپنی محبت کی آبیاری سے پالا۔ مگر اسکے پھولنے پھلنے کے وقت میرا خدا مجھسے پھر گیا۔
معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ نازک بدن سدا پلنگ اور پیڑھیوں پر رہی ہیں۔ ان کو چھوڑ کر
سکھوں کی گود اور ہنڈولے میں رہی ہے کبھی سخت زمین پر قدم نہیں رکھا میں نے کبھی اس سے چراغ
کی بتی بالنے کو بھی نہیں کہا۔ ایسی نازک بدن تمھارے ساتھ جانے کو کہتی ہے۔ اس کو آپ کیا حکم دیتے ہیں
جو چکور چاندنی کی چاندنی سے خوش ہوتی ہو بھلا سورج کی دھوپ میں اسکا کیا حال ہوگا۔ ان بن کیسے جیتی رہونگی
جن بن میں ہاتھی شیر۔ راکشس اور بڑے بڑے جانور رہتے ہوں۔ وہاں کے واسطے تو بھیلنی اور جنگلی عورتیں پیدا

ہوئی ہیں جو جسمانی زحمت کو نہیں جانتیں۔ اُن کے سہاؤ تیر کے گزدوں کی طرح سخت ہیں اُن کو جنگل میں بہت تکلیف
ہوگی سیتا جی بن میں کیسے رہ سکتی ہیں جو ہنر کی تصویر دیکھ کر ڈر جاتی ہیں۔ جو ہنس کا بچہ گنگا جی کے جل میں
کنولوں میں پلا ہو وہ گڑہوں کے گدلے پانی میں کیسے جی سکتا ہے۔ اب جو تمہارا حکم ہو وہ میں سیتا جی سے
کہدوں۔ رام چندر جی اپنی ماں کی یہہ پیار کی باتیں سُن کر سیتا جی کو سمجھانے لگے کہ اپنا بھلا چاہتی ہو تو گھر ہی
میں رہو۔ میرے حکم کا ماننا اور ساس سُسر کی خدمت کرنی تمہارے لئے سب سے بڑا دہرم ہے اس سے بڑا
کوئی اور حکم نہیں۔ میں تم کو یہاں فقط اس لئے چھوڑ جاتا ہوں کہ جب ماں میری بیکل ہو تو تم اپنی میٹھی
میٹھی باتوں سے اُس کی چھاتی ٹھنڈی کر دو۔ دن جاتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی میں ابھی آجاؤں گا۔
اگر تم جانے پر ہٹ کرو گی تو پستاؤ گی۔ بن مہا کٹھن اور بڑا ڈراونا ہوتا ہے۔ گرمیوں میں سخت دہوپ۔
جاڑے میں کڑاکے کا جاڑا۔ اور سرد ہوا۔ برسات میں پانی کا برسنا۔ بھلا ان موسموں کی سختیوں کو
کیونکر تم برداشت کرو گی۔ اس میں ننگے پاؤں چلنا پڑیگا۔ تمہارے پاؤں جو کنول کے پھولوں سے بھی زیادہ نازک
ہیں وہ کیسے برداشت کر سکینگی۔ پھر راستہ بڑا دشوار گذار۔ کہیں اس میں بڑے بڑے پہاڑ جن میں کندرا
کھوہ۔ ندی۔ ند۔ نالے۔ ایسے خوفناک کہ دیکھے بھی نہیں جاتے۔ پھر اُن میں۔ ریچھ۔ شیر۔ بھیڑیئے
ہاتھی ایسے گرجتے اور چنگھاڑتے ہیں جن کو سُن کر بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا ہوتے ہیں رستوں
میں جا بجا کنکر نکیلے کانٹے پڑے ہوئے۔ تمہارے پاؤں کنولوں سے زیادہ نازک وہ کیسے ننگے چل سکتے ہیں
اُس پر سونا ہوگا۔ پہننے کو چھالیں ملینگے۔ کندمول پھل پھول بھوجن ہونگے۔ سو یہ بھی ہر روز میسر نہیں ہونگے
بعض دن انھیں بھی ترسو گی۔ پہر پہاڑوں کا پانی بہت لگتا ہے۔ بن کی مصیبتیں بہت سی ہیں۔ اُس میں نشاچر
دشت بکشی رہتے ہیں۔ راکھشس۔ کول بھیل۔ ٹھگ چور پہرتے ہیں۔ جنکے آگے بڑے بڑے مردوں کے ہوش
جاتے رہتے ہیں۔ اُنکے آگے وہ تہر تہر کانپتے ہیں تو تم تو خود آہو چشم ہو کیوں نہ ڈرو گی۔ تم ہنس گامنی ہماجا
کے لائق ہو۔ اگر میں ساتھ لیجاؤنگا تو لوگ مجھے برا کہینگے۔ جو ہنسنی مان سرو در کے امرت جل میں پلی ہوئی
ہو وہ دریائے شور میں کیسے جی سکتی ہے۔ کوئل جو سدا باغ کی بہار دیکھتی رہی ہو اُس کا بن میں کیا کام۔ تم یاد
رکھو کہ جو کوئی دوست۔ گرو۔ سوامی کا کہنا نہیں مانتا وہ آخر کو پستاتا ہے۔ سیتا جی نے جب محبت کی باتیں

سنس تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ بہت مشکل سے دل کو روک تھام کر وہ یہ بولیں کہ
پت (خاوند) کے بچھڑنے کی برابر دنیا میں کوئی دکھ عورت کو نہیں۔ تم بنا تو مجھکو بہشت بھی جہنم ہے۔ سکھ میں
ماتا۔ پتا۔ بہن۔ بھائی۔ ساتھی۔ دوست۔ سسرال میں سسرا۔ ساس۔ گرو۔ اور عزیز اقربا راحت رساں
ہوتے ہیں۔ مگر وہ سب بغیر خاوند کے ایسے ناگوار ہوتے ہیں جیسے کہ سورج کی تیز دھوپ۔ گھر۔ زمین۔
راج یہ سب شوہر بغیر جہنم معلوم ہوتے ہیں بھوگ سب روگ ہو جاتے ہیں۔ زیور سب بوجھ۔ ساری دنیا موت کی صورت
نظر آتی ہے۔ عورت ایسی ہو جاتی ہے جیسی کہ جسم بے جان۔ دریا بے آب۔ سو میرا دنیا میں کوئی سوا تمہارے
راحت پہنچانے والا نہیں۔ کیسے جسم سے سایہ۔ سورج سے روشنی۔ چاند سے چاندنی دور رہ سکتی ہے۔ میرے
سارے سکھ آپ کے چندرما جیسے مکھ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے ساتھ میں بن کے پکشی پشو میری خدمت گذار
ہونگے۔ بن میرا گھر ہوگا۔ چھال کا لباس بہت ہی سندر پیتامبر ہوگا۔ پتوں کا چھایا ہوا گھر مجھکو دیوتاؤں کا
گھر سب سکھوں کی جڑ ہوگا۔ سارے بن کی دیبی اور دیوتا میرے ساس سسروں کی طرح میری رکھوالی
کرینگے۔ آپکے ساتھ رہنے کے سبب سے درختوں کی کومل کونپلوں کی چھوٹی سی سیج میرے بیاہ کی بیش بہا
سیج کی برابر ہوگی۔ کند مول پھلوں کا کھانا امرت ہوگا۔ لمحہ لمحہ آپکے درشن کرکے ایسی پرسن رہوں گی
جیسے دن کو چکئی رہتی ہے۔ آپ نے جو بن کی بہت سی مصیبتیں اور آفتیں بیان کیں وہ آپ کی جدائی
کے رنج کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اب آپ کرپا ندھان سوامی اپنے ساتھ ہی لے چلئے۔ اگر آپ یہ جانیں کہ
میں اس جدائی میں چودہ برس تک جیتی رہونگی تو اجودھیا میں چھوڑ جائیے۔ میں آپ کے ساتھ چلنے میں
کبھی نہیں تھکنے کی۔ گھڑی گھڑی آپ کے درشن سے میری تھکن اتر جائے گی۔ زمین پر گھاس پتے
بچھا کر ساری رات یہ داسی آپکے چرن دابا کرے گی۔ آپ کے دیکھنے سے مجھے گرمی اور ہوا کی تکلیف کچھ
نہیں معلوم ہوگی۔ سچ ہی میں نازک بدن ہوں مگر آپ بن کے جوگی بننے کے لائق ہیں۔ آپ تپ جپ کریں
میں عیش عشرت کروں۔ میری جان جو آپ کی جدائی کے ذکر سننے سے نہیں نکل گئی تو اس سے مجھ کم بخت
کو شبہ ہوتا ہے کہ میں شاید آپ کی جدائی میں بھی جیتی رہوں۔ یہ کہہ کر سیتا جی بیکل اور بے ہوش ہوگئیں
شری رامچندر سمجھے کہ وہ میری جدائی میں جیتی نہیں رہنے کی۔ اسلئے کہا کہ تم ساتھ چلو۔ رنج مت کرنا اب

بن چلنے کا سامان کرو۔ ماں نے دعا دی اور کہا کہ دیکھئے پھر خدا کب اس میرے جوڑے کو دکھاتا ہے۔ بار بار بہو اور بیٹے کو گلے لگاتی تھیں۔ ماں کے دل کی بیکلی کا جو حال تھا وہ کہا نہیں جاتا بیٹے بہو دونو اس کی تسلی و تشفی کی باتیں کرتے تھے۔ غرض سیتا جی اب رامچندر کے ساتھ بن کو چلیں۔ جب یہ خبر لچھمن جی کو پہونچی تو وہ بھی روتے ہوئے بھائی پاس آئے۔ اور منت سماجت کر کے بھائی سے کہا کہ تم ساتھ لے چلو بھائی نے سمجھایا کہ تم گھر ہی رہو۔ ایسی ٹھنڈی باتون کے سُننے سے لچھمن جی ایسے سوکھ گئے جیسے پالا پڑنے سے کنول۔ منہ سے بات تو نکلتی نہ تھی۔ مگر بھائی کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ میں آپ ہی کا پالا ہوا ہوں مجھے ساتھ لے چلئے۔ ماتا پتا۔ گرو۔ آپ ہی کو جانتا ہوں۔ رامچندر جی نے جب بھائی کا یہ حال دیکھا تو کہا کہ جاؤ ماتا سے بدا ہو آؤ۔ یہ بات سن کر خوشی خوشی ماں پاس گئے۔ ماں کو بیٹے کی جدائی کب گوارا ہو سکتی ہے سنتے ہی اُن کے پاؤں کے تلے کی زمین نکل گئی۔ آنکھوں تلے اندھیرا آگیا۔ جیسے بن میں آگ لگنے سے ہرنی گھبراتی ہے ایسی وہ بھی گھبرائی۔ مگر پھر دل کو سنبھال کر اور اُن کا ساتھ رامچندر جی اور سیتا جی کا سوچ سمجھ کر اُن کو اجازت دیدی اور کہا کہ یہی دونو تمھارے ماتا پتا ہیں وہ جہان رہیں وہی تمھاری اجودھیا ہے۔ جہاں سورج نکلے وہیں دن ہے۔ لچھمن جی نے یہ اگیا پاتے ہی ماتا کے آگے چرنوں پر سر نہوا کے رامچندر جی اور سیتا جی کے پاس ایسے بھاگے آئے جیسے کہ ہرن جال کے پھندے توڑ کر بھاگتا ہے۔ اب یہ تینوں راجہ کے پاس آئے۔ سارا نگر پکار پکار کہہ رہا تھا کہ خدا نے کیا بات بنا کے بگاڑی ہے۔ سب کی صورتیں غمزدہ۔ دل رنج آلودہ۔ وہ ایسے بیکل تھے جیسے کہ مکھیاں اپنے چھتے چھن جانے سے ہوتی ہیں۔ ہاتھ ملتے تھے۔ سر دھنتے تھے۔ جیسے بکشی بن پنکھوں کے بیقرار ہوتے ہیں ایسے ہی وہ تھے۔ راجہ کے مندر میں بڑی بھیڑ بھاڑ ہو گئی۔ اس وقت کے رنج کا حال بیان نہیں کیا جاتا۔ جب وہ تینوں راجہ پاس آئے سمنت نے راجہ کو اٹھا کر بٹھلایا۔ راجہ نے رامچندر جی کو پاؤں پر گرتے دیکھا۔ اور پھر سیتا جی اور لچھمن جی کو بھی دیکھا تو راجہ رنج کے مارے گھبرا گیا۔ بار بار بیٹوں اور بہو کو گلے لگاتا تھا۔ غم کے مارے آواز منہ سے نہیں نکلتی تھی۔ شری رامچندر نے باپ کے چرنوں پر سر نہوا کے رخصت چاہی۔ راجہ نے پھر رامچندر کو سمجھایا۔ کہ نہ جاؤ۔ مگر رامچندر یہ کب چاہتے تھے کہ باپ کے وعدہ کا ایفا نہ ہو۔ یہاں تک ہو رہا تھا

کہ کیکئی اُٹھی۔ گھر سے منی لوگوں کے کپڑے گہنے برتن لا کر سری رامچندر کے آگے رکھ دئے۔ اور بولی کہ راجہ کو تو تم سے ایسی محبت ہے کہ تم کو بن جانے کے لئے کبھی نہیں کہینگے خواہ اس سے ان کی ساری عمر بھر کی عزت ہی خاک میں کیوں نہ ملجائے۔ اب تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ راجہ کو یہ بات تیر کی طرح دل میں لگی۔ اور وہ اپنے دلمیں کہتا تھا کہ میری جان کیوں نہیں نکل جاتی۔ ناچار راجہ نے بھی اجازت دی۔ سری رامچندر استری اور بھائی سمیت منی بن کر بن کو چلے۔ اجودھیا میں وہ کہرام مچا۔ قلم میں طاقت اسکے بیان کی نہیں۔ رامچندر جی کا بیوی اور بہائی سمیت رتھہ میں سوار ہو کر اجودھیا کو سلام کرنا تھا کہ سارے شہر کے آدمی غم کی تصویر بنگئے اجودھیا اندھیری رات کی طرح ڈراونی معلوم ہوتی تھی۔ آپسمیں آدمی ایک دوسرے کو دیکھہ کر ایسے ڈرتے تھے جیسے جانور۔ ان کو اپنا گھر قبر معلوم ہوتا تھا۔ اولاد ہمسایے۔ دوست موت کے فرشتے نظر آتے تھے۔ تمام درخت اور بیلیں باغوں میں کملا گئیں تالاب اور دریاؤں کے دیکھنے سے خوف لگتا تھا۔ ایک بھیڑ کی بھیڑ رتھہ کے ساتھ تھی۔ ہر چند رامچندر جی اُن کو سمجھاتے تھے اور تسلی دیتے تھے۔ مگر محبت کب ان باتوں کو سُننے دیتی تھی۔ وہ اُن کے عشق میں دیوانے تھے دریائے تمسا تک اُن کا ساتھہ نہیں چھوڑا۔ اور صبح کے ہونے سے پہلے کہ اُن کے ساتھہ جانے والے جاگیں۔ رامچندر جی آگے روانہ ہوگئے جب لوگوں نے وہاں اُن کو نہ پایا تو مجبور ہو کر رام رام کرتے ہوئے ایسے گھر پلٹے۔ جیسے کوئی سوداگر اپنے مال پونجی کھو کر گھر آتا ہے۔ اور ایسے گھبرائے جیسے جہاز نشین جہاز کی تباہی میں آنے سے۔ مچھلیوں کی محبت کی تعریف کرتے تھے کہ وہ بن پانی کے نہیں جیتیں اور اپنے تئیں دہتکارتے تھے کہ ہم بنا رامچندر کے جیتے ہیں +

(۱۴) راج کی تعریف

تمام راج میں پرجا کو کسی طرح کی تکلیف نہ تھی۔ نہ دکھہ تھا نہ درد۔ نہ بیماری۔ نہ کسی اور طرح کا فکر۔ نہ دشمن کا ڈر۔ نہ آفات ارضی کا خوف نہ حوادثات فلکی کا سہم ہر شخص اپنے حال میں خوشحال تھا ہمسایہ کے ساتھہ فیاضی کرتا تھا۔ اپنے دھرم پر چلتا تھا۔ کوئی پاکھنڈ نہ کرتا تھا۔ پرجا توانا اور قوی تھی۔ عمر طبیعی سے پہلے کسی کو موت نہ آتی تھی۔ بیماری نام کو نہ تھی۔ نہ کوئی مفلس دردری تھا۔ نہ کوئی غمزدہ مصیبت کا مارا تھا

نہ کوئی جاہل۔ نہ بدنصیب تھا۔ بلکہ ہر ایک دانا ہوشیار۔ خوش نصیب۔ نیک اطوار۔ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ اوروں کے احسان کا شکر گذار ہوتا تھا۔ ریاکار مکار نہ تھا۔ میاں بیوی آپس میں وفادار اور ایک دوسرے پر جان نثار تھے۔ درخت اور بن سدا پھولتے پھلتے رہتے تھے۔ ہاتھی اور شیر ہمیشہ ساتھ رہتے تھے۔ ٹھنڈی۔ نرم نرم ہوا خوشبودار چلتی تھی۔ بھونرے اُس خوشبو سے خوب گونجتے تھے۔ پرند و ہرن اپنی فطرتی عداوتوں کو بھول گئے تھے۔ آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ جانوروں کا بولنا دل کو بہلاتا تھا۔ ہرنوں کا دوڑنا بڑا تماشا دکھاتا تھا۔ بلبلیں در درخت اپنا مدعا ملنگتے ہی دیدیتے تھے۔ گائیں من مانا دودھ دیتی تھیں زمین پر کھیت ہمیشہ لہلہاتے تھے۔ پہاڑوں میں سب طرح کے جواہر کی کانیں نکل آتی تھیں۔ دریاؤں میں میٹھا اُجلا ستھرا ٹھنڈا پانی بہتا تھا۔ سمندر اپنی حد سے آگے قدم نہ بڑھاتا تھا۔ موتیوں کو کناروں پر پھینک دیتا تھا۔ کہ آدمی اُن کو چُن لیں۔ تالاب سارے کنولوں سے بھرے تھے۔ دسوں دشا میں آنند ہو رہا تھا۔ چاند کی چاندنی امرت برساتی تھی۔ سورج کی دھوپ کی تیزی جتنی چاہیے تھی اُتنی ہوتی تھی۔ بارش مرضی کے موافق ہوتی تھی +

(۴۲) اچھا بُرا راجا

اچھا راجا اپنے نوکروں کی ایسی حفاظت کرتا ہے جیسے کہ پپوٹا آنکھوں کی۔ اچھوں کی حفاظت کے لئے بُروں کے ستیاناس ملانے کے واسطے ہمیشہ تیر اور ترکش تیار رکھتا ہے۔ وہ گرڑ ہے جو موتی کے سانپ کو مارتا۔ شکاری ہے جو جہالت و غضب کے ہرنوں کے جھنڈوں کو پراگندہ کرتا ہے۔ وہ شیر ہے جو ہوا و نفسانی کے ہاتھی کی ہستی کو دور کرتا ہے۔ وہ سورج ہے جو وسوسۂ و رنج و مصیبت کی گہری تاریکی کو روشن کرتا ہے۔ وہ آگ ہے جو رالکھشوں کے جنگلوں کو جلاتا ہے۔ وہ پالا ہے جو ہوا و حرص کے انشودوں کو مارتا ہے۔ وہ جہالت و غضب کی رات کو دور کر دیتا ہے۔ جس کے سبب سے گناہوں کے اُلو جہاں تہاں چھپ جاتے ہیں غصہ و شہوت جوار یوں کی طرح مُنہ دکھاتے ہوئے شرماتے ہیں اُس کے خوف سے حسد۔ غرور۔ مکر و فریب۔ حماقت چوروں کی طرح چھپتی پھرتی ہیں۔ خدا پرستی کے تالاب میں علم و فہم کے کنول کھلا رکھے ہیں۔ خوشی۔ قناعت۔ نفس کشی فرزانگی چکوا چکوی کی طرح غم کے دور ہو جانے سے خوش ہیں۔ وہ اُس کا کام ہے کہ ساری رعایا کو خوش رکھے

راجہ کے بُرا ہونے سے چور چوری کرتے ہیں جواری جوا کھیلتے ہیں۔ مہا دشٹ جو پرایا دھن تاکتے ہیں اور پرائی استریوں کو بہکاتے ہیں بتر و بتری نہ تو ماتا پتا کو مانتے ہیں نہ ایشور کو جانتے ہیں سادھو لوگوں سے اُلٹی اپنی سیوا کراتے ہیں +

(۴۲) بُرے بھلے آدمیوں کی پہچان

نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو چندن کلہاڑی کے ساتھ کرتا ہے۔ کلہاڑی اُوسے کاٹتی ہے وہ اس کی دھار کو خوشبودار کرتا ہے۔ اسی لئے چندن کو یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ دیوتاؤں کے ماتھوں پر بیٹھتا ہے۔ اور کلہاڑی کی یہ درد شا ہوئی کہ اُس کا مُنہ آگ میں تپا کر ہتوڑوں سے کوٹا پیٹا جاتا ہے بھلے آدمی سیدھا سادہ مزاج رکھتے ہیں جو خدا نے دیا ہے اُس پر راضی رہتے ہیں۔ دُنیا کی خواہشوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہر حال میں خوش مزاج رہتے ہیں فیاضی کی کان ہوتے ہیں پرائے دکھ کو دیکھ دُکھی ہوتے ہیں اور دوسرے کے سُکھ کو جان کر سُکھی ہوتے ہیں۔ تن من دھن سے وہ پرایا بھلا کرتے ہیں اُن کا خواہ کوئی دوست ہو یا دشمن یا دونوں میں سے ایک بھی نہو وہ ان سب کے ساتھ محبّت والفت شفقت سے پیش آتے ہیں وہ کسی سے دشمنی نہیں رکھتے۔ انھیں کچھ غرور گھمنڈ نہیں ہوتا۔ وہ دُنیا کے طالب نہیں ہوتے۔ حرص و ہوا کی ہوا نہیں لگتی۔ بغض و کینہ کا سایا اُن پر نہیں پڑتا۔ وہ غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ اپنی تعظیم کی پروا نہیں کرتے۔ مگر اور سب کی تعظیم خود کرتے ہیں فروتنی اور تواضع سے پیش آتے ہیں کسی سے ایسی بات نہیں کہتے جو اُس کو کڑوی معلوم ہو۔ وہ اپنے قول اور فعل میں سچے ہوتے ہیں کوئی اُن کی ہجو کرے یا مدح۔ کوئی اُن کی عزت کرے یا حقارت اُن کے نزدیک سب برابر ہیں انکو تو خدا پرستی کی اور انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی لَو لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسے ہی آدمیوں کو خدا رسیدہ کہتے ہیں

اب تم بُرے آدمیوں کی باتیں سنو کبھی تم اُن کے ساتھ بھول کر بھی صحبت میں نہ بیٹھو۔ اُس سے تم کو ہمیشہ تکلیف ہی حاصل ہوگی۔ اُن کے دل میں وہ سوزش حسد ہوتی ہے کہ جہاں اُنھوں نے دوسرے کا بھلا دیکھا وہ جل مرے جب کسی کی غیبت اور بُرائی سنتے ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ رستہ میں پڑا خزانہ لگ گیا۔ شہوت پرست۔ غضبناک۔ حریص۔ مغرور۔ بے رحم۔ شریر ہوتے ہیں اُن کے

دل میں سب گناہوں کا گھر ہوتا ہی جو اُن کا بھلا کرے اُس کے ساتھ بُرا کرتے ہیں جھوٹھ ہی اُن کا لینا۔
جھوٹھ ہی اون کا دینا۔ جھوٹھ ہی اُن کا کھانا جھوٹھ ہی اُن کا جینا ہی (یعنی سب چھوٹی بڑی باتوں
میں جھوٹھ ہی بولتے ہیں) موروں کی طرح بولنے میں میٹھے۔ مگر دل ایسے سخت کہ بڑے موٹے سانپ کو
نگل جائیں۔ اور ڈکار نہ لیں۔ وہ اوروں کو تکلیف دیتے ہیں ہمسایہ کی عورت اور دولت کے چھیننے کی فکر
میں رہتے ہیں۔ اوروں کی غیبت کرتے ہیں ایسے آدمیوں کو یوں سمجھو کہ وہ شیطان بصورت انسان ہوتے
ہیں۔ لالچ ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہی۔ شہوت اور کہانے پینے میں بہائم سے کم نہیں ہوتے موت سے بھی
نہیں ڈرتے۔ جب کسی کی بڑائی و ترقی سُنتے ہیں تو ایسے ٹھنڈے ٹھنڈے لمبے لمبے سانس بھرتے ہیں کہ جیسے
اُن کو بخار ہی چڑھ آیا ہی۔ جب اوروں کی مصیبت سُنتے ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے اُن کے ہاتھ کہیں
کی سلطنت لگ گئی۔ اُن کو سوا اپنے مطلب کے کسی دوسرے کام نہیں ہوتا جب چاہینگے اوروں کی بُرائی
چاہینگے۔ ماباپ۔ مرشد۔ اُستاد سب کو حقیر جانتے ہیں کسی کا کہا نہیں مانتے۔ جیسے آپ بُرے ہیں ایسا ہی اوروں کو
بُرا بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اوروں کے ساتھ بُرائی کرنے میں بڑے گرمجوش ہوتے ہیں۔ نیک صحبتوں سے کوسوں
بھاگتے ہیں۔ گو ظاہر میں وہ اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر باطن میں خراب ہوتے ہیں خدا کے ذکر سے متنفر ہوتے ہیں
وہ بُرائی دولت کو اپنی ہی دولت سمجھتے ہیں۔ ظاہر میں وہ اچھا بنا رہتے ہیں مگر دل میں بڑے ریاکار و مکار
ایسے بُرے آدمی دُنیا میں ہزاروں ہیں۔ جو آدمی دوسرے کو دُکھ دیتا ہی وہ جونوں کے ہیر پھیر میں آن کر بڑی
مصیبت بھگتتا ہی۔ آدمی اپنی خود غرضی اور نفس پروری میں ایسا اندھا ہو جاتا ہی کہ اُس کو عاقبت کا کچھ
خیال نہیں رہتا۔ یہ سارے کام غفلت اور جہالت سے ہوتے ہیں اچھے آدمیوں کا حال کپاس اور بھوج کے درخت
کا سا ہوتا ہی کہ وہ پرائے واسطے اپنے اوپر سیکڑوں مصیبتیں سر پر لیتے ہیں اور آخر کو اُسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں
بُرے آدمیوں کا حال سن کے درخت کا سا ہوتا ہی کہ وہ رسّی بن کر اوروں کے باندھنے کے واسطے کھال کھچواتا ہی
وہ چوہوں اور سانپ کی طرح بُرا نقصان ہی کیا کرتا ہی۔ گو کوئی اپنا مطلب اُس سے نہ نکلے۔ اوروں کا ناس
کرکے آپ بھی ناس ہو جاتے ہیں جیسے پالا اور اولا کہیت کو مٹا کر خود مٹ جاتا ہی۔ بدکار۔ دُمدار ستارہ کی طرح
طلوع ہونے سے نحس ہوتے ہیں نیکوکار چاند سورج کی طرح طلوع ہو کر سکھ اور آرام پہنچاتے ہیں دُنیا میں کئی

ثواب اس سے زیادہ نہیں کہ آدمی اوروں کو سکھ دے - کوئی گناہ وعذاب اس کی برابر نہیں کہ اوروں کو دکھ پہنچائے
نیک آدمی پرائے دکھ سے ایسے ہی گھلتے ہیں جیسے کہ مکھن اپنی گرمی سے آپ گھلتا ہے جو سب کا بھلا کرتا ہو وہ
دکھ کیسے پا سکتا ہے - جو سونا پاس رکھتا ہو وہ درد ری کیسے ہو سکتا ہے

(۴۴) شہوات نفسانی

(۱) کوئی حکیم - تارک الدنیا فقیر - بہادر - عالم فاضل - شاعر - کامل دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جسکو دولت کے گھمنڈ نے
ٹیڑھا نہ کیا ہو؟ حکومت نے بہرا نہ بنایا ہو؟ جس نے اس کے دل پر تیر نہ لگایا ہو؟ کون ایسا ہے کہ جس کو علم و ہنر
حاصل ہوا و سکو تکبر کا سرسام نہ ہوا ہو؟ کون ایسا جوان ہے جسکو جوانی نے دیوانہ نہ بنایا ہو؟ کون ایسا ہے کہ
گھمنڈ نے کو تیاگ دیا ہو؟ کون ایسا ہے کہ جسکو حسد نے اپنا کلنک نہ لگایا ہو؟ کون ایسا ہے جسکو رنج کی صرصر نے
نہ ہلایا ہو؟ کون ایسا ہے جسکو فکر و تردد کے سانپ نے نہ ڈسا ہو؟ کون ایسا ہے جو کبھی دھوکہ میں نہ آیا ہو؟
اور اُس کو جوبن کے بخار نے نہ ہلکان کیا ہو؟ ایسا کون نیک مزاج ہے جسکے جسم کے کاٹھ کو ہوا و ہوس کا گھن نہ لگا
کون ایسا ہے جس کی عقل کو ڈانوا ڈول اہل و عیال و جہالت و شہوت نے نہ کیا ہو؟ یہ ساری انسان کے
پیچھے شہوتیں لگی ہوئی ہیں ان سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا -

(۲) جیسے راجا بانیت راج جاننے کے راجہ نہیں رہ سکتے - ایسے ہی گناہ گار اپنے تئیں راست یاز دکھا کر
نہیں رہ سکتے ہیں برے کام اپنا روپ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے خواہ اُن کو کیسا ہی چھپاؤ +

(۳) دنیا میں ہوا و ہوس کا زبردست لشکر سب جگہ پھیلا ہوا ہے نفس پرستی اُسکا سپہ سالار ہے - مکر و دغا
فریب ریا جہالت اُسکے پہلوان سپاہی لڑنے والے ہیں -

(۴) یہ پانچوں آدمی اپنی خواہشہائے نفسانی پر ایسے مرتے ہیں کہ زندہ ہو کر مُردہ کے برابر ہو جاتے ہیں
اول وہ کہ ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست پڑا رہتا ہو - دوسرا وہ جو عورتوں میں مستی کرتا ہو - تیسرا تن پرور
چوتھا حریص پانچواں سریع الغضب کہ بے سبب غصہ ہو +

(۴۵) انسان کے امراض روحانی و نجات ایمانی

سب روگوں کی جڑ اور مرضوں کی اصل تو غفلت و جہالت ہے جن سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے شہوت پرستی تو

روح کے لئے ریاح ہیں۔ ہوا و ہوس بلغم بغض و غصہ صفرا جو ہمیشہ چھاتی کو جلاتا ہی۔ جب یہ تینوں آپس میں
مل جاتے ہیں تو جانکاہ اور مہلک مرض سرسام کا پیدا ہوتا ہے۔ خود غرضی تو کوڑھ ہی۔ حسد کھجلی ہے۔ خوشی
و رنج بائی کا روگ ہی۔ دوسرے کی بھلائی کو دیکھ کر جلنا تپ دق ہی۔ دل کا کھوٹ ہین مُنہ کا ناسور ہی۔ خود ستائی
بڑی موذی بیماری گٹھیا ہی۔ کینہ وری۔ فریب ہی۔ نخوت۔ ریاکاری نہرُوا ہی۔ ہوا و ہوس استسقا
جلندھر ہے۔ جہل اور چوری اور بے تمیزی دو قسم کے جاڑے کے بخار ہیں۔ ایسے ہی بہت سے امراض روحانی
ہیں جو ہوا و نفسانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو کہاں تک بیان کریں۔ ان میں سے کسی نہ کسی مرض میں انسان
مبتلا ہوتا ہی۔ مگر تھوڑے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو یہ اپنے امراض معلوم ہو جاتے ہیں۔ وہ خدا پرستی۔ نماز
کی پابندی۔ توبہ استغفار۔ صوم العیدین۔ دان۔ تپ۔ جپ۔ اور اسی قسم کی دوائیاں کسی طبیب حاذق و صالح
سے پوچھ کر کرتے ہیں جس سے بیماریاں کم ہو جاتی ہیں مگر وہ جاتی نہیں۔ جو مرض جھٹ جاتا ہی۔ وہ دوا و غذا
سے کم و بیش ہوتا رہتا ہی۔ مگر جاتا نہیں آخر کو آدمی انھیں امراض میں سے کسی نہ کسی سے مرجاتا ہی۔ کچھوے
کی پیٹھ پر بال جم جائیں۔ خرگوش کے سینگ نکل آئیں بانجھ عورت کے بیٹا پیدا ہو جائے۔ شراب پیاس بجھا جائے
سورج پر تاریکی چھا جائے۔ آسمان پر رنگ برنگ کے پھول کھل جائیں۔ پانی سے آگ پیدا ہو جائے۔ مگر انسان
چاہے کہ گناہ سے پاک صاف ہو تو نہیں ہوسکتا۔ ہوا و ہوس۔ نخوت و غفلت انسان کے ایسے دشمن ہیں کہ
اُن پر زہد کی تلوار اور تقوی کی ڈھال سے وہ فتحیاب نہیں ہوسکتا۔ اسلئے مذہب کا یہ اصول ہی کہ نجات
بغیر ایمان کے اسی طرح نہیں ہوسکتی جیسے کہ بے زمین کے پانی کسی طرح نہیں ٹھیر سکتا۔ نجات کی گرہ ایمان
کی روشنی میں کھل سکتی ہی۔ اگر اس پر غفلت کا اندھیرا چھا گیا تو پھر اسکی گانٹھ کا کھلنا کٹھن ہی۔ جو ایمان کو چھوڑ کر
نجات چاہتا ہی وہ سمندر میں بن کشتی کے چلنا چاہتا ہی۔ گھر کی دودھیلی گائے کو چھوڑ کر آگ کے درخت
کے دودھ سے پیٹ بھرنا چاہتا ہی +

(۴۹) کمینوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے

جو عاقل اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ کمینوں کی صحبت سے بچتے ہیں۔ مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ نہ کمینوں سے محبت و
صحبت چاہیے نہ ان سے لڑائی اور بیر باندھنا چاہیے۔ اسلئے کہ جو کمینے آدمی ہوتے ہیں وہ جس سے

برائی پاتے ہیں اس کا ناس ملاتے ہیں جیسے کہ دہواں آگ سے پیدا ہوتا ہی اور پہر اُسی کو بادل بن کر بجھاتا ہی۔ خاک جو راہ میں ذلیل و خوار پڑی رہتی ہے اور سب کی لاتوں کی سہارتی ہی۔ ہوا اُسکو اونچا کرکے آسمان پر چڑہاتی تو پہلے وہ ہوا ہی کو خراب کرتی ہی۔ اور پہر راجاؤں کی آنکھوں میں اور اُن کے تاجوں پر پڑتی ہے +

(۴۷) انسان بھی ایک چھوٹی دُنیا ہی۔

انسان کو چھوٹی دنیا اس سبب سے کہتے ہیں کہ جو چیزیں سارے عالم میں ہیں وہ اس میں بھی ہیں اس کے بدن کے رونگٹے اور بال ایسے ہیں جیسے زمین پر نباتات۔ اسکی ہڈیاں ایسی ہیں جیسے کہ زمین پر پہاڑ۔ نسوں کا جال ایسا ہی جیسے دریا۔ خون کو پانی جانو۔ جسکی حرکت و سکون موت و زندگی۔ پیٹ سمندر۔ سانس ہوا۔ آنکھیں آفتاب۔ جنکی پلکوں کا کھُلنا اور بند ہونا رات دن۔ اُس کی خوراک آگ۔ سردی و رطوبت پانی۔ یبوست و خشکی خاک +

(۴۸) کہنا اور کرنا

ایک قسم کے درخت لیتپ اج ہوتے ہیں یعنی پھول تو اُن کے بڑے خوشبودار ہوتے ہیں مگر پھلتے نہیں دوسری قسم کے درخت رسال ہوتے ہیں (جیسے آم) جیسے پھولتے ہیں ایسے پھلتے ہیں۔ تیسری قسم کے درخت پنس (جیسے کٹھل) ہوتے ہیں کہ پھلتے ہیں مگر پھولتے نہیں بس بعینہ یہ حال آدمیوں کا ہی کہ ایک قسم کے وہ ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں دوسری قسم کے وہ آدمی ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ تیسرے وہ آدمی ہیں جو کرکے دکھا دیتے ہیں مگر زبان سے کچھہ نہیں کہتے +

(۴۹) عورت

عورت غفلت کے جنگل کے لیئے بسنت رُت ہے۔ جب تپ ہیم کے تالابوں کے سکھانے کے لئے گرمی کا موسم ہے اور ہوا نفسانی کے لوکا بیلوں کے بڑہانے کے لئے موسم سرما ہی اور سارے دہرم کے پھولوں کے ناس کرنے کے واسطے ہیم رُت ہی۔ خود پرستی کے جو اسکے بڑہانے کے واسطے سس رُت (پہاگن ماگھہ) ہی۔ سارے گناہوں کی چمگادڑوں اور اُلوؤں کے واسطے اندہیری رات ہی۔ اور عقل۔ زور۔ عزت۔ راستی کی

مچھلیوں کے مارنے کے لئے بنسی ہے۔ اسی لئے دانشمند وں نے کہا ہے کہ ایک شوخ عورت تمام برائیوں کی جڑ ہے

(۵۰) دنیا کا دکھ سکھ

دکھ سکھ کا ہونا اپنے ہی سارے کرموں کا پھل ہے۔ کوئی ایک دوسرے کے دکھ سکھ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ ملنا بچھڑنا۔ بھلا برا ہونا۔ دوستی۔ دشمنی۔ نہ دوستی نہ دشمنی۔ یہ سب بھول کے پھندے جال ہیں جنمیں آدمی پھنستا ہے۔ پیدا ہونا۔ مرنا۔ دنیا کی رنج و راحت نصیب قسمت۔ زمین۔ وطن دولت شہر۔ بہشت دوزخ۔ اور تمام معاملات انسان کے جنکو تم دیکھتے ہو یا سنتے ہو یا دل میں خیال کرتے ہو۔ یہ سب دھوکے و بھول کی باتیں بے اصل ہیں۔ اس کو خوب سمجھ لو خواب میں اگر راجا بھک منگا ہو جائے تو جاگنے کے بعد نہ اس راجہ کا کچھ نقصان ہو نہ اس بھک منگے کا کچھ فائدہ ہو۔ بس اسی طرح تم تمام دنیا کی باتوں کو جانو۔ اسلئے نہ تم کسی پر خفا ہو اور نہ کسی کو الزام لگاؤ۔ بسبب غفلت اور دھوکے کی رات میں سوتے ہیں اور بہت طرح کے خواب دیکھتے ہیں۔ بس اس سنسار کی اندھیری رات میں وہی جوگی جاگتے ہیں جو اپنے اشیو کے دھیان گیان میں رہتے ہیں جب تک روح دنیا کی تمام آلائشوں سے منزہ نہیں ہوتی وہ بیدار نہیں ہوتی +

(۵۱) جن لوگوں کے حال پر افسوس ہوتا ہے

جن لوگوں کا حال واجب الرحم اور قابل افسوس ہے وہ یہ ہیں۔ برہمن جو بید سے جاہل ہو۔ وہ شخص جو دھن دولت والا ہو کر کنجوس ہو اور مہمان نوازی اور عبادت کے طریقے نہ جانتا ہو۔ وہ شودر جو برہمن کو ذلیل اور نکو اسمجھے گھمنڈ کرنے والا اور اپنے گیان کا گمان کرنے والا ہو۔ وہ عورت جو اپنے خاوند کو ذلیل دیتی ہو اور اس سے جھگڑتی ہو۔ خود مختاری کرتی ہو اور برخلاف اوس کے کام کرتی ہو۔ وہ برہمچاری جو اپنا برت چھوڑ دے اور گرو کا کہنا نہ مانے۔ وہ گرہستی جو بد ہو کے میں آن کر مذہب کے طریقے کو چھوڑ دے۔ وہ جتی جو دنیا کے دھندوں میں پھنس کر گیان اور بیراگ تیاگ دے۔ وہ سنیاسی جو تپ کو چھوڑ کر عیش و عشرت میں لگ جائے۔ وہ شخص جو بلا سبب غیبت کرتا ہو اور غصے ہوتا ہو۔ اپنے ماں باپوں۔ گرو کا۔ رشتہ داروں کا دشمن ہو۔ یہ سب لوگ قابل افسوس ہیں +

(۵۲) مُنی لوگ

مرگ چھالا اوڑھتے بچھاتے ہیں۔ پھل پھول کھا کر رہتے ہیں۔ پتوں کو بچھا کر سوتے ہیں برکشوں کے نیچے رہ کر جاڑے گرمی برسات ہوا کا دُکھ سہتے ہیں +

(۵۳) انتظام الہٰی پر بہتان اور اُس کی تردید

یدھشٹر سے دروپدی کہتی ہے کہ میں دیکھتی ہوں کہ اس دُنیا میں نیک نہاد آفت زدہ ہیں اور شریر آسودہ تم خود بڑے راست باز ہو۔ تمھارے پیچھے غم لگا ہوا ہے۔ دشمن تمھارا جو بڑا شریر ہے وہ چین آرام کر رہا ہے اسلئے میں کہتی ہوں کہ یہ عالم کا خدا کیسا ہے کہ وہ بُروں کی طرفداری کرتا ہے کسی کی قسمت میں رنج و مصیبت اور ساری بُرائیاں لکھ دیں۔ کسی کی قسمت میں دولت حشمت۔ راحت چین آرام۔ سب خوبیاں۔ جیسے کٹ پُتلی ہوتی ہے کہ اُس کے اعضا میں سے جسکو آدمی ہلانا چاہتا ہے اُس کی ڈور ہلاتا ہے۔ ایسے ہی خدا انسان کو جس کل چاہتا ہے اُٹھاتا بٹھاتا ہے۔ جیسے پرند کی ٹانگ میں رسی باندھ دو تو وہ اُڑنے میں بے کس بے بس ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی خدا کے ہاتھ میں انسان پھنسا ہوا ہے کہ وہ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسے بارش کی شدت میں دریا کے کنارہ کا درخت اُکھڑ کر منجدھار میں جا پڑتا ہے۔ دھار جہاں چاہے اُسے لیجائے۔ ایسا ہی آدمی زمانہ کے ہاتھ میں گرفتار ہے کہ وہ جہاں چاہتا ہے اُسے لیجاتا ہے جیسے کہ نکیل پڑے ہوئے بیل کو جہاں چاہے گھسیٹ لیجائے۔ لڑی میں پروئے ہوئے موتی کو جہاں پرونے والا چاہے رکھے۔ ایسے ہی انسان کو جس طرح سے خدا چاہتا ہے رکھتا ہے غرض آدمی اپنے رنج و راحت کے کاموں کے کرنے میں بالکل بے اختیار و مجبور و جاہل ہے جیسے گھاس کے پتے ہوا کے اختیار میں ہوتے ہیں کہ جہاں اِن کو چاہے وہ لے اُڑے۔ ایسی ہی تمام ہستی خدا کے بس میں ہے۔ خدا اپنی مخلوق سے بُرے بھلے کام خود کراتا ہے۔ مگر آپ پردہ میں چھپا رہتا ہے۔ جیسے بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں ایسے ہی وہ مخلوق کے ساتھ کھیلتا ہے۔ غرض وہ اپنی مخلوق سے محبت مادرانہ یا پدرانہ نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ سلوک اُس کے ساتھ جابرانہ سخت بے رحمی کے ساتھ اسطرح کرتا ہے جیسا کہ آدمی آدمی کے ساتھ۔ کسی کو جہنم میں ڈال دیتا ہے کسی کو جنت میں۔ میں خدا پر یہ الزام اسلئے دیتی ہوں کہ وہ دولت و اقبال تیرے دشمن کو دیتا ہے۔ اور اُس پر کرم رکھتا ہے۔ جو بڑا ہی بدچلن۔ زشت

افعال ہو اور نیک کام کے پاس نہیں جاتا۔ اور سارے کام اچھے آدمیوں کے طریقوں کے خلاف کرتا ہے۔ حد سے زیادہ ظالم۔ بے رحم۔ حریص۔ شریر ہے۔ غرض یہ باتیں درو بدی جی نے وہ کہیں بعض اور حکمانے بھی بیان کی ہیں کہ جو بشر خدا کو نہیں جانتے۔ اور شرارت سے بھرے ہوئے ہیں وہ با اقبال اور خوش حال ہیں۔ اور جو اچھے شریف نیک ذات ستودہ صفات ہیں وہ بدنصیب اور خستہ حال ہیں۔ خدا کو چاہیے کہ وہ نیک خصال آدمیوں کو تو خوش اقبال اور بدخصال کو بد افعال دنیا میں رکھا کرے۔ کوئی شریر دنیا میں خوش حال نہ ہوا کرے تو خدا کا انصاف ہے۔

یدھشٹر کا تردید کرنا اس تہمت و بہتان کا

یدھشٹر نے کہا کہ میں نے تمہارا دل پسند کلام فصیح سنا۔ مگر تم نے یہ ساری باتیں ناستکوں (کافروں) کی سی کہیں ہیں۔ میں کبھی کام اس خیال سے نہیں کرتا کہ اس کا صلہ و اجر پاؤں۔ میں وہ کام کرتا ہوں جو مجھے کرنے چاہئیں۔ اور جو مجھ پر فرض ہیں۔ مجھے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کہ اس کا اجر مجھے ملے یا نہیں۔ صرف ادائے فرض پر خیال رکھتا ہوں۔ جن نیک نہادوں کو نیکی کی طرف خیال ہوتا ہے وہ بالذات نیکی کی خاطر سے ہوتا ہے۔ جو نیکی کو ایسی تجارت بنانا چاہتا ہے کہ جس سے منفعت حاصل ہو وہ انسان نہیں حیوان ہے۔ جو شخص نیکی کا دودھ پینا چاہتا ہے (یعنی نیکی کرکے اس سے جو نفع حاصل ہو سکے وہ حاصل کرنا چاہے) تو وہ نیک خیال عارفوں میں سب سے زیادہ کمینہ رذیل ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ بالذات فرائض کی خاطر سے ان پر عاشق ہو۔ یہ کچھ خیال نہ کرے کہ اس کا صلہ کیا ملے گا۔ اس میں کچھ شبہ نہ رکھو کہ نیکی سے برکت سعادت حاصل ہوگی شرارت سے رنج و مصیبت۔ خوفناک سمندر میں جہاز ہی کے ذریعے سے پار جا سکتے ہیں۔ بس ایسی ہی نیکی ہی کی کشتی میں سوار ہو کر اس دنیا کے تاریک سمندر سے پار ہو کر سرگ کے مبارک کنارہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر نیک کاموں کا اچھا پھل نہ ملے۔ اور نفس کشی سے خدا کی محبت نہ پیدا ہو تو انسان انسان نہ رہے حیوان ہو جائے۔ پھر کون علم سیکھنے میں محنت شاقہ اٹھائے۔ کون نیک کاموں کا قصد کرے پھر تو ساری دنیا گہری تاریکی میں ڈوب جائے۔ جو پہلے خدا پرست گذرے ہیں ان کو یقین کامل تھا

کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھلے کاموں کا بڑا نیک اجر ملے گا۔ اسلئے اُنھوں نے کتب مقدسہ کو اپنا دستور العمل بنایا۔ یہ امر اسرار الٰہی میں داخل ہے کہ ہر انسان کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہمارے بُرے بھلے کاموں کی سزا جزا کس طرح ملے گی۔ اُسکو وہ خدا پرست ہی جانتے ہیں کہ جنکی زندگی عفت و عصمت و یگانگی میں کٹتی ہے۔ یہ بھید انہیں پر کھلا ہے۔ اُسکی صورت اُنہیں کے آئینہ دل میں دکھائی دے جو بالفعل صاف و شفاف ہے۔ پس تم بھی اپنے دل سے اپنے ناستک (کفر) کے خیالات کے بخارات کو نکال کر از راہ اپنے پاک دل کو وسوسوں کی کدورت سے مکدر نہ رکھو۔ بلکہ خدا کو جانو پہچانو۔ اُسکی عبادت کرو۔ جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ عقبیٰ میں ثواب پاتا ہے۔ اس کے جواب میں دروپدی نے کہا کہ میں توبہ کرتی ہوں کہ میں نے اپنی نالائقی اور نقص و ضعف عقل کے سبب گھبرا کر خدا کی نسبت ایسی کفر کی باتیں کہیں۔ میں اب اپنے خدا کی دل و جان سے عبادت کرتی ہوں۔ اور اپنے اس گناہ کی معافی چاہتی ہوں +

(۵۴) گناہ

احمق جاہل ارادۂ گناہ کرتے ہیں۔ اور اُس کو پردہ میں ۔ کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہ دیکھ لے۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اُسے آدمیوں کی آنکھوں سے چھپا سکتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ سے کیسے اُس کو مخفی رکھ سکتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ کسی نے ہمکو گناہ کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ خود اُن کا قلب اُن کے گناہوں کا شاہد ہے اور خدا دل کو دیکھتا ہے۔ انصاف کسی ناانصاف کو دفعۃً جا کر نہیں پکڑ لیتا۔ بلکہ رفتہ رفتہ جا کر اُس کو پکڑتا ہے۔ اگر تم کو یقین ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم کوئی گناہ جسمانی و روحانی کرینگے تو خدا دیکھ لے گا۔ تو گناہ کے کام ہرگز نہ کروگے۔ جب خدا کو کسی گھر کا تباہ کرنا منظور ہوتا ہے تو کسی گناہ کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ جب آدمی کوئی فائدہ بُری طرح حاصل کرتا ہے تو وہ ان کھوجوں کو چھپاتا ہے جو دکھائی نہیں دیتی ہیں۔ مگر اس چھپانے میں یہ پرانی کھوجیں کھل جاتی ہیں اور اُن کے آس پاس اور نئی کھوجیں پڑ جاتی ہیں +

(۵۵) خدا جنپر مہربان ہوتا ہے اُنکو عقل دیتا ہے اور جنپر نامہربان اُن سے عقل لے لیتا ہے

خدا کا یہ قاعدہ نہیں کہ وہ آدمیوں کی حفاظت اس طرح کرے جیسے کہ گڈریہ لٹھ کندھے پر رکھ کر ریوڑ کی کرتا ہے۔ بلکہ وہ جسکی حفاظت کرنی چاہتا ہے اُس کو عقل دیدیتا ہے۔ اور جس کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے اُس سے عقل لے لیتا ہے۔ اُس کو ہر چیز اُلٹی نظر آتی ہے۔ اچھی بُری اور بُری اچھی معلوم ہوتی ہے جب عقل اُس کی اندھی ہو جاتی ہے تو تباہی اُس کے پاس آتی ہے۔ اُس کی حماقت ہوشیاری کا بھیس بنا کے اُس کے دل سے کبھی جُدا نہیں ہوتی ہے۔ نقصان کی باتوں میں فائدہ اور نفع کی باتوں میں نقصان دکہائی دیتا ہے۔ وہ ایسا احمق ہو جاتا ہے کہ نفع کو ضرر اور ضرر کو نفع سب سے بڑی مصیبت کو راحت جاننے لگتا ہے۔ یہی بات اُسپر تباہی لاتی ہے مگر وہ ایسی بھول میں پڑ جاتا ہے کہ بربادی اُسکو آبادی معلوم ہوتی ہے۔ زمانہ لاٹھی لے کر کسی کے سر پر نہیں مارتا۔ بلکہ اُس کا یہی کام ہے کہ وہ عقل کو ایسا اوندھا کر دیتا ہے کہ سیدھی بات اُلٹی نظر آتی ہے۔ غرض جسپر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے اُس کی اچھی عقل و فہم دل سے نکل جاتی ہے۔ وہ سب باتوں کو اُلٹا سمجھنے لگتا ہے۔ پس جب کسی کی عقل میں فتور آنے لگے تو جان لے کہ اُس کا ادبار آنے والا ہے۔ ایسے ہی جب عقل کی دُرستی شروع ہو تو جان لے کہ اقبال آنے والا ہے غرض عقل کے آنے جانے پر خدا نے اقبال و ادبار کا مدار رکھا ہے +

(۵۶) نفع نقصان اول نظر میں نہیں معلوم ہوتا اور اُن کے سمجھنے میں بھی غلطی ہوتی ہے

جس نفع سے کہ نقصان ہوتا ہو وہ قدر کے قابل نہیں۔ بلکہ جس نقصان سے کہ نفع حاصل ہوتا ہو وہ نہایت قدر کرنے کے قابل ہے گو وہ ضرر کیوں نہ ہو۔ جس دولت کے حاصل ہونے سے آخر کو بربادی ہو اُس کو سود نہیں بلکہ زیان جاننا چاہئے۔ بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی اُن سے سوا نقصان کے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا۔ بہت سی گزند رساں چیزیں فائدہ مند چیزوں کی صورتیں۔ اور ایسی ہی فائدہ مند چیزیں گزند رساں صورتیں بنا لیتی ہیں بعض آدمیوں کے حق میں دولت کا برباد ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جب کوئی بُرائی پیش آئے تو جان لے

کہ اُس میں معلوم نہیں کہ خدا نے کیا ہمارے لئے بھلائی رکھی ہوگی۔ شاید یہ برائی ہی ہمارے حق میں بھلائی ہوجائے۔ پس اس برائی کی مصیبت میں صبر کرنا بہتر ہے۔ بے صبر و بے قرار نہیں ہونا چاہئیے۔ کیونکہ ہمکو معلوم نہیں کہ یہ برائی حقیقت میں برائی ہے یا بھلائی کچھ بے صبری و بے قراری سے حاصل نہیں ہوگا۔ انسان کی حالتوں کو ثبات و قرار نہیں ہوتا غم و رنج انسان کے واسطے لازمی ہیں خدا تعالیٰ ناہموار کو ہموار۔ غیر منتظم کو منتظم۔ غم و رنج کو خوشی و راحت بنا سکتا ہے۔ یہہ اُس کی حکمت ہے کہ اُس نے شادی و غم کو توأم بنایا ہے۔ جو عاقل ہیں وہ خدا سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ ہم کو عقل ایسی عطا کر کہ جس سے ہمارا باطن مطمئن ہو گو ظاہری صورت کچھہ ہی ہوجائے جو عقلمند ہے وہی بڑا دولتمند ہے عقل کی دولت اتنی بھاری ہے کہ وہ عاقل ہی سے اُٹھہ سکتی ہے۔

جو رنج تم کو دق کرے اُس سے دق نہو۔ کیونکہ رنج کے بعد خوشی ہوگی اور یہی برائی نیکی کرنیکا موقع دیگی۔ بعضے گھروں میں بہت سی برائیاں ہیں جنکی برداشت اچھی طرح کی جائے تو بھلائیاں اُن سے پیدا ہوں گی + نیکی درخت کی طرح اکیلی جڑ سے نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ اُس کے گرد برائی ساتھہ لگی ہوئی پیدا ہوتی ہے۔ یہ فطرت کا قاعدہ ہے کہ برائی سے نیکی پیدا کرتا ہے +

ہر فائدہ انسان کو نفع نہیں دیتا منفعت بعض آدمیوں کو ظاہر اچمکا دیتی ہے۔ بہت سے موقع ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں نقصان اُٹھانے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

عاقل جب محتاج یا بیمار یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ان سب برائیوں کا زندگی میں یا مرنے کے بعد نیک انجام ہوگا۔ جو شخص خدا کے اخلاق کی پیروی کرتا ہے وہ اس سے مشابہت پیدا کرتا ہے جب وہ اُسکے مشابہ ہوتا ہے تو خدا اُس کے حال سے کبھی غافل نہیں ہوگا۔

(۵۷) رزق

جس نے ہنس سفید طوطے سبز۔ مور رنگ برنگ کے بنائے۔ بچے کے واسطے جب رحم مادر میں تھا دودہ ماں کی چھاتیوں میں پیدا کیا وہ تجھہ کو رزق دیگا اسلئے رزق کے واسطے زیادہ فکر و تردد نہیں کرنا چاہئیے وہ خدا دیگا۔ اور ہر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اُس کا رزق ماں کی چھاتیوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس لئے

عاقل کو چاہئیے کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کمر ہمت باندہیں رزق کا فکر نہ کریں۔ وہ تو آدمی کے ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے +

(۵۸) انسان کو اپنے فرائض کا دریافت کرنا بڑا مشکل ہے

فرائض دریافت کرنے کے اصول نہایت گہری تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں اُن کو دریافت کرکے اُن پر چلنا بڑا مشکل کام ہے۔ مذہبوں میں سے کسی مذہب کو آدمی اپنے دل میں حق یا ناحق یقین کر لے کہ وہ صحیح اور اچھا ہی تو پھر اُس مذہب میں خود ایسے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور ایسے نقایص پیش آتے ہیں کہ پھر اُن کا فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہی۔ ناچار آدمی کو یہ طریقہ اختیار کرنا اچھا معلوم ہوتا ہی کہ جس راہ پر پہلے میرے باپ دادا چلے آتے ہیں اُسی پر چلیے۔ ناحق کیوں دوسری راہ کے دریافت کرنے میں بھٹکئے۔

(۵۹) موت اور موت کے لئے تیاری

موت کا ایک وقت معین ہے کہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ پہلے وقت سے اگر آدمی کے سر اور سینہ پر جگر توڑ لگیں اور بدن زخموں کے مارے قیمہ قیمہ ہو تو بھی وہ نہیں مرتا۔ مگر جب وقت آجاتا ہی تو ایک تنکے کی نوک کا چھونا اُس کے لئے بجلی کا گرنا ہو جاتا ہے۔ جتنے دنوں آدمی جینا چاہتا ہے اُتنے دنوں نہیں جیتا جتنے دن خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ جہاں وہ پورے ہوئے موت آن موجود ہوئی۔ خواہ آدمی کسی حال میں ہو میدان جنگ میں لڑتا ہو یا اُس سے بھاگتا ہو گھر میں بیٹھا ہو کھاتا ہو پیتا ہو۔ تندرست ہو یا بیمار ہو عیش و آرام میں ہو مصیبت و تکلیف میں ہو۔ تارک الدنیا ہو جنگل میں بیٹھا عبادت ریاضت کرتا ہو غرض ہر حال میں یہ بے رحم بغیر کسی زخم پہونچانے کے مار ڈالتی ہے۔ اُس کا پنجہ وہ زبردست ہے کہ کسی زور سے نہیں مڑ سکتا غرض سب حال میں موت کے آنے کی برابر کوئی امر تحقیق نہیں اسلئے اسکے آنے سے پہلے عقبیٰ کے سفر کی تیاری کرنی چاہئیے۔ اے میرے بیٹے جب تیرا سانس چل رہا ہو اُس سے پہلے کہ خدا کا حکم لے کر تیرے پاس ملک الموت آئے اور تجھکو ملک عدم میں پہونچائے تو نہایت ذوق شوق سے راستی و دیانت داری میں مستعد ہو۔ پہلے اُس سے کہ موت کا بادشاہ جسکے زور کے آگے کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ تیرے شجر حیات کی اصل و فرع کو اکھیڑ ے اور تمام عزیز و اقارب سے تعلق چھڑا دے۔ پہلے اس سے

کہ وہ طوفان جو ملک الموت کے آنے سے اٹھتا ہی تجھکو گھیرے۔ پہلے اس سے کہ تیری آنکھوں کو آسمان پھٹتے ہوئے نظر آئیں۔ پہلے اس سے کہ تیرے کان ایسے بند ہوں کہ کوئی آواز یہاں نہ سنائی دے تو بالکل خدا کی عبادت میں سرارادت جھکا۔ پہلے اس سے کہ تو اپنے نیک و بد اعمال کو دکھ درد کے ساتھ یاد کرے۔ سرمایۂ آخرت جمع کر۔ پہلے اس سے کہ ضعیفی تیرے جسم کو گھٹائے۔ تیری طاقت کو تیرے اعضا کو۔ تیری خوبصورتی کو خاک میں ملائے۔ تو وہ دولت جمع کر نہ جسکو زمانہ نہ کوئی حادثہ برباد کر سکے پہلے اس سے کہ بیماری کا رتھ بان موت کی سواری تیرے پاس اُتارے جسکا قوی زود تیرے کم زور جسم کو کچلے تو خدا تعالیٰ کے دھیان میں سراپا مستغرق ہو۔ پہلے اس سے کہ دہشت ناک بھیڑیے جو انسان کے جسموں کے اندر گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں تیری جان پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوں تو نیک راہ میں ثابت قدم ہو کر تیز رو ہو۔ پہلے اس سے کہ قاتل تاریکی تیری راہ دراز میں اندھیرا پھیلائے تو جلدی سے اس سے باہر ہو جا۔ پہلے اس سے کہ اونچے پہاڑ پر سونے کے درخت تیری آنکھیں دیکھیں (موت کے وقت ہندوؤں کے عقیدہ کے موافق پہاڑ پر سونے کے درخت دکھائی دیتے ہیں) اور تجھکو تیری پاک راہ سے بدکار گمراہ کریں اور دشمن دوست بن کر اس راہ سے بہکائیں تو نہایت سعی و کوشش سے مقام اعلیٰ کی جستجو کر۔ اور وہ نیکی کی دولت نیک کمائی سے جمع کر کہ نہ جسکو ظالم جابر بادشاہ چھین سکے نہ چور چرا سکے اور مرنے کے بعد بھی تیرے ساتھ جائے۔ یہ دولت ہمیشہ کے لئے تیرے ہی لئے بلا شرکت غیر ہوگی۔ تو ہی سدا اس سے متمتع ہوگا۔ دُنیا کی کمینہ ہوا و ہوس کو چھوڑ۔ اور عقبیٰ کے لئے جو تیرے سامنے ہے تیار کر اور اپنی نگاہ مدارج اعلیٰ پر رکھ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ تیرے دشمنوں سے بھری پڑی ہے۔ اس میں ڈراونی شکل کے بھیڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ پڑے پھرتے ہیں۔ بس ان سب سے تو اپنے اعمال کو ان دشمنوں کے حملوں سے بچا +

جب آدمی اس دُنیا سے دل حسرت افسوس بھرا لیکر اکیلا وہاں جاتا ہے جہاں کا حال نہیں معلوم کہ کیا ہے تو اُس کے ماں باپ۔ اولاد عزیز و اقارب سب ہی کا دھیر بنا کے منہ موڑ کے چلے آتے ہیں کوئی اس تنگنا میں اُس کا شریک حال ساتھی نہیں ہوتا۔ نہ وہ خزانہ جو زر و سیم و گوہر و جواہر کا جمع کیا ہے

کام آتا ہے۔ جب جسم ناتواں سے جان پرواز کرے تو نہ گنج قارون ایک ساعت کا آرام وہاں خرید سکتا ہے نہ وہاں کے سخت عذاب کو جس کی عدالت کے موافق بدکار مستحق ہیں ٹال سکتا ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اسکی ساری دولت۔ عزیز رشتہ دار اور ساری چیزیں یہیں رہ جاتی ہیں۔ موت کی خوفناک راہ میں کوئی بھی اُس کے ہمراہ نہیں ہوتا۔ مگر یہاں اُس کے اعمال جو دن کو آفتاب کی روشنی میں کیے ہوں یا رات کی تاریکی میں۔ بُرے یا بھلے غلط یا صحیح غرض جیسے ہوتے ہیں گو آدمی اُن کو کرکے بھول بھی گیا ہو وہ چپکے چپکے اُسکے ساتھ پیچھے پیچھے جاتے ہیں۔

(۶۰) ایسا دوست جو کبھی رفاقت سے جدا نہ ہو

وہ یکتا رفیق جو مرنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ رفاقت کرے وہ نیکی ہے باقی سب تو ہماری زندگی کے ساتھی ہیں۔ جہاں دم نکلا انھوں نے ہمیں چھوڑا۔ عالم باقی کو جو راہ جاتی ہے اُس میں نہ ماں باپ بیٹا بیٹی۔ نہ بہن بھائی۔ اور کوئی عزیز دوست ہمراہ ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ فقط اُس کی نیکی ہوتی ہے۔ آدمی اکیلا ہی پیدا ہوا ہے۔ اکیلا ہی وہ مرتا ہے۔ اکیلا ہی وہ اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے۔ اور اکیلا ہی اپنے افعال بد کی سزا پاتا ہے۔ جب آدمی اپنا جسم یہاں چھوڑ جاتا ہے تو ایک گٹھے کی طرح یا ڈھیلے کی طرح زمین پر رکھ کر سارے عزیز و اقارب مُنہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اور صرف اُسکی روح کے ساتھ نیکی جاتی ہے۔ اِس لیئے آدمی کو چاہیئے کہ وہ نیکی کا خزانہ جمع کیا کرے۔ تاکہ ایک ایسا پکا دوست ہاتھ لگے جو مرنے کے بعد بھی رفاقت کرے۔ یہ دوست ہی اُس راہ تاریک اور خطرناک میں جس کا طے کرنا بہت ہی کٹھن ہے رہنما بنے گا۔ انسان کی خداپرستی اُسکے ساتھ مرنے کے بعد بھی رہتی ہے وہ پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ خواہ زندہ رہیں یا مریں وہ فنا نہیں ہوتی۔ آدمی مر بھی جائے تو نیکی نہیں مرتی بلکہ وہ زندہ رہتی ہے گو جسم باقی نہیں رہتا۔ مگر بدکاروں کی ساری چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔ وہ اُن کے ساتھ ہی زمین کے تلے دفن ہو جاتی ہیں +

(۶۱) پاک زندگی

تیرا جسم ایسا ہی جیسے کہ کف دریا جو لہروں کے اچھلنے سے اُٹھتا ہے۔ اُس میں تیری روح اسطرح رہتی ہے

جیسے کہ قفس میں طائر جسکا قصد ہر دفعہ اُڑ جانے کا ہوتا ہی میرے پیارے تو ایسے نازک مقام میں کیوں بے خبر پڑا سوتا ہی۔ کیوں نہیں بیدار ہشیار ہوتا ہی۔ تیرے دشمن چاروں طرف بہت ہشیاری کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ جہاں تجھکو کمزور پائیں وہاں ایسا گرائیں کہ پھر تو کبھی نہ اُٹھ سکے۔ تیری عمر کے دن مقرر ہیں۔ وہ جلدی جلدی چلے جاتے۔ تیرے قوا ضعیف ہوئے جاتے ہیں۔ پھر تو نے کیوں یہاں اپنے تئیں دلدل میں ڈال رکھا ہی۔ کیوں نہیں اُٹھ کھڑا ہوتا۔ اور جلدی سے وہاں نہیں پہونچتا جہاں کوئی تغیر و انقلاب نہیں ہے۔

(۶۲) قبر میں کسی کی تمیز نہیں

انسان ایسا ہوا و نفسانی اور لذائذ جسمانی میں پھنسا ہوا ہی۔ اور حرص غصّے۔ خوف کے جال میں گرفتار ہے کہ وہ اپنے نفس کو اچھی طرح نہیں پہچانتا کہ میں کیا ہوں۔ کوئی اپنی عالی نسبی پر افتخار کر رہے ہیں اور دون کو اپنے آگے رذیل کمینہ ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ کوئی اپنی دولت کے غرور میں ایسے بیٹھے ہیں کہ بیچارے مفلس غریبوں کو حقیر جانتے ہیں۔ کوئی علم کی نخوت میں اپنے تئیں ایسا دانا سمجھتے ہیں کہ بیچارے جاہلوں کو احمق اور بیوقوف کہہ رہے ہیں۔ غرض سب کے سب اوروں کے عیبوں کے دیکھنے میں بڑے تیز نگاہ ہیں۔ اور آپ جو سرتاسر عیبوں سے بھرے ہوئے ہیں اُن سے اندھے ہیں مگر عنقریب ایک وقت آنیوالا ہے کہ دانا۔ نادان۔ بزرگ۔ خرد۔ دولتمند۔ مفلس۔ بلند مرتبہ۔ پست مرتبہ۔ مغرور۔ مسکین سب کے سب قبر میں جائینگے۔ کوئی اپنی شان و شکوہ کے اسباب۔ کوئی اپنے چیتھڑے پھٹے کپڑے چھوڑ جائیں گے اور اُن کا جسم بے جان کیڑوں کا شکار بنے گا۔ اور وہ صورتیں جو حسین تھیں اُن کا گوشت الگ ہوگا اور صرف ڈہانچ ہڈیوں کا باقی رہے گا تو ہم دیکھینگے کہ کسکی ایسی آنکھیں ہیں کہ وہ حسب علم و دولت کی تمیز کرے۔ موت کسی کی طرفداری نہیں کرتی۔ سب برابر اپنا صدمہ پہنچاتی ہے۔ اور آخر کو سب کو برابر کر دیتی ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ سب نیند کے نیچے دبے پڑے سوتے ہیں۔ بس اب کس لئے ایک دوسرے کے ضرر کا کام آدمی کرتے ہیں۔ کیا اُنکو مرنا نہیں ہی۔ بس جو اس نصیحت کو سن کر عمل کریگا وہ دونو عالم میں بڑی بڑی نعمتیں پائے گا۔ اور شادماں جاوداں رہے گا۔

(۶۳) پنڈت اور اسکے بیٹے کی گفتگو نکو کاری باہیں

بیٹا۔ ہی پتا یہ عمر رواں تو یوں جلدی جلدی بسر ہوئی جاتی ہے۔ تم کرپا کر کے مجھے بالترتیب یہ بتلا دو کہ ابتداء عمر سے آگے کیونکر عاقلانہ زندگی بسر کروں کہ میرے سب فرائض ادا ہو جائیں۔

باپ۔ تم اپنی عمر کے اول حصہ میں وید کے مطالعہ سے دل بہلاؤ۔ پھر بیاہ کرو اور جب بیٹے تمھارے کریا کرم کرنے کے لئے پیدا ہو جائیں۔ اگ روشن کر کے ہوم کرو۔ پھر جب آخر حصہ عمر کا آئے تو گھر بار چھوڑ کر بن کو گھر بناؤ اور وہاں جپ تپ کر کے منی۔ رشی بن جاؤ۔

بیٹا۔ ہے پتا کیا تم پنڈت ہو کر زندگی بسر کرنے کی ایسی صلاح دیتے ہو؟ کیونکر کوئی عاقل ہوشمند اپنی آدھی عمر ان خالی رسموں اور عرفی مطالعوں میں خوشی سے بسر کریگا۔ دنیا سراسر تکالیف اور مصائب سے بھری پڑی ہے۔ اس میں چور جو آواز منہ سے نہیں نکالتے نچلے نہیں بیٹھتے ہیں۔

باپ۔ میں تمھاری بات نہیں سمجھتا۔ تم اپنے باریک اور تاریک کلام کے معانی توضیح اور تفصیل سے بیان کرو کہ کیونکر دنیا مصائب و تکالیف سے گھری ہوئی ہے اور وہ چپ چاپ چور کون ہیں جو نچلے نہیں بیٹھتے۔

بیٹا۔ دنیا میں موت ہر وقت گھات لگا بیٹھی ہے۔ بوسیدگی اور فرسودگی ہر وقت دم کے ساتھ ہے۔ یوں دنیا بلاؤں اور آفات سے گھری ہوئی ہے۔ چپ چاپ چور جو تم پوچھتے ہو وہ یہ دن رات ہیں جو جلدی جلدی چکر لگا کے ہماری عمروں کو چرا رہے ہیں۔ خوب جانتا ہوں کہ اس آفت زدہ دار الفنا کو قرار نہیں۔ اسکو موت گھیرے ہوئے ہے۔ پھر میں کیسے غافل ہو کر دنیاوی خوبیوں کی توقع میں منتظر بیٹھوں جب رات گذر جاتی ہے تو عمر چھوٹی ہو جاتی ہے تو کس لئے عاقل یہ نہ سمجھیں کہ اب جو دن باقی ہیں وہ کیسے بے کار و بے فائدہ ہیں ہم عمر کے تنگ احاطہ میں ایسے گھرے ہوئے ہیں کہ ہمارا حال مچھلی کا سا ہے جو تھوڑے پانی میں پڑی ہو۔ ایک شخص اپنے خیالات میں ایسا مصروف ہی جیسے کوئی پھول چننے میں ہوتا ہے۔ وہ ابھی اپنے مقصد کو نہیں پہونچا۔ کہ موت اُن کو شکار کر کے اس طرح لیجاتی ہی جیسے بھیڑ کے بچونکو بھیڑیے اٹھا کر لے جاتے ہیں تم کو چاہیئے کہ نیک کام کرنے میں ایک لمحہ کا توقف

تہ کرو کل کا کام آج اور شام کا کام دوپہر کو کر رکھو۔ جو تمہارے فرائض ہوں اُن کو جلد ادا کرو۔ کون جانتا ہی کہ آج کی رات کس کی موت آئے گی اور اُس کو صبح کی روشنی دیکھنی نصیب ہو گی۔ پس جب آدمی نو عمر ہی ہو اُس کو نیک کردار ہونا چاہئیے۔ کیونکہ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں۔ اگر انسان اپنے فرائض کو ادا کرے گا تو یہاں نیک نام ہو گا۔ اور وہاں خرم و شادمان۔ موت کسی سے یہ نہیں پوچھتی کہ تم نے اپنا کام تمام کیا یا نہیں وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہی۔ ایک لمحہ کا توقف اُس کے سرانجام دینے میں نہیں کرتی۔ انسان بھول میں آن کر اپنے بیوی بچوں کی پرورش کرنے کے لئے جائز و ناجائز کام کرتا ہے۔ اُس کا دل اپنے بال بچوں اور مویشی میں لگا ہوتا ہی کہ موت اُس کو ایک سکریوں لیجاتی ہی جیسے سوتے ہرن کو بھیڑیا۔ کوئی شخص دولت کے جمع کرنے میں مصروف ہی اور کچھ اُس سے متمتع بھی نہیں ہوا۔ کہ موت اُس کو اس طرح لے گئی جیسے بھیڑیا کسی جانور کو لے جاتا ہی۔ ابھی آدمی ایک کام کر چکا ہی دوسرا کام کرنا باقی ہی تیسرا کام کچھ کیا ہے کچھ کر رہا ہی کہ موت نے آن کر اُس پر قبضہ کر لیا۔ کوئی اپنے کھیت کے بونے میں لگ رہا ہی۔ کوئی تجارت کے لئے دُکان کھولے بیٹھا ہی۔ کوئی اپنے بیوی بچوں کی حاجتوں کے رفع کرنے میں سرتاپا مصروف ہی۔ کوئی امورِ خانگی میں یا اور اپنے زندگی کے دھندوں کی آفتیں جھیل رہا ہی کہ موت آئی اور ان سخت محنت کرنے والوں کے ٹکڑے کر گئی۔ پہلے اس سے کہ اپنی محنت کا پھل پائیں۔ موت کسی کو نہیں چھوڑتی خواہ وہ کسی شان و شکوہ اور کسی قسم کا آدمی ہو ضعیف ہو قوی ہو۔ امیر ہو غریب ہے۔ دانا ہو نادان ہو۔ بوڑھا ہو جوان ہو شیطان ہو ولی ہو۔ جوانمرد ہو نامرد ہو جب موت۔ بوسیدگی و فرسودگی بیماری کی مختلف صدہا طرح کے مصائب جن کے اسباب جدا جدا ہوتے ہیں آدمی کو گھیرے ہوئے ہیں تو وہ کیسے چین اور آرام سے رہ سکتا ہی جب سے آدمی پیدا ہوتا ہی اُس کے آخر دم تک موت اور بوسیدگی و فرسودگی اُس کے ساتھ لگی ہوتی ہی۔ یہ دونو باتیں ساری چیزوں کے ساتھ خواہ متحرک ہوں خواہ ساکن ہوں لگی ہوئی ہیں۔ پس آدمی کی محبت گاؤں میں رہنے کی موت کو خوش کرتی ہے۔ وہی موت کا غم کدہ ہے۔ اُسے چھوڑ کر بن میں رہو جہاں یوگ تار ہتے ہیں۔ گاؤں کے رہنے والوں کی محبت کی زنجیر کو نیک آدمی توڑ کے جُدا ہو جاتے ہیں۔ مگر بُرے اُس کو نہیں چھوڑتے۔

تم نے ایک نصیحت مجھ کو یہ کی تھی کہ ظاہری رسوم یعنی ہوم کرکے میں دیوتاؤں کو خوش کروں۔ مگر میں اس کام کو بیفائدہ جانتا ہوں اُس سے انسان کی تکمیل نہیں ہوگی۔ جانوروں کے خون اور گوشت سے میں کیوں دیوتاؤں کو خوش کروں۔ سب سے بڑا ہوم میرا یہ ہی کہ راستی اور نکوکاری کو اختیار کروں۔ بس جو یہ کرتا ہی اُسی کو بقا اور دوام حاصل ہی۔ وہ موت کا مقابلہ کرسکتا ہی جسکا کوئی اور لشکر مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک نصیحت تم نے یہ کی کہ بیاہ کروں جس سے لڑکا پیدا ہو۔ جو میرے مرنے کے بعد کریا کرم کرکے مجھے پوتر کرے سو مجھے لڑکے کی خداپرستی اپنی نجات کے لئے ضرور نہیں ہے۔ مجھے خود ہی خداپرست ہونا چاہیئے جو میرے لئے کافی ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا لڑکا یہ شیخی کرے کہ میرے کریا کرم سے میرے باپ کی مُکت ہووے۔

(۶۴) آرام کرو کھاؤ پیو خوش رہو

دُنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک شیطان سیرت دوسرے فرشتہ خصلت۔ فرشتہ خصلت آدمیوں میں ساری نیکیوں کا نور چمکتا ہی۔ اُن کا سینہ کینہ سے پاک ہوتا ہی۔ فساد اور جھگڑے سے اُن کو نفرت ہوتی ہی۔ نرم دل سچے مسکین۔ خاموش ظاہر باطن ایک۔ مہربان۔ اوروں سے محبت کرنے والے غرض ان کا دل پاک و مقدس ہوتا ہی۔ شیطان سیرت اُسکی ضد ہوتے ہیں۔ اُن میں ساری برائیوں کو غلبہ ہوتا ہی۔ کھاؤ پیو آرام کرو۔ یہہ اُن کی مت ہوتی ہی۔ اُن کے ناپاک دل میں مکر فریب۔ غرور نخوت۔ ظلم ستم اور روں کی آزار رسانی ہوتی ہی۔ سوا اپنے دل خوش کرنے کے وہ کچھ اور نہیں سمجھتے۔ وہ اپنی ناپاک خواہشہاے نفسانی کو پورا کرنا چاہتے ہیں جور و جفا زبردستی سے ناجائز طور پر دولت جمع کرنی چاہتے ہیں آج جو دولت اُن کو حاصل ہوتی ہی کل اُس سے زیادہ حاصل کرنے کو اُن کا دل چاہتا ہی غرض جس طرح سے ہوسکتا ہی وہ دولت کے ڈھیر اکٹھے کرتے ہیں خوش ہو ہو کر کہتے ہیں کہ آج ہم نے اُس دشمن کو پچھاڑا ہے کل باقی اور دشمنوں کو زیر کرینگے۔ اب ہم مہاراجہ ہیں ہم کو ساری دُنیا کے عیش حاصل ہیں۔ ہم کو کمال حاصل ہے۔ صاحب قدرت ہیں۔ خوش حال ہیں۔ دولت سے مالامال ہیں عالی نسب ہیں غرض ہمچو من دیگرے نیست۔ ہم ہوم کرینگے۔ لوگوں کو دولت بخشنیلے۔ غفلت جہالت کا پردہ اُن پر پڑا ہوا ہے

جو وہ اِن باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ بھول کی بھول بھلیوں میں وہ پھنسے ہوئے ہیں۔ اُن کا انجام اچھا نہ ہوگا دوزخ میں جلیں گے۔

(۵۶) شریر بدکاروں کا انجام

جو شریر بدکار ہیں اور عدالت پر خیال نہیں کرتے ہیں اور جھوٹی شہادتیں دے کر دولت جمع کرتے ہیں شرارت کر کے اوروں کو آزار دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اُن کو اس دُنیا میں بھی چین اور آرام اور آسائش نہیں ہے تم کو چاہیئے کہ نیکی کسی حال میں نہ چھوڑو خواہ تم پر کیسی ہی مصیبت پڑے۔ ان شریروں کو جان لو کہ وہ تھوڑی کامیابی کے بعد کیسی سخت بلاؤں میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ جو شیطنت و شرارت کے کام کرتے ہیں اُن کو پھل اُسی وقت نہیں مل جاتا۔ اُن کے پھل ملنے کا حال ایسا ہی جیسا کہ زمین کا۔ اُس میں بیج پڑتے ہی پھل نہیں لگ جاتا بلکہ بیجوں کی پود بتدریج بڑھتی رہتی ہے اور اپنے موسم پر پھل لاتی ہے کبھی یہ نہیں ہوتا کہ بُرا کام آدمی کرے اور اُس کا پھل وہ نہ پائے۔ اگر اُس کو نہ ملے گا تو اُس کے بیٹوں کو ملے گا۔ اگر بیٹوں کو نہ ملا تو پوتوں کو ملے گا۔ غرض بدکاری بغیر اپنے پھل کا مزہ چکھائے نہیں رہتی۔ اگر کوئی بُرے کام کر کے دولتمند ہوگیا اور اُس کو اچھا سامان بہم پہنچ گیا اور اپنے دشمنوں پر کامیاب ہوگیا تو آخر کو وہ غارت ہو جائے گا۔ بالکل جڑ پیڑ سے اکھڑ جائے گا

گفتگو اس باب میں

ایلیا کہتی ہے کہ بد و نیک دونو کا بوجھ زمین برابر اٹھاتی ہے آفتاب اُن پر روشنی برابر چمکاتا ہے ہوا سب پر دیا ایک سی کرتی ہے۔ سب پر مینہ یکساں برستا ہے۔

کسیپا جواب دیتی ہے کہ یہ حال یہاں دنیا میں ہے کہ نیک و بد پر مہربانیاں یکساں نظر آتی ہیں مگر وہاں عقبیٰ میں نہیں ہے مرنے کے بعد نیک و بد میں بڑا فرق ہوگا۔ دُنیا میں نکوکاری دوام و بقا کا مرکز ہے وہ سونے کی طرح بہت چمکتی دمکتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس امارہ کو مارتا ہے مرنے کے بعد وہ سراسر آرام میں رہتا ہے۔ نہ اُس کے واسطے فنا ہے نہ تنزل ہے۔ نہ کوئی تکلیف ہے۔ لیکن جو بدکار ہیں اُن کے واسطے دوزخ ہے جس میں دُکھ درد اور تکلیف پر تکلیف متواتر آتی ہے۔ وہ اپنی قسمت کے ہزاروں برسوں تک ملتے ہیں

(۶۶) آدمی کو دوبارہ شباب نہیں

دریا سوکھ جاتا ہی پھر اُسمیں پانی آجاتا ہی۔ درختوں کی پت جھڑ ہو جاتی ہی پھر کونپلیں پتے نکل آتے ہیں۔ چاند گھٹ جاتا ہی پھر بڑھ جاتا ہی صبح جاتی ہی رات آتی ہی۔ پھر رات جاتی ہی صبح آتی ہی۔ چاند سورج طلوع وغروب ہوتے ہیں۔ مگر انسان کی جوانی گئی ہوئی پھر نہیں آتی۔ معلوم نہیں کس سبب خدا نے انسان کو دو دفعہ جوان اور بوڑھا نہیں کیا۔ اگر کوئی قانون میں ایسی بات ہوتی ہی کہ جو نہ ہونی چاہیے تو ہم پیچھے فیصلہ کر کے اُسکی ترمیم کر سکتی ہیں۔ مگر یہ امر ہم اپنی حیات کے باب میں نہیں کر سکتے اگر ہم جوان اور بوڑھے دوبار ہوتے تو ہم جو پہلے غلطی کرتے اُسکی اصلاح دوبارہ کر لیتے۔

(۶۷) آدمی اپنے سوا سبکو فانی جانتا ہی

باوجودیکہ روز آدمی دیکھتا ہی کہ کتنے آدمی مرے چلے جاتے ہیں مگر اسکو اپنے مرنے کا خیال نہیں ہوتا وہ اور سب کو اپنے سوا جانتا ہی کہ مرینگے۔ یہہ بھی انسان کی عجیب وغریب بھول ہی جب کسی ہمسایہ کے گھر میں ذرا سے اسباب کی بھی چوری ہوتی ہی تو اپنے مال کی حفاظت کے لیئے پہرہ مقرر کرتا ہی یا دروازے بند کرتا ہے مگر ہر وقت دیکھتا ہی کہ گھروں میں سے بیکس آدمیوں کو موت جبر سے اُٹھا لیئے جاتی ہی۔ اُس سے تجھے اپنے مرنے کا خیال نہیں ہوتا ہی۔ اے غافل تو کس نیند میں پڑا سوتا ہی۔ بیدار ہو ہوشیار رہو۔ جان لے کہ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں وہ کام نہ کر کہ جب اپنے بستر بیماری پر لیٹے تو پشیمان و پریشان ہو جوانی و تندرستی میں اچھے کام کر لے۔ اگر گناہ کرے تو تو اپنے تئیں ملامت کر۔ دل سے آئندہ کرنے سے پشیمان ہو۔ توبہ کر کہ پھر گناہ نہیں کرونگا تو تو ان گناہوں کے پھینک دینے سے ایسا پاک ہو جائیگا جیسے کہ سانپ کینچلی کے اُترنے سے ❊

(۶۸) اصل میں اندھا بہرا گونگا کون ہے

حقیقت میں اندھا کون ہی؟ وہ جسکے دل کی آنکھ آخرت کو نہیں دیکھتی یعنی وہ کام کرتے ہیں جو اُنھیں نہ کرنے چاہئیں۔
حقیقت میں بہرا کون ہی؟ جو نیک نصیحت اور فائدہ مند پند نہیں سُنتا۔
حقیقت میں گونگا کون ہی؟ جو عین وقت مناسب محبت اور الفت کی باتیں نہیں کہتا۔

(۶۹) مصیبت میں آدمی کو خدا یاد آتا ہے

جب آدمی پر مصیبت پڑتی ہی تو خدا کو یاد کرتا ہی۔ جب بیمار ہوتا ہی تو اپنا گندہ ہاتھ نیکی کے جوئے کے نیچے ڈال دیتا ہی۔ جب گناہ کرنے کی قوت نہیں رہتی تو نیک بن جاتا ہی۔ جب مفلس ہوتا ہی تو مسکین۔ فروتن مطیع ہوجاتا ہی۔ جب آدمی بے اختیار ہوتا ہی وہ نیک ہوتا ہی۔ غریب آدمی قانع ہوتا ہی۔ بیمار آدمی خدا کی عبادت کرتا ہی۔ بڑھیا بیوی اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہی+

(۷۰) آدمی نیکی کا پھل چاہتے ہیں غرض نیکی کو نہیں چاہتے

آدمی نیک کام کرنے کو ایسا عزیز نہیں رکھتا جیسا کہ اسکے پھل پانے کو۔ نیکی کرکے وہ ایسا خوش نہیں ہوتا جیسا کہ اُس کا ثمرہ پانے سے۔ انسان بدی اپنی قدرت کے موافق کرتا ہی مگر اُسکے پھلوں سے نفرت رکھتا ہی۔ مگر اُنکو خوب کہاتا ہی۔ نیک کام کرنے نہیں چاہتا جیسے کہ اُن کے کرنے کی عوض میں نیکنامی چاہتا ہے۔ اگر نیک کام کا انعام نہ ملتا تو کوئی آدمی اُسکو نہ کرتا۔ مگر سچے نکوکار بالذات نیکی سے محبت رکھتے ہیں اور گناہ سے نفرت کرتے ہیں۔

(۷۱) بُرے بھلے کام کرنے کی عادت

گناہ کا بار بار کرنا سمجھ کو غارت کرتا ہی اور جب سمجھ برباد ہوگئی تو گناہ کو وہ قوت حاصل ہوجاتی کہ پھر اُس کا مقابلہ کسی سے نہیں ہوسکتا۔ نیکی کا بار بار کرنا سمجھ کو بڑہاتا ہی اور جب سمجھ بڑہ جاتی ہے تو نیکی کی سلطنت انسان پر تسلط ہوجاتی ہے۔ پھر اُس سے نیک مقدس و متبرک ہی کام صادر ہوتے ہیں۔

دن کو ایسے بھلے کاموں کے کرنے کی عادت ڈال کہ رات کو چین آرام کی نیند میں سوئے۔ جوانی میں ایسے نیک اعمال کرکہ بڑہاپے میں سُکھ چین سے بسر ہو۔ آٹھ مہینے ایسے نیک کام کرکہ برسات کے چار مہینے خیر سے بسر ہوں۔ غرض ساری عمر ایسے اچھے کام کرجنسے خیر و سعادت بہبود حاصل ہو+

(۷۲) اپنے افعال کا روزانہ امتحان

جب آفتاب غروب ہوتا ہی تو انسان کی عمر کا مختصر زمانہ کم ہوتا ہی۔ اسلیے سورج کے ڈوبنے پر اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنے کاموں کا امتحان کیا کرے کہ کونسے کام میں نے وہ کیے جو حیوان ہی کیا کرتے ہیں اور کونسے کام وہ کیے جو نیک فرشتہ خصال کیا کرتے ہیں۔ نیک آدمی ایک دن بھی ایسا نہیں گذرنے دیتا

کہ جسمیں بھلا کام نہ کرے۔ وہ بہت بیدار اور ہوشیار ہوکر دل سے بھی پوچھتا ہی کہ آج جو کام مجھ پہ فرض تھا وہ ادا کیا یا نہیں +

(۷۳) نیکی مشکل بدی آسان

ایک پتھر کا لڑکا کر پہاڑ پر لے جانا نہایت مشکل ہے۔ مگر اُس کا نیچے پھینک دینا بہت آسان ہی اسی طرح نیکی کی بہت ڈھلوان سر بلندی پر چڑہنا مشکل ہے۔ مگر بُرائی کی ڈہلان پر نیچے پھسلنا آسان ہی بدی اور شرارت بہت پاس رہتی ہیں اور اُن کی کثرت بھی ہوتی ہی۔ اسلئے اُن کا پسند کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن نیکی کے سامنے ایسی مشکلات رکہی ہوتی ہیں کہ بغیر پسینا بہائے وہاں سائی نہیں ہوتی۔ اگرچہ اُسکی راہ اونچی نیچی۔ ڈہلواں۔ دراز اول میں معلوم ہوتی ہی مگر جب اسکی چوٹی پر پہونچ جاؤ تو مختلف طرح کی عجب فضا دل افزا نظر آئیگی (حکیم سنیکا کی رائے اسکے برخلاف ہی۔ کہ نیکی کی راہ ایسی دشوار گذار نہیں ہے جیسے ابتدا میں نشیب و فراز آدمی کو نظر آتی ہے۔ بلکہ وہ ہموار اور آسان گذار ہے غرض خیر و سعادت کے طریقے آسان ہیں اگر کوئی پیر طریقت رہنمائی کے واسطے اچہا مل جائے) بھلائی آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہی جیسے گھڑے میں بوند بوند پانی پڑے تو وہ بھر جاتا ہی۔ یہی قاعدہ نیکی اور دولت کا ہے کہ وہ تھوڑی تھوڑی بڑہ کر بہت ہو جاتی ہی

(۷۴) علم اور اُسکی تحصیل کی شرائط

علم سے بڑہ کر کونسی دولت ہوگی جسکو نہ چور چُرا سکے نہ عزیز اقربا اڑا سکیں خواہ کتنا ہی اُس کو فضول کی خرچ کرو وہ کم نہ ہو۔ انسان کی زندگی تو مختصر ہی مگر کتابوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ کتابون کا ڈھیر ایک بیڈھنگی دیوار طالب العلم کی ترقی کے روکنے کے واسطے ہی۔ اسلئے آدمی کو چاہیے کہ ان کتابوں کو انتخاب کرکے مستفید ہو جو عطر لب لباب ہوں۔ پوست کو پھینکو مغز کو نکالو چھلکوں کو دور کرد گری کو چکھو۔ جو شخص محنت و آرام کا طالب ہے وہ تحصیل علم سے محروم رہتا ہی جو محنت و مشقت متواتر اختیار کرتا ہے۔ وہ علم سے بہرہ ور ہوتا ہی۔ اگر علم چاہیے تو راحت و آرام کو سلام کرو جو آرام چاہے تو علم سے دست بردار ہو +

گناہ گاری کے چھوٹنے سے انسان کا سچا علم بڑھتا ہے اور وہ ایک صاف آئینہ کے اندر اپنی روح کو دیکھتا

(۷۵) انقلاب فنا

ہر فراہمی کے لئے پراگندگی موجود ہے۔ اور ہر بلندی کے لئے پستی۔ ہر وصال کے لئے ہجر۔ ہر حیات کے لئے موت۔ جیسا درخت پر پھل لگتا ہے تو اسکو گرنے کا خوف ہوتا ہے ایسا ہی جب آدمی پیدا ہوتا ہے اُس کے پیچھے موت کا ڈر لگا ہوتا ہے جیسے مکان خواہ کیسے استوار ستونوں پر قائم ہو مگر زمانہ اُس کو فرسودہ کر کے نیچے گراتا ہے۔ ایسے ہی انسان کا حال فرسودگی اور موت سے ہوتا ہے جیسے کہ سمندر میں جو سب دریاؤں کا مخزن ہے جب جمنا کا پانی جاتا ہے تو پھر الٹا نہیں آتا۔ ایسے ہی جو رات گذر جاتی ہے وہ پھر نہیں آتی جیسے سورج کی تیز دھوپ گرمی میں پانی کو گھٹاتی ہے۔ ایسے ہی یہ رات دن کا گذرنا جانداروں کی عمر کو گھٹاتا ہے۔ آدمیوں کے ساتھ موت چلتی ہے۔ اور لمبے سفروں میں ان کے ہمراہ رہتی ہے۔ ساتھ لیٹی ہے۔ اور پھر ان کو اُٹھا کر لے آتی ہے۔ آفتاب کے طلوع و غروب ہونے سے آدمی خوش ہوتے ہیں مگر اُس پر افسوس نہیں کرتے کہ عمر کا ایک دن فنا ہو گیا۔ ایسے ہی جب موسم بدلتے ہیں اور وہ اپنی نئی نئی بہار دکھاتے ہیں تو ہم بہت مسرور اور خوش ہوتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس تغیر موسم نے ہماری زندگی کے ایک حصہ کو قطع کر دیا۔ جیسے سمندر میں لکڑی کے دو ٹکڑے آپس میں ملجاتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد الگ ہو جاتے ہیں ایسے ہی آدمی کے ساتھ جورو بیٹے بیٹیاں۔ رشتہ دار۔ دوست ملجاتے ہیں۔ مگر ان سے تھوڑے دنوں کے بعد یقینی علیحدہ ہو جاتے ہیں ہم سے پہلے جس راہ کو ہمارے باپ دادا طے کر چکے ہیں وہ ہمیں بھی طے کرنی پڑے گی جو کاروان آگے جا چکا ہے گویا اُس سے ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلے آتے ہیں۔ پس ایسی باتوں کے لئے جو ناگزیر ہیں کیوں ہم واویلا کریں +

(۷۶) نصیب کے اسرار

انسان کے نصیب کے اسرار عجب تاریکی میں پڑے ہیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتے نصیبہ جن کی یاوری پہلے درجہ کرتا ہے وہ بھی مہلک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جو آدمی بڑے طاقتور ہوتے ہیں وہ بھی ضعف کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں۔ دولت مندوں کو اکثر صحت کی شکایت ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کو اپنی دولت

کوئی لذت نہیں حاصل ہوتی۔ ایک نوجوان صاحب اقبال جسکا دل ارمانوں اور امنگوں سے بھرا ہوتا ہی اور جانتا ہے کہ میں ابھی برسوں دُنیا کے مزے اُڑاؤں گا وہ دفعتہً اپنا سب اسباب عیش چھوڑ کر دُنیا سے موت کے پنجے میں پھنس کر چلا جاتا ہے۔ اور ایک مفلس آدمی سیکڑوں مصیبتوں میں گرفتار سو برس تک جیتا ہی۔ ایک غریب آدمی کی بیوی کے ہاں بیٹے پر بیٹا پیدا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ خدا سے دعا مانگتا ہی کہ میرے ہاں اولاد نہ ہو۔ دولتمند کے ہاں ایک وارث نہیں پیدا ہوتا ہی۔ اُسکے لئے دعائیں مانگتے مانگتے زبان گھس جاتی ہی وہی طبیب جو سیکڑوں بیماروں کا علاج کرتا ہی وہ خود جلد مریض ہو جاتا ہی اُسکی ساری طبابت یوں ہی دھری رہتی ہے۔ اُسکی ساری دوائیاں ورشخے کچھہ کام نہیں آتی۔ موت ہی اسکی بیماری کی درد کی درمان کرتی ہی۔ وہ بڑے بڑے دھیانی گیانی پنڈت جو اوروں کو نیک بد بتلانے کی کتھا کہتے ہیں خود عورتوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور زشت افعالوں کے ساتھہ شریک ہو جاتے ہیں اور بدکاری کے غلام بن جاتے ہیں۔ جب آدمی پر موت حملہ کرتی ہی تو نہ دعا نہ دوا۔ نہ کوئی منتر اُس کو ہٹا سکتا ہی۔ آدمی زور آور ہو یا کمزور اُس کو موت بھیڑیے کی طرح کھا جاتی ہے تو اُسکی قوت کا مقابلہ وہ بادشاہ بھی نہیں کر سکتا جسکی سلطنت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دانشمند متحمل ذکی اپنے مقاصد کے حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو تدبیریں کرتے ہیں وہ اُلٹی ہوتی ہیں اور کوئی حکمت اُن کی کارگر نہیں ہوتی۔ اور بیوقوف رذیل ذلیل اپنے مطالب میں کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں وہ آدمی جو بدوضعی اور شرارت کے کام کرتے ہیں رات دن اوروں کی آزار رسانی کے درپے رہتے ہیں۔ اور دنیا کو فریب دیتے ہیں وہ عمر بھر چین اور آرام سے زندگی بسر کر جاتے ہیں ایک وہ خوش نصیب ہیں کہ ہاتھہ پر ہاتھہ دھرے بیٹھے رہتے ہیں مگر اپنے نصیبہ کی یاوری سے خوب زندگی بسر کرتے ہیں ایک وہ بد نصیب ہیں کہ مشقت شاقہ اُٹھاتے ہیں۔ مگر اپنی محنت کی اُجرت تک نہیں پاتے ہیں ایک شخص ہے جسکے اولاد نہیں ہوتی۔ وہ دعائیں نہایت عاجزی سے بیٹوں کے لئے مانگتا ہی اُسکی دعا قبول ہوتی ہی اور بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر وہ ایسے بدافعال و زشت اعمال ہوتے ہیں کہ خاندان کا نام ڈبوتے ہیں اور اسکو داغ لگاتے ہیں غرض دُنیا میں بخت و اتفاق کے وہ اسرار ہیں جو نہ کسی کی سمجھہ میں آئے ہیں

نہ آئینگے۔ وہ یہ تماشے دکھاتے ہیں کہ ہمیشہ نہ تیز رو دوڑ میں جیتا ہی۔ نہ زبردست لڑائی میں فتح پاتا ہی۔ نہ عاقل کو زیادہ روٹی ملتی ہی نہ سمجھدار کو دولت حاصل ہوتی ہی۔ نہ ہنرمندوں کو کوئی فوقیت ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آدمی جو بُرے یا بھلے کام کرتا ہی وہ اس کا پھل پاتا ہی۔ جب کوئی احمق مصیبت میں پڑتا ہے تو وہ اپنی حماقت کو نہیں سمجھتا خدا کو بُرا بھلا کہتا ہی۔ احمق۔ شریر۔ متلون مزاج اپنی بداعمالی کا خمیازہ بھگتتے ہیں مگر یہ بھی ساتھ ہی کہ آدمی کی دانائی۔ ہوشیاری۔ مستعدی اُسکو بلاؤں سے نجات نہیں دے سکتی حسب دلخواہ مطالب کو نہیں حاصل ہونے دیتی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن کے سوا کوئی اور شے بھی ہی جسکو ہم بخت و اتفاق کہتے ہیں۔

اگر انسان کو اختیار ہوتا تو وہ نہ کبھی مرتا نہ بیمار ہوتا حسب دلخواہ مطالب و مقاصد کو حاصل کر کے خوش و خرم ہوتا۔ ہر شخص یہ چاہتا ہی کہ دُنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جاؤں اور اپنے مقدور کے موافق کوشش کرتا ہی مگر یہ آرزو اُس کی پوری نہیں ہوتی۔ یہ مایوسی اُسے نصیبے کا یقین دلاتی ہی۔

(۷۷) دُنیا کی متضاد حالتیں

ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں شادیانے بج رہے ہیں۔ کہیں آہ و نالے ہو رہے ہیں۔ کہیں مجلس میں علماء طلباء کے مباحثے و مناظرے ہو رہے ہیں۔ کہیں محفلوں میں بدمستوں کے غل شور مچ رہے ہیں۔ کہیں ایک نہرہ جبین حسین کھڑی ہی کہیں ایک بڑھیا جس کا صرف پوست استخواں باقی ہی۔ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ دُنیا جسمیں ہم رہتے ہیں جنت ہی یا دوزخ ہے۔ امرت ہی یا زہر ہے۔

(۷۸) مطلب برآری ہمیشہ وسائل سے نہیں ہوتی

نہ دوستوں سے ہمیشہ خوشی حاصل ہوتی ہی نہ دشمنوں سے ہمیشہ رنج پہونچتا ہے۔ نہ عقلمند اپنی عقل سے ہمیشہ دولت کماتا ہی نہ دولت سے ہمیشہ مسرت حاصل ہوتی ہی۔ نہ عاقلوں کے زیر فرماں دولت ہوتی ہی نہ ہمیشہ احمقوں کو دولت نہ پانے کا افسوس ہوتا ہی۔ نہ دولتمند ہمیشہ دولت سے حظ اُٹھاتے ہیں۔ غرض جو کچھ دُنیا میں ہو رہا ہی اُسکو عاقل ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے +

(۷۹) انسان کی حب جاہ و علو ہمت کی خام خیالی

کون جانتا ہے کہ کیسے کیسے بادشاہ زبردست چند مدت سلطنت کرکے اس زمین پر سے گذر گئے۔ مگر زمین ویسی ہی ہے جیسی تھی۔ معلوم نہیں کہ بادشاہوں کی سمجھ پر کیا پردہ پڑ گیا ہے اور اُن کی عقل کیا اندھی ہو گئی ہے کہ وہ اس زمین کو اپنا بنانے کے لئے ہزارہا فکر و تردد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کس طرح اس عورت کو ہم اپنا اور اپنے بیٹوں کا۔ اپنی اولاد کا مال بنالیں زمین یہ دیکھ کر کہ بادشاہ اپنے نفس سرکش پر تو فتحمند ہوتے نہیں مگر مجھ پر ظفر حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے سفر کرتے ہیں وہ اپنی خزاں کے پھولوں سے اُن پر خندہ زن ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ بڑے بڑے عاقل بادشاہوں کی ہستی ایسی دیرپا نہیں جیسے کہ نہروں کے سر پر کف دریا۔ وہ کیا بھولے ہوئے ہیں کہ کل زمین کے بحر و بر پر فتح پانے کے لئے بڑی بڑی معرکہ آرائیاں اور تدابیر اعظم و مہمات عظیم اختیار کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ موت ہماری گھات میں بیٹھی ہے۔ جاہ سلطنت کی چاہ باپ بیٹوں۔ بھائیوں میں خودغرضی کی آگ بھڑکاتی ہے جس سے وہ پاک رشتے جو قدرت سے مقرر ہیں ٹوٹ جاتے ہیں اور اسی کے لئے خون ریزیاں کرنے لگتے ہیں۔ بادشاہ یہ نہیں جانتے کہ تمام اُن کے باپ دادا ایک ایک کرکے مجھے پیچھے چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر وہ کیوں مجھ پر تصرف کرنے کے لئے تردد و تفکر کرتے ہیں۔ راجہ پرتھو جو دنیا میں راج کرتا تھا اور جس نے اپنے سب دشمنوں کو اپنے رتھ کے پہیہ کے نیچے کچل کر کتوں اور گدھوں کا شکار بنایا تھا۔ اُسکو بھی زمانہ نے اپنا صدمہ پہنچایا۔ اور جیسے آگ میں سیمل کی روئی جلتی ہے اس طرح اُس کو فنا کر دیا۔ کرتا وریا جس نے زمین کے تمام منطقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور دشمنوں کے رتھوں کے پرزے پرزے اُڑا دئے تھے۔ اب وہ آپ ہی ایک افسانہ ہو گیا ہے۔ وہ بادشاہ جنکے اقبال کے ستارے سے ساری دنیا روشن ہوئی وہ موت کے اشارہ ابرو سے ایسے خاک میں مل گئے کہ کہیں اُنکی گرد کا پتا ہی نہیں ملتا۔ بان دھاتری ساری دنیا میں نامور شہنشاہ تھا جسکا اب پتا سوا افسانوں کے کہیں نہیں ملتا۔ بس ان باتوں کو عاقل سُن کر اس بے ثبات۔ ناچیز۔ خواب و خیال دنیاوی حیات کو اس قابل جانینگے کہ اسپر متوجہ ہوں۔ جن بڑے بڑے جاہ و جلال بادشاہوں کے نام تاریخ بتلاتی ہے کوئی اُن میں سے ہمیشہ زندہ رہا ہے کوئی نہیں بتلا سکتا ہے کہ وہ اب کہاں ہیں کیا ہوئے کدھر گئے۔ جو لوگ پاک خیال عالی دماغ زمانہ کو سوچتے ہیں اور سب چیزوں پر غور کرتے ہیں وہ اس زندگی کو ناچیز جانتے ہیں۔

(۸۰) خدا پرست

خدا پرست وہ ہی جو قول۔ فعل۔ خیال میں کسی مخلوق کے ساتھہ بُرائی نہیں کرتا۔ نہ وہ کسی سے ڈرتا ہی نہ کوئی اس سے۔ نہ وہ دُنیا کی کسی چیز سے محبت کرتا ہی نہ نفرت رکہتا غرور۔ غفلت کو اور دنیا کی محبت کو مغلوب کرلیتا ہی۔ وہ اپنی خواہشہائے نفسانی کو ایسا دبالیتا ہی جیسا کہ کچھوا اپنے اعضا کو سکیڑ لیتا ہی۔ پہر وہ اپنی روح کی شان کو دیکہتا ہے۔ وہ گناہ سے کنارہ کش رہتا ہی اور بالکل دل کو نیکی پر متوجہ کرتا ہی۔ دُنیا کو ہیچ و پوچ سمجھتا ہی۔ وہ یہ جانتا ہی کہ تاریکی چلی آتی ہے اسلئے مقدس علم کا چراغ خوب زور سے پکڑے رہتا ہی جسکی روشنی دہیمی دہیمی اس تاریکی میں راہ نمائی کرتی ہی۔ اور آخر کو تاریکی کو معدوم کر دیتی ہے۔

(۸۱) کچھہ پاس نہیں اور سب کچھہ پاس ہے

کیسی بڑی دولت میرے پاس ہی کہ مجھے کسی چیز کی خواہش و آرزو نہیں کچھہ میرے پاس نہیں مگر یہہ سمجھتا ہوں کہ سب کچھہ پاس ہے۔ اس سے مجھے کیسی خوشی حاصل ہوتی ہی۔ سارے شہر میں آگ لگ جائے مگر میرے اسباب کو اسکی آنچ نہیں جلا سکتی۔ جس شخص نے اپنی تمام شہوات نفسانی کو مارا وہ یہاں دُنیا میں جنت کی راحت پاتا ہی (ایک شخص نے ایک حکیم سے پوچھا کہ میں دولتمند کیونکر ہوسکتا ہوں تو حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو اپنی خواہشوں میں غریب بنجائے تو سب سے زیادہ غنی دولتمند ہوجائے) جو آدمی کے پاس ہو اس پر راضی اور خوش رہنے کی برابر کوئی دولت دنیا میں نہیں جس دل میں کوئی آرزو اور احتیاج نہیں اُسی کی ساری آرزوئیں پوری ہوتی ہیں

(۸۲) حکمت کا پہاڑ

جو شخص پہاڑ پر چڑہ جاتا ہی اُسکو سارے کھلے میدان نیچے نظر آنے لگتے ہیں۔ نیچے جو لوگ اُن میں پہرتے ہیں وہ سب دکہائی دیتے ہیں اسی طرح جو حکمت کے پہاڑ پر چڑہ جاتے ہیں اُن کی نگاہ کے نیچے ایک وسیع میدان آتا ہے جس میں دنیا بھری ہوئی نظر آتی ہی۔ اُس میں دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ گناہ۔ رنج و ناصواب راہ میں چل رہے ہیں اور بے فائدہ رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ راستی و نیکی کو ترک کرتے ہیں۔ جہوٹ اور بدی شرارت

کو اختیار کرتے ہیں۔ سایہ کو پکڑتے ہیں اور شخص کو چھوڑتے ہیں پس جو اس بلندی پر نہیں چڑھا وہ نیک و بد کی حالت کو ٹھیک نہیں دیکھ سکتا۔

(۸۳) برہمن کے اوصاف و اقسام

برہمن اپنی زندگی علم و زہد حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں ان کی خاموشی و خوبی کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔ ان کو خود دولت کی پروا نہیں ہوتی مگر دولت دینے سے خوش ہوتے ہیں خواہ ان کی کیسی ظاہری صورت ہو نہ انکو اس کا غم ہوتا ہے نہ کوئی فخر۔ اگر جسم پر ریشمی لباس ہیں عطر لگا ہوا ہو تو اسپر کچھ افتخار نہیں اگر بدن پر کھال یا میلے کچیلے موٹے چھوٹے کپڑے ہوں تو اس سے نہ ان کو خجالت ہے۔ ان کے نزدیک صندل کیچڑ برابر ہے۔ کھانا تھوڑا ہو یا بہت مساوی ہے۔ ان کے زہد کے دستوروں میں فرق نہیں وہ اپنی بے آنا زندگی بسر کرتے ہیں وہ دنیا کی آلائشوں سے پاک صاف رہتے ہیں ان کی بڑی دولت ان کا زہد و تقوی ہے ان کی بڑی قدرت انکی باتیں ہیں وہ اوروں کی رہنما ہیں۔ مقدس علموں سے بھرے ہوئے ہیں وہ راز کے نکات و دقائق سے آگاہ ہوتے ہیں۔ علم کے تمام جزئیات پر حاوی ہوتے ہیں ان کو اپنے علم میں کوئی شک شبہ نہیں ہوتا۔ اوروں کے اخلاق کا جو انہیں کے کندھے پر ہوتا ہے جیسے مضبوط بیل بوجھ سے بڑی سڑک پر اپنا کندھا نہیں ڈالتے۔ ایسے وہ بھی اوروں کے اخلاق درست کرنے میں نہیں ہارتے۔ وہ اعلیٰ درجہ کی نیکی اوروں میں پھیلاتے ہیں۔ بندوں کو تاریکی جہالت سے نکالنے والی انہیں کی شمع علم ہوتی ہے۔ جو باتیں سب کی نگاہ سے چھپی ہوتی ہیں وہ ان پر ظاہر ہوتی ہیں مگر سب برہمن برابر یکساں نہیں ہوتے۔ ایک ایسے برہمن ہوتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوئے۔ باقی اور اقسام کے ہوتے ہیں نام سب کا برہمن ہی ہوتا ہے۔ مگر ان کی خصائل و خیالات اور افعال جدا جدا ہوتے ہیں بعض ایسے تاریک اندیشناک ہوتے ہیں جیسے کہ کنوئے جنکے منہ گھاس میں ڈھکے ہوئے ہوں بعض پاک اوصاف و روشن ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ دن۔ ان کی ہنرمندی ایسی چمکتی ہے جیسے کہ آفتاب کی بعض مویشی چراتے ہیں بعض زراعت کرتے ہیں بعض دیس دیس بھیک مانگتے پھرتے ہیں بعض ایسے تند مزاج وحشی ہوتے ہیں کہ وہ کسی قاعدہ کے پابند نہیں ہوتے بعضے روئی کی طرح نرم ہوتے ہیں بعضے مرنج و مرنجان ہوتے ہیں زہد و تقوی میں زندگی بسر کرتے ہیں دنیا کے

حریص نہیں ہوتے بعض اپنی ہوائے نفسانی کے غلام ہوتے ہیں۔ جھوٹے۔ پاک شہدے۔ بعض بہروپیے کے سے
روپ بھرتے ہیں ناچتے ہیں اور سانگ دکھاتے ہیں۔ غرض نقال و بھانڈ ہیں اور ایسے سفلہ و کمینہ پن کے کام
اختیار کرتے ہیں کہ برہمن کے معزز نام کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ یاکشا نے راجہ یدھشٹر سے پوچھا کہ برہمن کیا
نسل سے یا مطالعہ علم سے یا اسرار علم کے جاننے یا نیک چلنی سے ہوتا ہے۔ تو راجہ یدھشٹر نے جواب دیا نہ نسل
نہ مطالعہ علم سے۔ نہ اسرار علم کے جاننے سے برہمن ہوتا ہے بلکہ نیک چلنی سے۔ یوں تو نیک چلن سب کو ہونا چاہیے
خاص کر برہمن کو۔ اسکو اپنی نیک چلنی کی بڑی احتیاط اور حفاظت کرنی چاہیئے۔ اگر اس کے پاس نیکی ہے تو سب کچھ
پاس ہے۔ اگر نیکی نہیں تو کچھ نہیں۔ جو علم کی تحصیل میں بڑے ذوق شوق سے رات دن مصروف رہتے ہیں اور خون
پانی ایک کرتے ہیں پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر نیک افعال نہیں وہ بڑے دل سوز پر شوق۔ سرگرم احمق ہیں
عالم وہ ہیں جو عمل نیک کرتے ہیں۔ برہمن جو چاروں وید سے واقف ہے اور بدچلن ہے وہ شودر سے بدتر ہے۔ اور
جو شودر اپنے نفس کشی میں رہتا ہے اور نیک کام کرتا ہے وہ برہمن سے بہتر ہے +

(۸۴) جاتوں (ذاتوں) کی تمیز

(۱) درحقیقت جاتوں (ذاتوں) میں کچھ تمیز نہیں برہما نے ساری دنیا کو یکساں پیدا کیا ہے چونکہ انسانوں میں
اختلاف طبائع ہوتا ہے اسلئے ایک طبیعت کے گروہ جدا جدا ہو گئے اور ان کے کام علیحدہ علیحدہ مقرر ہو گئے جنکے
نام برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر ہیں۔ نیک اعمال نیک دل شودر جسنے اپنی ہوائے جسمانی کو اپنا محکوم بنایا ہے
وہ برہمن کی طرح معزز ہے اسکی بزرگی کی قدر برہمن سے زیادہ کرنی چاہیئے۔ نیک چلن شودر بدچلن برہمن سے
زیادہ بزرگ ہے۔ نہ ولادت سے۔ نہ علم سے نہ نسب سے نہ تعلیم سے آدمی برہمن بنتا ہے۔ بلکہ صرف نیک چلن ہونے سے
جو شودر نیک کردار ہوئے وہ برہمن ہو گئے۔ یوں سارے برہمن نیک چلن ہونے سے بنے ہیں

(۲) خواہ کیسے نیچے کے درجہ رذیل قوم کی عورت۔ مرد ہو۔ ویش ہو شودر ہو۔ وہ نیک کردار ہونے سے وہی
اعلیٰ درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو پنڈت۔ چھتری اپنے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی
خواہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کے آدمی ہوں اگر ان کی خصلتیں نیک نہیں ہیں تو وہ عزت کے قابل نہیں ہیں اسکے
برخلاف اگر ایک شودر اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے نیک چلن ہے تو وہ عزت کے قابل ہے +

(۳) جو سچا دانا ہے وہ پنڈت عالی نسب گائے۔ ہاتھی۔ کتے ذات باہر آدمی کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ اسلئے کہ وہ ساری مخلوق میں خواہ جاندار ہو یا بے جان ہو اپنے خالق کا جلوہ دیکھتا ہے۔

(۴) راستی۔ نفس کشی۔ تواضع۔ فیاضی۔ علم سے پرہیز ہمیشہ اپنے ادائے فرائض کا خیال یہ صفات انسان کو کامل بناتی ہے نہ ذات نہ پیدائش۔

(۵) جو آدمی علم سیکھتا ہے اور اپنے تئیں پنڈت جانتا ہے مگر اُس علم سے اور آدمیوں کی نیکنامی کو بٹا لگتا ہے وہ خود ذلیل ہوتا ہے۔ وہ سچا کام نہیں کرتا۔ دنیا جو کچھ اُس کو حاصل ہوتی ہے وہ چند روزہ ہے۔

(۶) یہ برہمن کی بدنصیبی ہے کہ اُس کے پاس دولت کے ڈھیر ہوں ہمیشہ دولت آدمی میں نخوت پیدا کرتی ہے اور اُسکو بھول میں ڈالتی ہے۔ اسلئے نیک کرداری میں خلل آجاتا ہے۔

(۷) برہمن کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ حُبِ جاہ سے ایسا بچتا رہے جیسا کہ زہر سے اور جو حقیقت سے آگاہ ہیں وہ اپنی شان میں اوروں کی بے ادبی کو امرت جانتے ہیں جب کوئی اُنکی بے ادبی کرتا ہے تو بھی وہ رات کو اپنی میٹھی نیند سوتے ہیں اور سویرے خوشی خوشی جاگتے ہیں مگر بے ادب غارت ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ عطروں کو نہ ذائقے کے کھانوں اور نہ دنیاوی خوشبوؤں کو نہ زیوروں کو پسند کرتے ہیں نہ وہ عزت کو نہ شہرت کو نہ نیکنامی کے آرزومند ہوتے ہیں۔ بس سچے برہمن کے یہی طریقے ہیں۔

(۸) دانا آدمی کو چاہیے کہ وہ نادان کی نہ حقارت کرے نہ اُنکو گالی دے اور بُرا کہے اور نہ اوروں کو آسمان پر چڑھا دے اور اپنے تئیں نیچے گرا دے۔ یہ احمقوں کا کام ہے کہ وہ عاقلوں کو گالیاں دیتے ہیں اور برا کہتے ہیں۔

(۸۵) سچا جوگ

(۱) جو لوگ نہ قول میں نہ فعل میں نہ خیال میں برا کام کرتے ہیں دراصل وہی جوگی ہیں جسم کے تحلیل کرنے کا نام جوگ نہیں ہے۔ برہمن کے واسطے جو چار آشرم مقرر ہیں اُن میں چوتھائی حصہ خانہ داری کے واسطے مقرر ہے وہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں چڑھایا جائے اور باقی تین دوسرے پلڑے میں تو پہلا پلڑا بھاری رہے گا۔ بس جو خانہ داری کے کام ایمانداری سے کرتا ہے وہی جوگی ہے نہ وہ جو اپنا گھر چھوڑ کر جنگل میں دیوانہ کی طرح چلا جائے۔ بلند خیال عالی دماغوں کی بڑی جب تب ہی ہے کہ

کہ دنیا کے کاموں کو راست بازی سے کریں نہ یہ کہ جسم کو تحلیل کریں۔

(۲) جو لوگ جنگل میں جوگیوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہیں مر گئے ہیں ان میں کوئی جوگی نہیں اسلئے کہ وہ دنیا کی لذتوں سے آشنا ہو کر اُن کے تارک نہیں ہوئے۔ مگر ہاں جو اس دنیا کی لذتوں کو چکھ کر اُسے چھوڑتے ہیں ان کو سب کچھ حاصل ہوتا ہے یہی ان کا بڑا انعام ہے۔

(۳) جو شخص اپنے نفس سرکش کو اطاعت میں رکھتا ہے اُسکو کیا ضرور ہے کہ وہ جنگل میں چلا جاوے وہ تو دنیا میں رہ کر جنگل کا جوگی و منی ہے۔ کوئی منی اس سبب سے منی نہیں کہلاتا کہ وہ چپ رہتا ہے اور جنگل میں بود و باش رکھتا ہے بلکہ وہ بڑا بزرگ و مقدس جب ہوتا ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھتا ہے۔

(۴) یہ جہالت ہے کہ آدمی دنیا کو اُس حالت میں چھوڑدے کہ زمانہ کے حادثات اور آفات اُس پر واقع ہوں یا ضعیف و ناتوان بوڑھا اپاہج ہو گیا ہو کہ دُنیا کی کوئی لذت وہ نہ اُٹھا سکے۔ دشمنوں نے اُسے مغلوب کر لیا ہو۔ عزت حرمت باقی نہ رہی ہو۔ لیکن نہ ایسے حالت میں کہ جوانی تندرستی۔ دولت فراغت شان شوکت یہ سب حاصل ہوں اسکے برخلاف جو تارک الدنیا ہونا دنیا کے موافق بتاتے ہیں وہ بدمذہب محتاج ہیں جن پر دولت نے لعنت بھیج رکھی ہے۔

پس جس شخص نے سر منڈا کے اپنی یہ حالت بنا کے خلوت نشینی اختیار کی ہو اور صورت مقدس بنائی ہو اُسنے اپنے تئیں زندہ نہیں رکھا بلکہ ڈبو دیا۔

جنگل میں رہنے سے ہرنوں۔ سوروں۔ جانوروں کو بہشت نہیں ملتا۔ اسی طرح سوا اُن کے جو خدا کے عشق رشی نہیں ہیں صحرا نشینی سے بہشت نہیں حاصل ہوتا۔ اگر دُنیا کے چھوڑنے پر ہی تکمیل نفس منحصر ہو تو پہاڑوں اور درختوں کو بھی وہ چاہیے کہ حاصل ہو جاوے۔ کیونکہ وہ تو ہمیشہ تارک الدنیا رہتے ہیں دُنیا کی کسی مصیبت سے آشنا نہیں اولاد خاندان کی محبت نہیں ساری زندگی اُن کی جوگیوں کی سی ہے اگر ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میں کامیابی اپنی کوشش سے حاصل کروں اور دوسرے کی محنت سے اپنا کام نہ چلاؤں تو اسکو محنت و سعی کرنی چاہیے۔ کاہل و نکمے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔ آدمیوں کو دیکھو کہ وہ کیسی محنت کرتے ہیں اور اپنے اپنے کاموں میں دل و جان سے مشغول رہتے ہیں۔ اسیواسطے تم

چاہئے کہ محنت و کوشش کرے ننگے رہنے سے کچھ نہیں پیدا ہوتا۔ محنت محنت سے کاموں کی تکمیل ہوتی ہے ننگے رہنے کا نام جوگ نہیں ہے۔

(۸۶) کاموں کی خوبی

کاموں کا نیک و بد ہونا انسان کی نیت اور دل کے ارادہ پر موقوف ہے۔ کام کی خوبی اسکی ظاہری صورت سے نہیں معلوم ہوتی۔ ایک کام جو ظاہر میں سب طرح سے اچھا معلوم ہو کچھ ضرور نہیں کہ وہ اچھا ہو۔ آدمی وہ کام کرنے چاہتا ہے جس سے شہرت و نیک نامی ہو۔ گوشہ گزین ہو کر اپنے زہد و ورع کا ذکر سب جگہہ سُننا چاہتا ہے۔ غرض کاموں کو نیک و بد دل بناتا ہے۔ کچھہ خلوت نشینی کاموں کو نیک نہیں بنا دیتی اگر گوشہ گزین اپنی منڈھیا میں کسی برہمن کو مار ڈالے تو کیا وہ گناہ نہیں۔ یا وہ ایک گائے اپنی منڈھی سے باہر پُن کرے تو یہ پُن کیا بنا پھل کے ہے۔

(۲) جو پنڈت وید جانتا ہو اور گناہ کرتا ہو تو وید اُسکو گناہ کی سزا سے نجات نہیں دے سکتی۔ وہ اُسکو ایسا چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ پھر دل کے بچے آنے سے پرندے اپنے گھونسلوں کو چھوڑ دیتے ہیں جسکا دل گناہ سے ناپاک ہے وہ شراب کے مٹکے کی طرح جلانے سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ جس کے دل میں جھوٹ کی نجاست بھری ہے وہ شراب کی تھیلیا کی طرح ایک دریا سے بھی دُھل کر پاک نہیں ہو سکتی۔ سخاوت عبادت زہد و تقوی۔ تیرتھوں کی جاترا۔ علم۔ یہ ساری چیزیں ناپاک دلوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔

(۳) ترسول لمبی جٹائیں چھال یا کھال کی پھٹی ہوئی پوشاک چہرہ دبلا کرنا تمام رسوم مذہبی کا ادا کرنا اگن ہوتری ہونا جنگل میں رہنا۔ بدن کا سکھانا۔ یہ سب باتیں نکمی اور بے فائدہ ہیں اگر آدمی کا دل پاک صاف نہ ہو۔ جو صاف باطن دل میں نہ قول و فعل میں نہ ارادہ میں گناہ نہیں کرتے وہی بڑے جوگی اور منی ہیں۔ کچھہ بدن سُکھانے کا نام جوگ نہیں ہے۔ کوئی نیک دل گھر میں ہے اور پاک صاف دل سے عبادت کرے اور ساری عمر دیا کرتا رہے وہ عصیاں کاری سے پاک ہے گناہ گار کا گناہ کھانے پینے کے پرہیز سے معاف نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ بنسپت کھانے سے نہ جپ لگانے سے نہ برت رکھنے سے نہ سر منڈانے سے نہ منڈھیا میں بیٹھنے سے نہ بالوں کی جٹا سر پر رکھنے سے نہ

ننگی زمین پر سونے سے نہ ادرالیسے پرہیزوں سے نہ بھبوت ملنے سے نہ آگ پاس بیٹھنے سے نہ پانی میں کھڑے رہنے سے نہ علم سے گناہ معاف ہوتا ہے۔ نہ ان سب باتوں سے ضعیفی۔ موت۔ بیماری سے آدمی بچ سکتا ہے نہ اعلیٰ درجہ حاصل ہو سکتا ہے جس دانہ کو آگ میں بھون لو پھر وہ نہیں اُگتا۔ ایسے ہی جو روح کہ علم کی آگ سے تپتی رہے وہ پھر ستوں میں نہیں پھنستی۔ ہوم سے جوگ اچھا ہے۔ یہ وید کا بڑا حکم ہے۔ مگر اُس جوگ کو تم سنو کہ کیا ہے۔ دوسرے کی ضرر رسانی اور دل آزاری سے پرہیز۔ راستی۔ پرہیزگاری۔ رحم دیا۔ یہ دانشمندوں کے نزدیک جوگ ہے۔ نہ یہ کہ جسم تحلیل کیا جائے۔ راست بازی کی برابری کوئی رسم مذہبی نہیں کر سکتی۔ اگر اُسکو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور دوسرے پلڑے میں اشومیدہ جگیہ رکھو تو وہی بھاری رہیگا۔

(۳) جیسے کہ آگ گھی کے ڈالنے سے یا چراغ کی لو برابر تیل ڈالنے سے زیادہ روشن ہوتی ہے ایسے ہی جو سچ بولتا ہے اُسکی عزت بڑہتی جاتی ہے۔ اور روز بروز وہ آسودہ حال ہوتا جاتا ہے اور جیسے کہ آگ یا چراغ کی بتی پانی کے ڈالنے سے مندی ہوتی جاتی ہے اور جلد بجھ جاتی ہے۔ ایسے ہی جھوٹے آدمی کی عزت روز بروز گھٹتی جاتی ہے اسلئے آدمی کو چاہئے کہ وہ سوا سچ کے کچھ نہ بولے۔ جھوٹ بولنے سے دل ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۴) جیسے درخت شگفتہ ہوتے ہیں تو ان کے پھولوں کی خوشبو کو نسیم بہاری دور دور لیجاتی ہے ایسی ہی آدمی کے نیک کاموں کی شہرت اور تاثیر دور دور پہنچتی ہے +

(۵) جیسے کوئی شخص گرتھوں میں استاد ہو وہ ایک گڑھے کے اوپر تلوار رکھے اور اُس کی دھار پر چلکر کہے کہ اب میں گڑھے سے پار جاتا ہوں لیکن وہ ہمیشہ اس خوف سے بھرا رہے کہ کہیں نیچے گڑھے میں نہ گر پڑے اور کنارہ پر کھڑا رہے۔ بس اسی طرح آدمی کو چاہئے کہ وہ جھوٹ سے ڈرتا رہے تا کا بتا رہے۔ تا کہ آئندہ اُسے رنج نہ پہونچے +

(۶) دولت تو آنی جانی چیز ہے۔ اگر وہ جاتی رہے تو کچھ افسوس کی بات نہیں ہے لیکن اگر نیکی جاتی رہی اور نیک چلنی بگڑ گئی تو سب کچھ جاتا رہا جو لوگ دنیا میں دولت سے آسودہ حالی چاہتے ہیں اُنکو بھی

راست بازی ضرور ہی کیونکہ آسودہ حالی راست بازی سے جدا نہیں ہوجاتی جیسے کہ امرو شیا آسمان سے
جب آدمی دل نہاد نیکی پر ہوگا تو بیشک اُسکی تمام آرزوئیں پوری ہوجائینگی - جو شخص عیش و عشرت و دولت
کو تلاش کرتے ہیں اول اُن کو راست بازی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ عشرت و دولت کبھی راست بازی
سے جدا نہیں ہوتیں و دولت میں ادنیٰ درجہ کی خوشی ہی - مگر ادنیٰ درجہ کی راست بازی و نکوکاری میں
اعلیٰ درجہ کی راحت ہی جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ راست بازی و نکوکاری کوئی چیز نہیں ہی اور
نکوکاروں پر ہنستے ہیں اُن کی راستی کو جھوٹا جانتے ہیں اُن کی یقینی کم بختی آتی ہے - جو آدمی گنا ہگاری
میں ہمیشہ رہتے ہیں وہ ایک بڑی بھولی ہوئی کھال ہیں وہ اپنے مکرو دغا کی باتوں کو دانائی
جانتے ہیں - یہ خیال اُن کا بے بنیاد ہے -

(۷) شریر جنہوں نے دانائی کے مکتب میں تعلیم ہی نہیں پائی وہ دیانت دار آدمیوں کو ہنسی میں اڑاتے
ہیں اور اُن کو احمق بھولا بھالا جانتے ہیں اُن کو دولت کے حاصل کرنے کے بُرے بھلے طریقہ میں
ذرا تامل نہیں ہوتا جس طرح بن سکتا ہی روپیہ جمع کرتے ہیں اور اُس دولت کے فائدہ سے خوش ہوتے
ہیں اور اُس کو پن دان میں بڑی فیاضی سے خرچ کرتے ہیں مگر یہ پن دان اُن کے کسی کام نہیں آئیگا
اُن کی دولت زہریلی جڑ سے اُگی ہے اُس کا پھل قاتل ہی ہوگا - جو لوگ صرف دُنیا کی نیک نامی
کے واسطے نیک کام کرتے ہیں اور بڑے داتا بنتے ہیں برہمنوں کو خوب بھوجن کھلاتے ہیں یہ سب
کام اُن کے اکارت ہیں جو غریب دیانت دار اپنی نیک کمائی سے تھوڑے پھل ساگ پات - پانی کا پیالہ
خیرات کرتا ہی - وہ اُن دولت مندوں کی خیرات سے زیادہ ثواب پاتا ہے - نیک آدمی جو نیکی کو عزیز رکھتا
ہے - اور ناانصافی سے بچتا ہی وہ کچھ اس سبب سے نہیں کہ اُس کو منفعت - شہرت - نیکنامی حاصل ہو
یا وہ کسی خوف سے ڈرتا ہو - بلکہ اُس کے دل کے اندر ہی سے آواز آتی ہی کہ تو یہ کام کر اور اپنا فرض ادا کر -
نیک کام کرنا نیک آدمیوں کو آسان ہی مگر بد آدمیوں کو مشکل -

(۸) بعض دفعہ نیک آدمی جو کسی نیک کام میں جان لڑا کر سعی اور کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں
اُنکی یہ نیک سعی بیکار نہیں جاتی آخر کو وہ کچھ نہ کچھ کام آتی ہے +

(۹) جب دولت سے ہم نیک اچھا کام کر سکتے ہیں تو اُس کے چھوڑنے سے کیا حاصل ہے۔ نہ وہ جمع کی جائے نہ لذائذ جسمانی میں اڑائی جائے بلکہ خیرات میں تقسیم کیجائے جوڑنے سے کیا حاصل ہے۔

(۱۰) دانا کہتے ہیں کہ نیکی کی جگہہ دل ہے۔ ظاہر ہے کاموں میں اُس کا مقام نہیں اسلئے آدمی کو چاہیئے کہ وہ دل میں نہایت سرگرمی سے خلائق کی بھلائی کے خیالات رکھے۔ گو کتابیں مرشد۔ گرد زندگی کا دستور العمل یہ سب نیکی کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آدمی صرف آپ ہی نیکی کرتا ہے اور اس میں کوئی اور دوست آشنا مددگار نہیں ہوتا +

(۸۷) اوروں کے ساتھہ سلوک اور نیکی

جو شخص اوروں کو مہربانی سے کچھہ دیتا ہے اور اُن کے لئے کام ایسے کرتا ہے جس سے وہ خوش ہوں تو وہ ہر دل عزیز ہوجاتا ہے۔ اور اُس کے عوض میں خوش کرنے والی چیزیں پاتا ہے۔ مگر جو شخص غرور و نخوت کے سبب سے اپنی مقدور کے موافق غریب بیکس کے ساتھہ سلوک نہیں کرتا اور اُس کی عزت نہیں کرتا وہ ظالم مردم آزار ہے۔ جو شخص اپنے غریب دشمن پر جو اُس سے اپنی مصیبت میں پناہ مانگتا ہے اور وہ اُس پر رحم کرتا ہے وہ حقیقت میں بڑا نیک آدمی ہے

(۲) جو شخص بہت دولت یا حکومت پاکے یا بہت علم حاصل کرکے غرور نہیں کرتا ہے وہ عاقل ہوشمند ہے

(۳) جو شخص اعتدال کے ساتھہ کھاتا پیتا ہے۔ اور اپنے تمام متعلقین کی پرورش کرتا ہے۔ بہت کام محبت کرکے اعتدال کے ساتھہ کرتا ہے۔ اپنے دشمنوں کے قصور معاف کرتا ہے ایسے خوب آدمی پر کبھی مصیبت نہیں آتی۔ مگر جو شخص خوب خوب کھانے کھاتا ہے اور بیش قیمت کپڑے پہنتا ہے لیکن اپنے متعلقین کی خبر نہیں لیتا اور اُنکو کوڑی کوڑی کو ترساتا ہے وہ بڑا ظالم دل آزار ہے +

(۴) جو شخص باوجود حسب مقدور ہونے کے اپنے عزیز و اقارب یگانوں کو تنگ کہتا ہے اور بیگانوں پر فراخ دستی سے بخشش کرتا ہے وہ اپنے ہونٹوں پر شہد ملتا ہے اور زہر نگلتا ہے۔ ایسی نیکی کا بدلہ نہیں

(۵) نیک آدمیوں کی تو بڑی خوشی یہ ہوتی ہے کہ ہم اور آدمیوں کا بھلا کریں اور جب وہ اوروں کا بھلا کرتے ہیں تو اُسکا صلہ و معاوضہ نہیں چاہتے۔ وہ جو اور مخلوق کے ساتھہ ہمدردی اور دلسوزی کی

ساتھ رحم کرتا ہی اُسکو مکت اور گیان حاصل ہوتے ہیں جو نہ جٹا دھاری ہونے سے نہ بدن پر بھبوت ملنے سے نہ جوگی بننے سے جو دشمن تمھارے لہو کا پیاسا تمھارے گھر میں آجائے تو تو اُسے پیٹ بھر کے روٹی کھلا دے۔ درخت کو دیکھو جو اُسے کاٹتا جاتا ہی وہ اسی سایہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ جو جو اُمرد بہادر ہیں وہ اپنے جانی دشمنوں سے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔ جو دشمن خوف کے سبب یا لڑائی میں مغلوب ہو جانے کی وجہ سے۔ اِسی اور ضعف کے سبب سے تیری پناہ میں آئے تو تو اُس دشمن کی بیٹے کی طرح پرورش کر آفت زدہ دشمن کے ساتھ دوستانہ سلوک کرنا چاہیے۔ نیک سلوک کرنے میں خیال کرنا کہ کوئی یگانہ ہی یا بیگانہ یہ تنگ نظر دلوں کا کام ہی عالی ظرف فیاض سب کو اپنا یگانہ اور عزیز جانتے ہیں +

(۶) جیسے تم اپنے مخالف کوئی کام نہیں کرتے ہو ایسے ہی اوروں کی مخالفت کوئی کام نہ کرو۔ اصل اخلاق یہی ہے اور باقی اور باتیں اُس کے فروع میں یہاں سے اور قوموں کی اس قسم کے مسئلے نقل کیے جاتے ہیں

(۷) انکار اور قبول کرنے میں خوشی اور وجع کی باتوں میں جو تم کو اپنے لئے پسند یا ناپسند ہو وہ تم کو غیروں کے لئے بھی چاہیے کہ پسند یا ناپسند ہو (ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند)

(۸) جو تم چاہتے ہو کہ دوسرا آدمی ہمارے ساتھ سلوک نہ کرے تو تم بھی وہ سلوک دوسروں کے ساتھ جان کر نہ کرو کہ وہ اُس کو بُرا معلوم ہوگا۔

(۹) وہ شخص زندہ رہنا نہیں چاہتا ہی جو دوسرے کے قتل کا ارادہ کرتا ہی +

(۱۰) جو بات تم اپنے لئے چاہتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی چاہو اور سوچو جو بات تم کو اپنے لئے ناگوار خاطر ہو وہ اپنے ہمسایہ کے لئے نہ چاہو۔ اس میں کل قانون اخلاق کا شامل ہے باقی اور اخلاق کی باتیں اُس کی شرح ہیں۔

(۱۱) نکوکار بھلائیوں کو یاد رکھتے ہیں جو غیر آدمی اُن کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اُنکے احسانمند ہوتے ہیں اور وہ جو بُرائیاں اُن کے ساتھ کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں اور اُن کے ساتھ جھگڑا فساد نہیں کھڑا کرتے۔ اوروں کے ساتھ بھلائیاں کرتے ہیں اور اُس کا معاوضہ نہیں چاہتے +

(۱۲) وہی نیک آدمی کامل ہیں کہ جنکے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے تو وہ ضائع نہ جانے بلکہ اُس سے

سو دفعہ زیادہ نیک سلوک اُسکے ساتھہ کریں غرض کوئی اُن کے ساتھہ ایک نیکی کرے تو وہ اُس کے ساتھہ سو نیکیاں کرتے ہیں وہ بُرائی کے بدلے بُرائی نہیں کرتے۔ وہ نیک نیتی سے نیک ہی کام کیا کرتے ہیں

(۱۳) جو شخص پہلے کسی کے ساتھہ سلوک کرے اور دوسرا آدمی احسان مند ہوکر اُس کے بدلے میں بہت سے نیک سلوک کرے تو وہ پہلے شخص کی برابر فیاض نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ دوسرے شخص نے تو اپنا قرض ادا کیا ہے پہلے شخص نے بے مطلب و غرض سلوک کیا ہے۔

(۱۴) لاکھوں کتابوں میں جو فرائض لکھے گئے ہیں ان سب کا مجموعہ یہ ہے کہ اوروں کی مدد کرنے کی برابر کوئی نیکی نہیں اور اوروں کے ساتھہ بدی کرنے کی برابر کوئی بُرائی نہیں اپنے محسنوں کے ساتھہ نیک سلوک کرنا کیا نیکی ہے؟ نیکی یہ ہے کہ جو اپنے ساتھہ بُرائی کریں اُن کے ساتھہ بھلائی کریں +

(۱۵) نیک آدمیوں کا دل اور آدمیوں کی مصیبت کو دیکھہ دکھنے لگتا ہے۔ وہ ہر جاندار کی سب طرح سے بہبودی چاہتے ہیں۔

(۱۶) انسانیت کا بڑا ثمرہ یہی ہے کہ وہ دنیا میں اپنا مال۔ جان۔ تمام اپنے وسائل تمام عقل زبان سول مخلوق کی بہبود اور آسودگی بڑہانے میں وقف کردیں جس شخص پر رات دن گذرتے ہیں اور وہ کوئی نیک کام نہیں کرتا ہے وہ لوہار کی دھوکنی ہے جو دم لیتی ہے مگر زندہ نہیں ہے +

(۱۷) آدمی کو چاہئے کہ کنجوسی کو فیاضی سے جھوٹ کو سچ سے غصہ کو مسکینی سے مٹائے۔

(۱۸) جو شخص دشمنوں کی مدارات یوں کرتا ہے کہ وہ اُس کو گالیاں بڑی سختی کے ساتھہ دیتے ہیں اور یہ ان سے شیریں کلامی نرمی کے ساتھہ کرتا ہے۔ وہ اسے مارتے ہیں یہ اُن کی مار کا شکر بجالاتا ہے تو اُس سے خدا خوش ہوتا ہے۔

(۱۹) بعض حکما کے مقولے اسکے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جیسا کوئی شخص اپنے ساتھہ سلوک کرے ویسا ہی اُسکے ساتھہ سلوک کرنا انصاف اور نیک کام ہے۔ مکاروں کے فریب کا جواب مکر سے دینا چاہئے نکوکاروں کی مہربانی کا جواب مہربانی سے ہے۔

---

(۸۸) سائل کو محروم رکھنا نہیں چاہئے

جو سائل تمھارے دروازہ پر آئے اُسے محروم نہ جانے دو یہانتک کہ کوئی کتا اور ذات باہر آدمی آئے تو اُسکو بھی کچھ دیدو یہ دینا اکارت نہ جائیگا۔ گناہ گاروں کے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں جو سائل کو خصوصاً برہمن کو کھانا کھلادیتے ہیں تم ناکارہ آدمیوں پر بھی مہربانی اور شفقت کرو تم دیکھتے ہیں کہ چاند میدانوں پر بھی اپنی روشنی ڈالتا ہے جو فیاض دل ہیں وہ سب اچھے بروں پر برابر مہربانیاں کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اپنے ضعف کے سبب خطا و گناہ نہ کرتا ہو۔

(۸۹) آدمی کو علم غریبوں اور جاہلوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے

آدمی کو چاہیے کہ سب جگہہ سے علم حاصل کرے ایک دیوانہ کی بڑ سے اور ایک بچے کی بکواس سے جیسے سنار مٹی سے سونے کو نکال لیتے ہیں کوئی آدمی خواہ کیسا ہی کمینہ اور ذلیل ہو اُسسے بھی علم حاصل ہوسکتا ہے غریبوں کے خاندان میں سے بھی ایک اچھی بیوی مل سکتی ہے۔ دشمن سے بھی آدمی نیک چلنی سیکھہ سکتا ہے عورت جواہر۔ علم۔ نکوکاری۔ پاک باطنی۔ شیریں کلامی۔ اور بہت سے فنون سب جگہہ حاصل ہوسکتے ہیں جب مصیبت پڑے تو برہمن طالب العلم کو چاہیے کہ وہ رذیل قوموں کے ساتھہ پڑہنے لگے۔ عورت۔ جواہر پانی کی فطرت میں کسی طرح خراب ہونا نہیں ہے۔ بچے سے نیکی کی بات سیکھہ لو جب آفتاب روشن نہیں ہوتا تو گھر کو چراغ سے کیا روشن نہیں کرتے (خذ ما صفا ودع ما کدر)

(۹۰) مصاحبت

جیسے آدمیوں کی صحبت میں آدمی بیٹھتا ہے ویسا ہی ہوجاتا ہے آدمی جیسا ہونا چاہتا ہے ویسی ہی صحبت ڈھونڈھتا ہے اور اُسی صحبت سے محبت رکھتا ہے جیسے کپڑے کو جس رنگ میں رنگو ویسا ہی رنگ ہوجاتا ہے۔ ایسا آدمی جس صحبت میں بیٹھتا ہے اُس رنگ کا ہوجاتا ہے۔ نیک آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے نیک۔ بُروں کی صحبت میں بُرا چوروں کی صحبت میں چور۔ عابدوں کی صحبت میں عابد ہوجائیگا صحبت کا اثر آدمیوں میں بہت جلد ہوجاتا ہے۔ بُروں کے ساتھہ آمد و رفت رکھنے میں چلن بگڑجاتا ہے۔ بُروں کی صحبت میں جو نیک آدمی بیٹھتے ہیں اُن کو بھی وہی سزا ملتی ہے جو بُروں کو جیسے گیلی لکڑیاں سوکھی

لگر لوگوں کے ساتھ ملکر جل جاتی ہیں۔ اسلئے تم کو شریروں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ احمق جب بُرے لوگوں کی بُری بھلی باتیں روز سُنتا ہی تو وہ بُری باتوں کو رغبت سے انتخاب کر کے پسند کرتا ہی۔ جیسے سُور نجاست ہی کو پسند کرتا ہی۔ مگر دانشمند اُن میں سے نیک باتوں کو انتخاب کرتا ہی اور بُری باتوں کو دور پھینکتا ہے۔ جیسے ہنس پانی میں سے دودہ کو پیتا ہی۔ انسان جو بھول کی بھول بھلیوں میں پھنستا ہی اور غلطی بری مصیبت کی چوک سے گمراہ ہوتا ہی تو اُسکا سبب فقط احمقوں کی صحبت ہی ہوتی ہی۔ اور ایسے ہی جب وہ نیکی کی سیڑھی پر چڑھتا ہی تو اُس کا سبب دانشمندوں کی صحبت ہوتی ہی۔ پس جو لوگ اطمینان قلب اور دل کا چین چاہتے ہیں اُنکو چاہئے کہ وہ دانشمندوں کی عمر رسیدوں خوش مزاجوں کی زاہدوں۔ عابدوں۔ نکوکاروں اشرافوں کی صحبت میں تربیت پائیں۔ ایسی صحبت کتابوں کے مطالعہ سے زیادہ فائدہ مند ہوگی +

(۹۱) زبان کا سدانا

بولنے سے زبان کو باز رکھنا بھی دشوار ہی اور ایسا بولنا بھی مشکل ہے کہ جو بات کہے وہ سچی اور فائدہ مند ہو لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کرے جس سے وہ اُسکے گرویدہ ہو جائیں +

(۹۲) سوروں کے آگے موتی بکھیرنے یعنی اچھی نصیحت بیوقوفوں کو کرنی نہیں چاہیئے

جو نادانوں کو دانا بنانا چاہتے ہیں وہ بھُس اُڑاتے ہیں اور جو جاہل نکموں میں اپنی محنت و جانفشانی سے لیاقت پیدا کرنی چاہتے ہیں وہ آسمان میں ہل چلاتے ہیں اور اُن دیکھی ہوا کو پانی سے نہلاتے ہیں اور پانی کی لہروں پر تصویر بناتے ہیں۔ جو نااہل بیحیا ایسے ہیں کہ اُن کو بُری بھلی نصیحت کی سمجھ نہیں اُن کا ناصح بننا گویا بہرے کا سُریلی آوازوں کا بہروں کو سُنانا ہی۔ یہاں سے اور قوموں کے متفق ہیں جو ٹھٹھا ہنسی کرنے والوں کو تنبیہ کرتا ہی اپنے لئے ذلت حاصل کرتا ہی۔ اور جو شریر آدمیوں کو ڈانٹتا ہی وہ اپنے تئیں داغ لگاتا ہی۔ ٹھٹھے بازوں کو تنبیہ نہ کر کہیں وہ تیرے سے کینہ نہ رکھنے لگیں۔ دانشمند کو تنبیہ کر کہ وہ تجھے پیار کرنے لگے۔ ٹھٹھے باز آدمی بھلا اُس کو کب عزیز رکھتے ہیں جو اُنھیں تنبیہ کرتا ہے وہ

دانشمندوں کی مجلس میں ہرگز قدم نہیں رکھتے۔ بھتیرے بار آدمی عقل کی تلاش کرتا ہے اور نہیں پاتا۔ مگر اہل فہم کو معرفت آسانی سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر احمق کو دلے ہوئے گیہوں کے ساتھ اوکھلی میں ڈال کر موسل کوٹے تو بھی اُس کی حماقت نہیں دور ہوگی

جن لوگوں کو بدی کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اُن کو نیکی کرنا جب ہی سکہا سکتے ہو کہ حبشی اپنی کھال کو اور تیندوا اپنے داغوں کو بدل لے۔

پاک چیز کتّے کو مت دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو ایسا نہ ہو کہ وے انھیں پامال کریں اور ٹھوکر تلے بگاڑیں۔ اگر ایک آدمی اول اور دوم دفعہ سمجھانے کے بعد بھی ملحد رہے تو اُسے چھوڑ دو جان لو کہ اُس کی سمجھ اُلٹی ہو گئی ہے۔ وہ کتّے کی طرح اپنی قے کو پھر جائے گا۔ اور سور نہلانے کے بعد بھی نجاست ہی پر جائے گا۔

(۹۳) علم حاصل کرنیکے واسطے اہلیت بھی ضرور ہے

کودن آدمی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کونسا کام صحیح ہے اور کونسا غلط۔ جسکی سمجھ بچوں کی سی ہے وہ عمر میں بڑھنے سے عقل میں پختہ نہ ہو گا۔ جو فہم نہیں رکھتا اگر وہ پڑھنا سیکھ بھی جائے تو کتاب کے مطلب و معنی پر نہیں پہونچیگا۔ اور سوما اگر سو دکھ ہو گا وہ پنڈتوں کی سیوا خواہ کتنی کرے اُسکو علم کا مزہ نہیں آئے گا جیسا کہ ڈوئی کو کھانے کا مزہ نہیں آتا۔ مگر جو صاحب فہم و ادراک تھوڑی دیر بھی پنڈتوں کی صحبت میں بیٹھے گا وہ علم کا مزہ ایسا چکھے گا جیسا کہ زبان کھانے کے ذائقہ کو چکھتی ہے اور میٹھے کڑوے کو پہچانتی ہے۔

(۹۴) جراحت لسان

بھالے سے جو زخم دشمن لگاتا ہے وہ کچھ مدت میں اچھا ہو جاتا ہے۔ درخت کو جو جنگلی کی گلہاڑی سے آدمی کاٹتے چھانٹتے ہیں اُسکی شاخیں اور پتے پھر نکل کر ہرا اُس کو کر دیتے ہیں مگر جو زبان کے قاتل زہریلے الفاظ دل میں زخم لگاتے ہیں وہ کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ تیر کیسے ہی جسم میں لگیں اُن کے زخموں کو جراح تیر نکال کر حکمت سے اچھا کر سکتا ہے مگر الفاظ کے تیروں کو کوئی نہیں نکال سکتا کیونکہ وہ تو دل کے اندر

کلیجہ میں جا کر لگے ہیں جن کے یہ تیر لگتے ہیں وہ ایسے جان کے پار جاتے ہیں کہ مجروح کو ہمیشہ رنج وغم ہی میں رکھتے ہیں نیک عقلمند کو چاہیے کہ وہ کبھی یہ تیر جنکا زخم اچھا نہیں ہوتا نہ چھوڑے۔ وہ شخص بدنصیب ہے جسکا کلام ایسا تیز ہو کہ وہ لوگوں کے دلوں کو تیر کی طرح چھیدے۔ اُس کے ہونٹوں پر موت کی دیبی بیٹھی رہتی ہے۔ (بہت سے آدمیوں کی باتیں چکنی چپڑی تیل سے زیادہ نرم ہوتی ہیں مگر وہ ننگی تلواریں ہوتی ہیں ان کی زبان تیز تلوار ہوتی ہے)

(۹۵) تنبیہ و نصیحت سے بے پروا ہونا

جو خود پسند و خود رائے ایسا ہی جو اپنے ہوا خواہ نیک دوستوں کی نصیحت و تنبیہ کو نہیں مانتا وہ اپنے دشمنوں کا دل خوش کرتا ہی۔ یہ بڑی بدنصیبی کی نشانی ہی کہ جو یار غمخوار نیک راہ بتائیں اُس سے کوئی انحراف کرے۔ جو دوست کی نصیحت گو وہ تلخ ہوتی ہی نہیں سُنتا ہی۔ وہ مصیبت میں پڑتا ہی اور آخر کو افسوس کرتا ہی کہ میں نے اس کو کیوں نہ مانا۔

(۹۶) دوستی

عقلمندوں کا قول ہی کہ جو دوست پریشاں حال اور مصیبت زدہ کی دستگیری میں کوشش نہیں کرتا اور اسکو تسلی و تشفی اپنے مقدور کے موافق نہیں دیتا وہ بڑا سنگدل بے رحم ظالم ہی۔ اگر کوئی شخص اپنے دوست کو ایک بُرے کام سے روکنے میں اُس کے بال بھی پکڑ کر گھسیٹ لے تو بھی کوئی اُس کو بُرا نہ کہے گا۔ کیونکہ وہ اُس کی بھلائی سب طرح سے اپنے مقدور کے موافق چاہتا ہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ دوست کی عمدہ نشانی یہ ہی کہ وہ دوست کی ثروت اور امارت کو کبھی کافی نہ سمجھے۔ اُس کا بڑھنا ہمیشہ چاہے اور اُسکو اپنا افتخار سمجھے رشک و حسد نہ کرے۔ اور اس کے گھٹنے سے کڑہے۔ جو شخص تمھارے ساتھ خوشی اور رنج میں شریک حال ہو اور وہ تمھارے رنج کو اپنی تکلیف جانے اور تمھارے رنجوں کو دور کرے۔ تمھاری غلطیوں کو درست کرے تو ایسے دوست پر تم ایسا اعتبار کرو جیسے کہ اپنے باپ پر یا بھائی پر۔ ثابت جُڑی ہوئی چیزوں کا الگ کرنا مشکل ہے اور ٹوٹی ہوئی چیزوں کا جوڑنا دشوار ہے۔ پس دوستی محکم جب شکستہ ہو جاتی ہی اور وہ پھر جُڑ جاتی ہی تو اُس میں محبت سے جو وابستگی تھی وہ نہیں رہتی +

(۹۷) نیک نصیحت کرنا

ایسے آدمی بہت آسانی سے مل جاتے ہیں کہ وہ باتیں ایسی کہیں جو لوگوں کی پسند خاطر ہوں۔ بادشاہوں کے درباروں میں ایسے بھولے درباری بہت ہوتے ہیں شعر۔

(اگر شہ روز را گوید شب ست ایں ✦ بباید گفت اینک ماہ و پروین)

مگر ایسے کہنے والے کہ جنکی باتیں ناگوار خاطر ہوں مگر آخر کو فائدہ مند ہوں مشکل سے ملتے ہیں اور اُن کے سُننے والے اُس سے بھی زیادہ دشوار سے دستیاب ہوتے ہیں۔ جو نیک صفات اپنے فرض کو سمجھتے ہیں وہ یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ ہماری باتیں لوگونکو ناگور ہوں گی یا گوارا وہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ابتدا میں تلخ اور ناگوار معلوم ہوتی ہیں مگر مآل کار اُن کا اچھا ہوتا ہے۔ بادشاہوں کو چاہیے کہ وہ اُنھیں آدمیوں کو دوست بنائیں جو تلخ بولتے ہیں اور کانونکو صدمہ اور دل کو آزار پہنچاتے ہیں۔ اور اُن آدمیوں سے دور بھاگے جو بالفعل اپنی میٹھی باتوں سے دل خوش کر دیتے ہیں اور مآل کار میں اُن کا زہر چکھنا پڑتا ہے۔ آدمی پر فرض ہے کہ وہ باتیں کہے جو سچی ہوں اور لوگونکو پسند خاطر بھی ہوں۔ مگر ایسی باتیں نہ کہے کہ لوگوں پر ناگوار گذریں گو وہ سچ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور نہ ایسی باتیں کہے کہ وہ لوگوں کے دل پسند ہوں مگر جھوٹی ہوں۔ بس یہی قانون کُلیہ ہے۔

(۹۸) تعریف و ہجو کرنا

جو آدمی تمھارے مُنہ پر تمھاری خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بُرائیاں۔ اُن کا حال اُس کُتے کا سا ہے کہ جو سامنے مقابلہ کرنے سے ڈرے اور پیچھے جاکر کاٹ کھائے۔ جو ناحق شناس تمھاری مدح و ذم کریں اُن کو ایسا سمجھو کہ جنگل میں بہت سے کوّے کائیں کائیں کا غل مچا رہے ہیں جو خراب آدمی علی الاعلان لوگوں میں بُرا کہتے ہیں اور تبرّا بھیجتے ہیں وہ اپنی خطائیں ایسی ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ سانپ اپنے پھن کو نکالتا ہے۔ جو شخص ایسے بُرے آدمی سے جو اپنا مقتضائے طبع دکھا رہا ہے عوض لینے کا ارادہ کرے وہ احمق گدھا ہے کہ جو میل کچیل میں پڑے رہنے کو پسند کرتا ہے +

(۹۹) عاقبت اندیشی و ناعاقبت اندیشی

(۱) جو ہشیار دل اور بیدار مغز ہوتے ہیں وہ تمام واقعات کے رُخ الٹ پلٹ کر دیکھتے رہتے ہیں۔ اُن پر جو سخت بلائیں آنے والی ہوتی ہیں اُن کے دفع کرنے کے لیے وہ پہلے سے بہادرانہ آمادہ ہوتے ہیں۔ جب اُنپر مصائب کا ہجوم حملہ آور ہوتا ہے تو وہ متحیر اور مضطر نہیں ہوتے۔ گو ان مصائب سے مغلوب ہو جائیں مگر وہ اُن کے صدموں سے ایسے ضعیف نہیں ہو جاتے کہ پھر اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے اُٹھ نہ سکیں کبھی وہ مایوس ہو کر بیدل نہیں ہوتے۔ وہ اُن کے دفع کرنے کا ارادہ کرتے ہیں آیندہ امید بہبود رکھتے ہیں۔ مگر ناعاقبت اندیش یہ نہیں جانتے کہ ہمارے سر پر بلا سوار ہونے کو ہو اُسکے علاج کی تیاری کرنی چاہیئے۔ بلکہ جب بلامیں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اُنکو ستاتی ہو اور کچل ڈالتی ہو اُس وقت جانتے ہیں کہ مصیبت سے بالکل تباہ اور خراب خستہ ہو گئے اب کوئی چارہ نہیں اور آیندہ بہبود کی امید نہیں۔

(۲) عاقبت اندیش پہلے سے یہ سوچ لیتا ہی کہ اگر میں کام کرونگا تو کیا میرے آگے پیش آئیگا۔ اور اگر نہ کرونگا تو مجھے کیا امید کرنی چاہیئے۔ جب ان دونوں پہلوؤں کو خوب سوچ لیتا ہی اور اُن کے نفع ونقصان کی اچھی طرح جانچ کر لیتا ہی تو وہ ایک پہلو کو اختیار کرتا ہی۔

(۱۰۰) کامیابی

کامیابی کے لیے ضرور ہی کہ جو اتفاقات پیش آنے والے ہیں اُن کے واسطے دور اندیشی کیجائے اور جو کچھ پیش آئے اُسکا تیزی اور پھرتی سے مقابلہ کیا جائے۔ اگر اُس میں غلطی اور ڈھیل اور سستی ہو گی تو ناکامیابی رہے گی۔ کامیابی کے واسطے حزم اور ہمت کی ضرورت ہے۔ جو شخص نقصان اور زیان کا مقابلہ بہادرانہ نہیں کرتا وہ کبھی فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ مگر جو شخص مقابلہ کرتے ہیں اور زندہ بھی رہتے ہیں تو وہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

کامیابی کے لیے ضرور ہی کہ انسان کو اپنی عقل اور سمجھ پر بھروسہ ہو۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ کبھی اپنے تئیں ذلیل اور حقیر نہ جانے کیونکہ جو شخص اپنے تئیں ایسا جانتا ہی اُسکو کوئی کامیابی اعلےٰ درجہ کی

نہیں حاصل ہوگی اے میری جان اگر تم کسی کام میں اول اپنی سعی کے اندر ناکام رہو تو یہ نہ سمجھو کہ ہم نالائق ہیں دُنیا میں بہت سی چیزیں موجود نہیں ہوتیں وہ موجود ہو جاتی ہیں اور جو موجود ہوتی ہیں وہ معدوم ہو جاتی ہیں اسلئے آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی کامرانی کے لئے تا دم مرگ کوشش کئے جاوے اور کبھی اپنی ناکامی سے مایوس نہ ہو - اور یہ نہ سمجھے کہ جس بات کو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں حاصل ہوگی [اُسکے تضاد بعض عاقلوں کی یہ رائے ہے کہ جو شخص اپنے تئیں کافی سمجھتا ہو وہ نیک و اچھا آدمی نہیں ہوتا جو آدمی اپنے تئیں ناقص حقیر جانتا ہے وہی محنت و کوشش کرتا ہے اور کافی ہوتا ہے] -

(۱۰۱) نڈر ہونا

جو سچے بہادر ہیں وہ سخت سے سخت آفتوں اور بلاؤں کے اندر پھنسنے کو کچھ نہیں سمجھتے - وہ کالی بلاؤں کے امتحان میں بھی پورے ہی اُترتے ہیں - نہ جنگلوں کی وحشت اور تاریکی اُنکو ڈراتی ہے نہ وحشی جانوروں کی آوازیں دہشت ناک اُن کو خوف دلاتی ہیں نہ کوئی ہل چل نہ میدان جنگ میں ننگی تلواروں کا چمکنا تیروں کا اولوں کی طرح برسنا اُن کے دل میں خوف و ہراس پیدا کرتا ہے - نہ بدن کو لرزاتا ہے +

(۱۰۲) تاخیر

انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے خوش حال بنانے میں نہایت مستعدی اور چستی و چالاکی سے اُس وقت کوشش کرے کہ جب جسم تندرست ہو ضعیفی بہت دور ہو - اور طاقت خوب ہو اور عمر رسیدہ نہ ہو اُس سے کیا فائدہ ہے کہ جب گھر جل رہا ہو تو پانی نکالنے کے لئے کنواں کھودا جاوے - اور دریا کا پانی جب کہ پھیل جاوے تو بند باندھا جاوے - تاخیر اور ٹالم ٹولا کرنے کی عادت نہ کرو جب کسی کام کرنے کا موقع آوے اور وہ اُس وقت نہ کیا جاوے تو مشکل ہے کہ وہ پھر ہاتھ آوے - آدمی کو چاہیئے کہ وہ پہلے ہی موقع پر اپنے کام کو حتی الوسع کوشش سے کرے - تا کہ پھر اُسکو افسوس نہ آوے کہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا +

(۱۰۳) غم کا بہتر علاج

انسان نے رنج و غم میں مبتلا ہونے کی بیماریوں کا علاج نہ شجاعت سے نہ دوستوں کی جماعت سے ایسا

ہوسکتا ہے جیسا کہ اپنے نفس کو بس میں کرنے سے۔ اور نفس کا انسان کے بس میں کر دینا علم کا کام ہے یہ علم ہی میں قدرت ہے کہ وہ امراض جسمانی کا علاج دواؤں سے کر دیتا ہے اور روحانی امراض کا درمان دانش و حکمت سے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنے تئیں بچہ نہ بنائے۔ کہ اُن دونو امراض سے اذیت پائے

(۱۰۴) عاقلوں کی نشانیاں

کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ سیکڑوں خوف اور ہزاروں غم بیوقوفوں کو تکلیف نہیں دیتے مگر عاقل اُن سے ایذا نہیں پاتے اور نہ مصائب اور آفات سے مغلوب ہوتے ہیں وہ آدمی عاقل ہے جو اُس چیز کے حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے جو حاصل نہ ہوسکے نہ وہ اُس چیز کا غم کرتے ہیں جو کھوئی جائے۔

(۱۰۵) ظاہری حالت پر ہمیشہ اعتبار کرنا نہیں چاہیے

آسمان محدود معلوم ہوتا ہے کرم شب تاب (جگنو) میں آگ نظر آتی ہے۔ مگر آسمان محدود نہیں نہ جگنو میں آگ ہے۔ بس ایسی بہت چیزوں کی ظاہری حالت ہمارے حواسوں کو دہوکا دیتی ہے۔ اسلیے ہم کو چاہیے کہ اُن دہوکوں کی خوب تحقیق کرکے کسی بات کو سچ جانیں۔ اُس سے ہم دہوکہ میں نہیں پڑیں گے اور تکلیف نہیں اُٹھائیں گے +

(۱۰۶) قناعت

طامع طمع سے کیا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اُسکی کوئی حد نہیں جسپر وہ پہونچ سکے۔ قانع قناعت سے اعلیٰ درجہ کی مسرت اُٹھاتا ہے۔ جو شخص علم کی راہ میں ثابت قدم ہے وہ طمع کرنیکے واویلا نہیں مچاتا ہے بلکہ وہ بڑی سعادت و مسرت جاودانی میں رہتا ہے۔ طامع خواہ کیسا ہی دولت مند ہوجائے مگر وہ اُسکی افزائش سے باز نہیں رہتا۔ مگر عاقل قانع ہوتا ہے بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جو کچھہ اُن پاس ہوتا ہے اُسکو حقیر جانتے ہیں اور اُس سے اُسکے سوا حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں جاڑے میں موسم گرما کی گرمی چاہتے ہیں اور گرمی میں جاڑے کی برف۔

بعض اپنی پیدائش ہی کے ساتھہ بہت سے عیش و عشرت کے سامان رکھتے ہیں بعض بہت سی مصیبت کا مگر کامل خوشی دنیا میں کسی کو نہیں حاصل ہے۔ جب دولت مند ہوجاتے ہیں تو بادشاہ بننا چاہتے ہیں

جب بادشاہ ہو جاتے ہیں تو دیوتا بنا چاہتے ہیں جب دیوتا ہو جاتے ہیں تو اندر ہونے کی آرزو کرتے
ہیں۔ غرض کوئی حالت ایسی نہیں جس پر بس کریں آرزو پر آرزو اور ہوس پر ہوس کرتے جاتے ہیں
قناعت نہیں کرتے۔ جیسے آگ برابر گھی ڈالنے سے اور زیادہ بھڑکتی جاتی ہے۔ ایسے ہی طامع کی طمع
آرزوؤں کے پورا ہونے سے اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ زمین اور اُنکے جواہر۔ سونا۔ مویشی۔ عورتیں
یہ سب کچھ طامع کو مل جائیں تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا۔ طمع ایسی بیماری ہے کہ احمق کو تادم مرگ لگی
رہتی ہے۔ وہ ضعیف ہو جاتا ہے مگر یہ ضعیف نہیں ہوتی بلکہ اور قوی زیادہ ہو جاتی ہے۔ طمع پر لعنت
بھیجو تاکہ قناعت سے برکت وسعادت حاصل ہو۔

(۱۰۷) دولت کی برائی قناعت کی تعریف

جیسے نیستان میں آگ اُسی سے نکل کر اُسکو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ ایسے ہی احمق اپنے دل کی طمع
وحرص کی آگ کے بھڑکنے سے جل جاتا ہے۔ دولتمندوں کے پیچھے۔ حاکم۔ آگ۔ پانی۔ چوروں۔
رشتہ داروں کا خوف ایسا لگا رہتا ہے جیسے کہ جانداروں کے پیچھے موت کا۔ اُن میں سے ہر ایک اُس کی
دولت چھیننی چاہتا ہے۔ دولتمند کو شکار کرنے کے لئے ہر جگہہ لوگ ایسے پھرتے ہیں جیسے گوشت پر
آسمان میں پرندے۔ زمین پر درندے۔ پانی میں مچھلیاں بعض آدمیوں کو دولت کا جمع کرنا مضر ہوتا
ہے۔ جو اسکے حاصل کرنے میں فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں وہ نہیں اُٹھاتا۔ افزائش دولت حماقت اور طمع۔
کنجوسی۔ غرور۔ خوف بڑھاتی ہے۔ عاقلوں کے نزدیک دولت انسان کے غم وفکر وتردد کو بڑھاتی ہے
دولت کے حاصل کرنے میں اُسکی حفاظت کرنے میں اُسکے گھٹنے دینے میں انسان کو بڑی جانفشانی
کرنی پڑتی ہے۔ وہ دولت کی خاطر اوروں کو مار ڈالتے ہیں احمق طامع ہوتے ہیں عاقل قانع ہوتے
ہیں طمع کی کوئی حد مقرر نہیں اسلئے عقلا کے نزدیک قناعت کی برابر کوئی اعلیٰ درجہ کی راحت نہیں
جوانی۔ خوبصورتی۔ زندگی۔ جواہر کا خزانہ۔ شاہانہ حکومت۔ احباب واعزا کی صحبت سب چند روزہ ہیں
اسلئے عاقل شوق سے اُنکے ساتھ دل بستگی نہیں پیدا کرتا۔ جو شخص دولت کو نیک کاموں کے واسطے حاصل
کرنا چاہتے ہیں بہتر ہے کہ وہ اُسکو ایسے کاموں کے لئے بھی نہ حاصل کریں اسلئے کہ یہ بہتر ہے کہ گرد کے پاس

نہ جائیں۔ بہ نسبت اس کے کہ گرد آلودہ ہو کر گرد کو دہوئیں۔

(۱۰۸) دولت کی تعریف

آدمی جو محنت۔ تکلیف اُٹھا کر دولت جمع کرتا ہی تو اُس کو اپنی کارروائی کے اسباب حاصل ہوتے ہیں دولت سے آدمی نیک کاموں کے چشمے ایسے جاری کرتا ہی جیسے پہاڑ سے چشمے جاری ہوتے ہیں جب دولت نہیں ہوتی تو سارے کام ٹھہر جاتے ہیں جیسے کہ تالاب قحط باراں میں سوکھ جاتے ہیں دین دُنیا دونوں کے کام دولت سے چلتے ہیں یہ دولت مندوں ہی کا کام ہی کہ وہ نیک کاموں کے واسطے زر کو ہاتھ سے دیتے ہیں دولت مند کے پاس دوستوں کا لشکر ہوتا ہی۔ خوشامدیوں کا ایک گروہ اُسکے آگے سر جھکاتا ہی رشتہ دار انکو اپنے رشتہ کا اُسکے ساتھ فخر ہوتا ہی۔ خدمتگاروں کی طرح اُسکی خدمت کرتے ہیں اُسکا نام ہمیشہ تعظیم سے لیتے ہیں اُسکو امیر۔ عالم۔ عاقل کہتے ہیں اُسکی بات بات کو حکمت کا مقولہ بتاتے ہیں جو آدمی دولت کی گود میں پلتے ہیں وہ غریب آدمیوں کو بہول جاتے ہیں مفلس اور پاجی کو برابر سمجھتے ہیں اُسکی عاقلانہ باتوں کو بھی دیوانگی سمجھتے ہیں۔ گناہ گار اور غریب و نوا ایک سے غمگین رہتے ہیں مفلس کو لوگ حقارت سے دیکھتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی شریف خاندان کا ہو تو بھی اُسے کمینہ پاجی جانتے ہیں غرض دُنیا میں مفلس کو سختی اُٹھانی پڑتی ہی۔ وہ ناخوش رہتا ہی۔ وہ عبادت بھی نہیں کر سکتا جس سے اُسکی رستگاری عقبیٰ میں ہو آدمی کی زندگی بغیر دولت کے بے لطف ہی مفلس آدمی اپنے مطلب کے حاصل کرنے میں سخت کوشش کرتا ہے تو بھی وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ دولت دولت کو پکڑ کر ایسی اپنے پاس لاتی ہے جیسے ہاتھی ہاتھی کو پکڑ لاتے ہیں۔ خوشی۔ نیکی۔ صبر۔ غصہ۔ علم۔ غرض یہ سب چیزیں دولت کے پیدا ہوتی ہیں۔ دولت سے دولت پیدا ہوتی ہی۔ دولت سے آدمی اشراف بنجاتا ہی۔ نیکی زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہ بے چارہ بیکس جس کے پاس نہ گھوڑے ہیں نہ مویشی نہ نوکر نہ جس کے دسترخوان پہ کہانے والے وہ اصل میں حقیر و لاغر ہے نہ وہ جس کا بدن دُبلا ہے۔

(۲) جو باپ دادا کی دولت ورثہ ترکہ میں ملتی ہے اُسکو بے دردی سے فضول خرچ کر ڈالتے ہیں مگر جو اپنی کمائی کی دولت ہوتی ہی اُس کو مُفت نہیں کہوتے اسلئے کہ اُسکے جمع کرنے میں بڑی محنت و مشقت

اٹھانی پڑتی ہے وہ بہت عزیز ہوتی ہے۔

(۱۰۹) دولت سے اکثر نقصان ہوتے ہیں

میں نے حکومت شاہانہ اور افلاس گدایانہ کا آپسمیں خوب مقابلہ کیا ہے۔ اور اُن کو باہم تولا ہے تو یہ تحقیق ہوا کہ افلاس کی خوبیونکو شاہانہ حکومت پر ترجیح ہے۔ اُن دونو حالتوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ دولتمند آدمی ہمیشہ فکر و تردد میں ایسا رہتا ہے جیسے کہ کوئی موت کے مُنہ میں بیٹھا ہوا ڈرتا ہے۔ مگر جب آدمی دولت کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو وہ آزاد ہوجاتا ہے نہ اُسکو کوئی خواہش ہوتی ہے نہ آگ نہ کوئی اور آفت۔ نہ موت۔ نہ چور ونکا خوف اُسپر غلبہ کرتے ہیں دیوتا بھی ایسے آدمی کی تعریف کرتے ہیں کہ جہاں وہ چاہتا ہے پڑا پھرتا ہے۔ بچھونے بغیر سوتا ہے۔ اور اپنے بازوں کو تکیہ بنالیتا ہے۔ اُسپر سر رکھکر آرام سے خواب کرتا ہے۔ دولتمند آدمی کو غصہ ہوتا ہے حرص کرتا ہے۔ دل میں نیکیوں پر جھاڑو دیتا ہے۔ لوگونکو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ چہرہ افسردہ رہتا ہے۔ شرارت کرتا ہے چین بجبیں رہتا ہے۔ ہونٹونکو کاٹتا ہے۔ تند مزاج رہتا ہے۔ نالائق الفاظ بولتا ہے۔ اگر ساری زمین وہ کسی کو عطا کرے تو کوئی اُس پاس نہیں جاتا ہے۔ دولت کا برابر پاس رہنا اُس کی سمجھ کو ایسا پراگندہ کردیتا ہے جیسے کہ خزاں کے ابر کو ہوا پریشان کرتی ہے۔ دولت اور حسانت کا غرور اُس کے دماغ میں سما جاتا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں شریف زادہ ہوں میں پاک باطن ہوں غرض میں آدمی سے بڑھکر ہوں۔ اِن باتوں کے خیال سے فہم و عقل بگڑجاتی ہے۔ وہ شخص عیش و عشرت میں ڈوبتا ہے کہ جو دولت کا سرمایہ ورثہ ترکہ میں باپ سے ہاتھہ لگا تھا اُسکو خرچ کر ڈالتا ہے مفلس ہوجاتا ہے پھر وہ اوروں کی دولت کی تاک لگاکے مارنے کو اچھا سمجھتا ہے جب وہ یہہ بدمعاشی شروع کرتا ہے تو حاکم اُسکو وطن سے ایسا نکالدیتا ہے جیسا کہ ہرن کو شکاری اپنے منتروں سے۔ جب تک سب چیزوں کو آدمی نہ چھوڑے خوش نہیں رہ سکتا۔ نہ سعادت عقبیٰ اُس کو حاصل ہوسکتی ہے۔ نہ وہ بے خوف ہوسکتا ہے۔ ایسے لوگ بڑے بزرگ ہوتے ہیں دولتمند جو دولت کے نشہ میں مست نہ ہو۔ جو جوان اپنی جوانی کا گھمنڈ نہ رکھتا ہو۔ جو حاکم آرام طلب و بے خبر نہ ہو۔

(۱۱۰) دولت حاصل کرنیکے لئے آدمی سب سختیاں اٹھاتا ہے

کوئی تکلیف اور محنت ایسی نہیں ہے جو انسان دولت حاصل کرنے کے لئے نہ برداشت کرے۔ وہ اسکے لئے کوئی اپنی سعی اور کوشش کا دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ دشمنوں کی ننگی تلواروں کے سامنے بہادرانہ جاتا ہے۔ سمندروں کی لہروں کے نیچے غوطہ زنی کرتا ہے۔ سونے کی کان کی تلاش میں اپنی جان کو ہتیلی پر لئے پھرتا ہے۔

(۱۱۱) اپنی خودستائی اور اوروں کی عیب جوئی

آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں جو اوروں کی عیب گوئی کروں گا تو میری خوبیوں کی بزرگی اُس سے ظاہر ہوگی بلکہ اُس کی اپنی ذات میں ایسی خوبیاں اور نیکیاں پیدا کرنی چاہئے جس سے وہ اوروں سے زیادہ بزرگ حقیقت میں ہوجائے۔ جو بے ہنر لیاقت سے خالی ہوتے ہیں وہ اپنی تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے نیک نہ ہونے کے سبب سے اوروں کے برائیاں چھانٹتے ہیں اور عیب اور بدیاں کرتے ہیں۔ جب اُن کو نصیحت کرو کہ تم اپنی بری عادت کو چھوڑو تو وہ اور اینٹھتے ہیں اور اور زیادہ تر اپنے تئیں اور آدمیوں سے برتر جانتے ہیں۔ جو عاقل و نیک کردار ہیں اُنکی شہرت و ناموری بغیر اُس کے ہوجاتی ہے کہ وہ کسی اور خط کو اعلان کریں۔ وہ اپنی ستائش کی فرمائش کسی پر نہیں کرتے ہیں۔ گو وہ خود نہیں بولتے مگر اُن کی عقل و دانش کی خوشبو دور دور ایسی پھیلتی ہے جیسے کہ آفتاب کی روشنی آسمان میں بغیر کسی شیخی مارنے کے۔ دُنیا میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ اپنی تعریف مین زبان نہیں ہلاتے مگر اُن کی چمک دمک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ جو شخص عقل سے خارج ہے وہ کچھ خودستائی سے فروغ نہیں پاسکتا۔ جو عاقل علم رکھتا ہے خواہ وہ ایک گڑھے میں کیوں نہ بیٹھا ہو اسکو دُنیا میں فروغ ہوتا ہے۔ بُری بات خواہ کیسی ہی دھوم دہام سے مشتہر کیجائے وہ بہرہ نہیں سُنائی دیتی۔ مگر عمدہ بات خواہ کیسی ہی باریک آواز سے کہی جائے وہ بہت جگہہ سُنائی دیتی ہے اور وقعت حاصل کرلیتی ہے۔ جو مغرور احمق ہنر سے خالی ہوتے ہیں وہ بہت بکواس کرکے اپنی لیاقت کو دکہاتے ہیں جیسے کہ آفتاب اپنی کرنوں کی آتش مزاجی۔ آگ روشن ہوتی ہے۔ تو وہ کچھہ غل نہیں مچاتی۔ آفتاب چپ چاپ چمکتا ہے۔ زمین خاموش تمام بے جان

اور جانداروں کا بوجھ اُٹھاتی ہے۔ اِس طرح نیک آدمیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی نیکیاں جب جاب ظاہر کریں یہ بات تو ملکشوں کے لئے بھی مشکل نہیں ہے کہ وہ اپنی نیک نیتی زبان سے بیان کریں۔ مگر مشکل تو یہ ہو کہ نیک نیتی کے موافق کام کریں سو یہ کرنا بڑے عاقلوں اور پرہیزگاروں کا کام ہے۔ آگے اور قوموں کے مقولے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) سقراط کا قول ہے نیک آدمیوں کی شہرت کسی اور طرح سے سوا اُسکے نہیں ہوسکتی کہ جیسا وہ نیک مشہور ہونا چاہتے ہیں ویسا اپنے تئیں کرکے دکھادیں۔

(۲) جو شخص اپنے تئیں نیک بنانا چاہتے ہیں وہ کوئی اسکا نشان اور علم نہیں بناتے اور پیشانی پر تمغا نہیں لگاتے بلکہ دراصل وہ نیک ہوجاتے ہیں اسلئے نیک نظر آتے ہیں۔

(۳) جو نیک ناموں کے بدنام کرنے والے ہیں وہ نیکوں کی نیکیاں بیان کرنی اور اُن کا سیکھنا پسند نہیں کرتے مگر اُن کی برائیاں بیان کرنی اور سیکھنی اُن کو دونو پسند ہیں۔

(۴) بُرے آدمی اوروں کی برائیاں سُنکر بڑے خوش ہوتے ہیں اور نیکیاں سُن کے ملول۔

(۵) جو آدمی نالائق ہوتے ہیں وہ بھی نہیں جانتے کہ بُرا بھلا کیا ہوتا ہے اُن میں خود لیاقت نہیں ہوتی کہ وہ اوروں کی لیاقت کی قدر کریں۔

(۶) اوروں کی عیب گیری میں بہت آدمی بڑے تیز ذہن ہوتے ہیں مگر اپنے قصوروں اور عیبوں کے جاننے میں نہایت غبی و کُند ذہن۔ اول تو اپنے عیب جانتے نہیں اور جو جانتے ہیں تو جلدی بھول جاتے ہیں۔

(۷) اس سے زیادہ کیا کوئی احمق ہوگا کہ وہ اوروں کو اُن عیبوں پر لعنت ملامت کرے جو اُس کی خود ذات میں موجود ہوں۔

(۸) بے شمار آدمی ہیں جو اوروں کے عیب جانتے ہیں مگر بہت تھوڑے ہیں جو اوروں کے ہنر پہچانتے ہیں مگر یہ امر نہایت مشتبہ ہو کہ کوئی شخص اپنے عیب بھی جانتا ہو۔

(۹) اوروں کے ضعف و عیب اگرچہ وہ رائی کے دانہ کی برابر ہو اُنگلی رکھتے ہو مگر اپنے عیب کو نہیں دیکھتے جو بلوط کے پھل کی برابر ہے۔

(۱۰) بدصورت آدمی جب تک آئینہ نہیں دیکھتا اپنے تئیں اوروں سے زیادہ خوبصورت جانتا ہے۔ اور جب وہ آئینے میں اپنی صورت کی زشتی کو دیکھتا ہے تو اپنے میں اور غیروں میں فرق جانتا ہے۔

(۱۱) اوروں کے نصیحت کرنے کا ہنر آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر خود اپنے تئیں راست بازی کی نصیحت کرنے کا ہنر مشکل سے آتا ہے۔ وہ چند عاقل نکوکاروں ہی کو آتا ہے۔

(۱۲) انسان کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اور آدمیوں کے معاملات اور مقدمات کو زیادہ عدالت سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ بہ نسبت اپنی ذات کے مقدمات کے اُسکا سبب یہ ہے کہ اپنے ذاتی مقدمات میں رنج و خوشی عدالت سے باز رکھتی ہے۔ آدمی کے حق میں جیسا غیر آدمی منصف ہو سکتا ہے ایسا کوئی خود نہیں ہو سکتا۔

(۱۱۲) اتفاق

ایک درخت جو اکیلا کھڑا ہے اور اُسکی دور تک زمین میں جڑ پھیلتی ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا مضبوط ہو ہوا کے جھکڑوں سے جڑ پیڑ سے اکھڑ کر گر جائیگا۔ مگر وہ بہت سے درخت جنکی جڑیں مضبوط ہیں اور آپسمیں ملی ہوئی جھُنڈ کے جھُنڈ کھڑے ہیں وہ کیسی ہی تُند ہوا چلے اُسکا مقابلہ کرینگے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں۔ بس ہوا اور اکیلے درخت کی طرح اکیلے آدمی کو خواہ کیسی ہی اُس میں صفات ہوں بہت سے دشمن مغلوب کر لینگے۔ جن عزیز اقارب و رشتہ داروں میں رشتۂ اتحاد مستحکم ہوتا ہے وہ ایسے ہی سرسبز و شگفتہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ تالاب میں کنول کے پھول۔ یا مثل جنگل کے درختوں کے جو یکجا جمع ہوں۔ طاقت ور دشمن کو بہت سے کمزور آدمی مل کر اس طرح غارت کر سکتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں شہد کے جمع کرنے والے کو جس شخص کے رشتہ دار بہت سے نیک و دلیر ہوں تو وہ خوشی سے رہتا ہے اور مصیبت نہیں اُٹھاتا ہے۔ جو لوگ ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں وہ خوش حال و طاقتور رہتے ہیں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی خوشی کا باعث ہوتے ہیں تاگے خواہ کتنے ہی پتلے اور لمبے ہوں۔ اگر ایک سے بہت سے ہوں تو وہ سب ملکر ایسا رسہ بنلتے ہیں جو ہاتھی کو باندھ لیتا ہے۔ رشتہ داروں کا حال جلتی لکڑیوں کا سا ہوتا ہے کہ اُن کو الگ الگ رکھو تو دھواں اُٹھتا ہے اور ملا کر رکھو تو شعلہ۔ اگر شیروں کو جنگل پناہ نہ دیں تو شکاری اُن کو کب چھوڑیں اور جنگل کی حفاظت شیر نہ کریں تو لکڑہاروں کی کلہاڑیاں کب جنگل کو

رہنے دیں۔ صاف میدان بنا دیں بس یہ اتفاق ہی کا نتیجہ ہے کہ دو نوشیر اور جنگل ایک دوسرے کو بچاتے ہیں گھر میں سب کا یکدل ہونا اور دشمنی سے بیزار ہونا اتفاق کا منتر ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسا خوش ہونا چاہیے جیسے گائے اپنے بچھڑے کو دیکھ کر+

(۱۱۳) ادنی سے ادنی دشمن کی بھی حقارت نہیں چاہئیے

(دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد)

ادنی دشمن کو بھی حقیر نہ جانو۔ اُس کو ایسا سمجھو جیسے ایک چنگاری جو بہت سے نیستانوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے جب تم کو کسی مکار دشمن سے لڑنا پڑے تو جان لو کہ اُسکے بازو بڑے بڑے ہیں خواہ تم سے کتنی دور وہ ہو تم کو اُس سے غافل رہنا نہیں چاہیے۔ جب اُن کو کوئی تکلیف دیگا وہ ضرور اُس سے عوض لینگے جب کسی لائق آدمی کے ساتھ متفق نہ ہو تو اُس سے بے کھٹکے نہیں رہنا چاہیے۔ جب کسی ایسے شخص سے لڑائی ہو کہ اُسکو بہت مضرت پہنچانے کا اختیار ہو تو بھی اُس سے غافل نہ بیٹھو جب تمہاری کسی زبردست سے لڑائی ہو تو یہ خیال کرکے کہ ہم اُس سے بہت دور ہیں بےخبر نہ بیٹھو وہ تو باز کی طرح دور سے ہی جب تمکو غافل دیکھے گا آن کر دبوچ لیگا جب تک زمانہ نہ بدلے اپنے دشمن کو کندھے اور سر پر بٹھاؤ۔ اور جب وقت آجائے تو دشمن کو اس طرح پھینک کر غارت کر دو جیسے مٹی کے برتن کو پتھر پر پھینک کر توڑتے ہیں

(۱۱۴) بیویوں کو اپنے خاوندوں سے محبت چاہیئے

سری کرشن کی بیوی سیتا بہاما تھی اور دروپدی پانچ پانڈوں کی بیوی تھی یہ اتفاق سے دونو آپس میں ملیں اور ہنسی خوشی باتیں ادھر ادھر کی کہنے لگیں ان دو عالی رتبہ نیک بختوں میں یہ گفتگو ہوئی جو ہم نیچے لکھتے ہیں۔

سیتا بھاما۔ اے میری پیاری دروپدی تم یہ تو بتاؤ کہ کیونکر تم اپنے خاوندوں کو اپنے کہنے میں رکھتی ہو وہ تمہارے شہزادے خاوند جو دیوتاؤں کی مانند ہیں اور وہ قوی اعضا مغرور جو کبھی کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے تمہارے کیسے وہ فرمانبردار ایسے ہو گئے ہیں کہ تمہارے منہ کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا اُن کو حکم تم دیتی ہو۔ اور وہ تمہارا حکم عدولی جانتے ہی نہیں مجھے تم بتلاؤ کہ تم کیا جادو منتر اُن پر کرتی ہو کیا من موہنی تدبیر عمل میں لاتی ہو۔ کونسی جڑی بوٹی اُنکو کھلا دیتی ہو۔ کونسی ایسی عبادت ریاضت

کرتی ہو کہ ایسے جوانمرد اور خود مختار ہو کر تمہارے زیر فرمان ہو جاتے ہیں مجھے تم کسی نہ کسی طرح یہ بتلاؤ کہ وہ کیا حکمت ہے کہ جس سے تمام سہاگ بھاگ کی خوشیاں تم مناتی ہو۔ میری بھی یہہ دلی آرزو ہے کہ میں اپنے پت کو بھی تمہاری طرح اپنے کہنے میں رکھوں۔ جب درو پدی نے یہ باتیں سُنیں تو اُس نے نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ یہہ باتیں کہیں۔

درو پدی۔ تم نے جو سوال مجھسے پوچھے ہیں وہ تمہاری شان کے لائق نہیں ہیں میں تم کو بڑا مقدس اور متبرک جانتی ہوں۔ جن شرارت آمیز باتوں کا تم نے مجھپر خیال کیا ہے کہ میں خاوندوں کے مطیع کرنے میں اُن کو کام میں لاتی ہوں۔ وہ ایسی ہیں کہ سوا پاجی عورتوں کے کوئی بھلی مانس عورت کام میں نہیں لاتی۔ بھلا نیک بخت بیویاں ایسی بیحیائی کی حرکتیں کب کرینگی؟ کہ وہ خاوند پر جادو منتر کرینگی۔ یہہ تو پرلے درجہ کی احمق عورتوں کا کام ہے کہ وہ خاوندوں پر جادو منتر کرتی ہیں اور جھاڑی بوٹی اُن کو کھلاتی ہیں جب خاوند یہہ جانیگا کہ گھر میں بیوی مجھے دوائیں کھلاتی ہے اور مجھپر جادو منتر کرتی ہے تو اپنے گھر سے ایسا ہی وہ ڈریگا گویا کہ اُس میں سانپ بیٹھا ہے۔ کیسی وہ عورتیں ہیں کہ جنہوں نے اپنے خاوندوں کو دوائیں کھلا کھلا کر اُن کو مُستسقی۔ مبروص۔ مجنون ضعیف القوی بنا دیا؟ کیا تم بھی ایسا کرنا چاہتی ہو؟ کوئی عورت ایسی نہیں ہوسکتی کہ وہ دوا اور جادو کے زور سے اپنے خاوند کو تمام آغوشی سے خوش وخرم کر سکے۔ میں تو ان کاموں میں سے ایک کام نہیں کرتی کہ جس سے یہہ سمجھوں کہ خاوند میرے بس میں ہو جائینگے۔ بلکہ میں ہمیشہ نیک تدبیریں اپنے خاوندوں کی دلداری اور دلسوزی کی کرتی ہوں۔ میں کبھی اُن کو پھسلاتی اور احمق نہیں بناتی ہوں۔ نہ اُن پر کبھی جادو کرتی ہوں۔ نہ دوائیں کھلاتی ہوں کہ اُن کی آزاد طبیعتوں کو اپنا مقید بنالوں۔ میں اپنے تئیں کو بالکل مار کر بڑے شوق سے اُن کی خدمت کرتی ہوں۔ اُس میں ذرا گھمنڈ اور غصہ نہیں کرتی ہوں میں کبھی اپنا شوق نہیں جتاتی ہوں اپنی نیک دلی سے اُن کی مرضی کے موافق اطاعت کرتی ہوں۔ اپنی شائستہ ادا و انداز و نرم کلامی جھپ اور کاموں سے اُن کے دلوں کو ہاتھہ میں لیتی ہوں میں اپنے خاوندوں کو جو قاتل نگاہیں کہتی ہیں اپنے ہنر و سلیقہ سے بس میں رکھتی ہوں گو وہ

کبھی سختی کی باتیں اور وحشیانہ حرکتیں نہیں کرتے۔ ہمیشہ نرمی اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ مگر میں ہمیشہ اُن کا ادب ولحاظ ایسا ہی کرتی ہوں کہ گویا اُن سے ڈرتی ہوں جس کام کا وہ ذرا سا بھی اشارہ کرتے ہیں تو میں اُس کو حکم سمجھ کر تعمیل کرتی ہوں۔ نہ زمین پر کوئی حسین۔ دولتمند۔ نوجوان سراسر جواہر میں لدا ہوا۔ اور نہ آسمان پر دیوتا میری محبت میں جو خاوندوں کے ساتھ ہے خلل انداز ہو سکتے ہیں۔ میں کوئی اور خوشی جس میں میرے خاوند شریک نہ ہوں پسند نہیں کر سکتی جب میرے خاوند اپنے گھر سے کسی کام کے لئے چلے جاتے ہیں تو میں برت رکھ کر زرد چہرہ بنائی ہوں۔ پھول۔ خوشبو۔ بناؤ سنگار سے کچھ سروکار نہیں رکھتی۔ جب وہ گھر پھر کر آتے ہیں تو میں اُن کو اپنی نیم ناز مست آنکھوں سے دیکھتی ہوں۔ اور اُن کو مبارکباد دیتی ہوں۔ جب تک اُن کے سارے کام پورے نہیں کر لیتی اپنا کام کوئی نہیں کرتی۔ کھانے جو اُن کو بھاتے ہیں وہ سونے کے برتنوں میں خوب دھو دھا اور صاف کر کے اُن کے سامنے رکھتی ہوں۔ میں گھر میں جھاڑو بہار دیکر خوب پاک صاف کرتی ہوں۔ ساری چیزوں کو قرینے سے رکھتی ہوں۔ میں پاجی عورتوں کی صحبت سے بھاگتی ہوں۔ نیک بخت عورتوں سے دوستانہ باتیں کرتی ہوں۔ جن باتوں اور حرکتوں کو شریف عورتیں ناشائستہ و نامعقول جانتی ہیں۔ میں اُن سے پرہیز کرتی ہوں۔ قہقہے لگانے۔ ہنسی مسخرے پن کی باتیں۔ ہمیشہ دروازہ پر کھڑا رہنا۔ اِن سب باتوں سے مجھے نفرت ہے۔ جو میرے خاوندوں کی آگیا ہوتی ہے وہ بجا لاتی ہوں۔ اُس میں بال برابر فرق نہیں کرتی نہا دھو کر بناؤ سنگار کر کے اور جواہر کے زیور نفیس پوشاک پہن کر میں اپنے خاوندوں کی آنکھوں کو خوش کرتی ہوں۔ میرے خاوند کے خاندان میں جو باپ دادا کے وقت سے ریت اور رسم۔ قاعدے دستور چلے آتے ہیں اُن سب کو میں برتتی ہوں۔ اُن کے کرنے میں میں محنت و مشقت سے دل نہیں چراتی۔ میری ساس جو اُن ریت رسموں کو پہلے سے خوب جانتی ہے وہ جو کچھ کہتی ہے میں اُسے کرتی جاتی ہوں۔ میں اُس کے حکم کو اپنے سر آنکھوں پر رکھتی ہوں۔ میں نیک بخت عورتوں کو بڑا عزیز رکھتی ہوں۔ میں ہمیشہ بڑی سرگرمی چستی چالاکی۔ ہوشیاری و خوشی سے اپنے خاوندوں کے کام کرتی ہوں۔ جو پاجی کمینہ عورتیں اپنے خاوندوں کے بس میں کرنے کی تدبیریں کرتی ہیں اُن سے میں کوسوں بھاگتی ہوں

مگر خوش تدبیریاں اور نیک حکمتیں میں کام میں لاتی ہوں جب ہمارے پہلے دن تہے تو آٹھ ہزار برہمنوں کو
بھوجن کراتی تھی۔ اور پنڈتوں کو سونے کے برتنوں میں کہانا کہلاتی تہی۔ اور اُن کے سوا بہت سے
مہانوں کی مہانداری کرنی پڑتی تھی۔ میں ان سب کا سرانجام کرتی تہی۔ اور گہر میں کوئی کام
نہیں ہوتا تہا جس سے میں اُن سے آخر تک بخوبی واقف نہ تہی۔ میں اپنے نوکروں میں سے ہر ایک کو
جانتی تہی۔ اور اُن کے کام کو جتنا وہ کرتے تہے اور جتنا وہ نہیں کرتے تہے پہچانتی تہی۔ خاوندوں
کی تہیلیاں مجھے معلوم تہیں کہ کتنی ہیں۔ اُن کی آمد و خرچ کا حساب معلوم تہا۔ اُنہوں نے گہر کے
سارے کاروبار میرے حوالہ کر رکہے تہے اور اختیار دے رکہا تہا کہ جو میں چاہوں وہ کروں
سوا اُن کے اور بہت سے معاملات میرے سپرد کر رکہے تہے۔ اس تمام بار کو اپنے سر پر خوشی خوشی
لئے ہوئے تہی۔ مجھے وہ کچھہ ناگوار نہ تہا۔ میں اُنکو رات دن کرتی تہی۔ اپنی آرام طلبی کا خیال مجھے
کچھہ نہ تہا میرے تمام کاموں کا مآل یہ تہا کہ میں پتیوں کو خوش رکھوں۔ میں سب سے پہلے صبح کو نور
تڑکے اٹہتی تہی۔ اور آخر رات کو سب سے پیچہے سوتی تہی۔ بس میرے پاس تو یہی خاوندوں کی تسخیر
کا منتر تہا۔ جسکے سبب سے میرے ساتہہ محبت کرنے میں خاوند مجبور تہے۔ نیک بخت عورت کو چاہیے
کہ وہ یہ سمجھہ لے کہ میں اسی لئے پیدا ہوئی ہوں کہ خاوند کو خوش رکہوں۔ اسی خیال اور دہیان
میں اُسے ڈوبا رہنا چاہئے۔ خاوند کی ہی لو ہر وقت دل میں لگی رہے۔ خاوند ہی کو وہ اپنی
ساری امیدیں سمجھے۔ اُسی کو دیوتا جانے۔ اپنے سارے کام خاوند کی التفات کے واسطے کرے
یہ امر دستور کے خلاف ہے کہ کوئی شخص آرام اور آسانی سے عیش حاصل کر سکے عیش بڑی محنت
و رنج سے حاصل ہوتا ہے۔ اپنی قدر و منزلت پہلے خاوند کے دل میں پیدا کرو تو یہ ایک نئی محبت
اُسکے دل میں پیدا ہوگی۔

جب چوکہٹ کے باہر اُسکے قدم کی آواز سُنو تو اُسکی طرف دوڑی جاؤ۔ اور اپنے منصوبے
سے اُسکی ساری خواہشوں کو پورا کرو۔ اُس کے تالو کو میٹھے بھوجنوں سے خوش کرو۔ اُس کے
تمام حواس خمسہ کو شادمانی و سرور سے سرفراز کرو تو پہر تمہارا گہر بہشت ہو جائیگا۔ اُن کاموں کے

کرنے سے خاوند کو یقین ہوجائیگا کہ تم اسکو عزیز رکھتی ہو۔ اور جب وہ تمہاری یہ محبت دیکھے گا تو خود محبت کرنے لگے گا محبت اپنا اثر ضرور رکھتی ہے۔ بس جو طریقے میں نے تمکو بتائے ہیں اگر وہ اختیار کروگی تو تمہاری ناموری ہوگی اور خانہ داری کا حظ اٹھاؤگی اور شوہر و زوجہ کی باہمی محبت کا تاج سعادت سر پر رکھا جائیگا۔

بعض اور قوموں کی رائے عورتوں کے باب میں

(۲) عاقل اپنی بیوی سے بدعورتوں کو نہیں ملنے دیگا۔ کیونکہ وہ برائی سکھاتی ہیں۔ عاقل آدمی اپنی بیویوں کو گھر میں مقید کرکے نہیں رکھے گا۔ کیونکہ آنکھ کا اقتضا یہ ہے کہ وہ گھر سے باہر کی سیر کرنا اور بہت سی خوشیوں کے درمیان رہنا۔ ہر چیز کو دیکھنا۔ ہر جگہ موجود رہنا چاہتی ہے۔ جب وہ بہت سی چیزوں کو دیکھ کر سیر ہوجاتی ہے پھر کسی چیز کو ترستی نہیں۔ جو شخص اپنی بیویوں کو قفل میں بند کر رکھتے ہیں اور قیدخانہ میں ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم عقل کا کام کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ کام عقل کے خلاف کرتے ہیں وہ احمق ہیں جس عورت کا دل گھر سے باہر رہتا ہے وہ تیر سے زیادہ تیز اور پرندے سے جلد نکل بھاگے گی اور کسی کو نظر نہ آئے گی۔

(۱۱۵) ایک چھترانی رانی کی نصیحت اپنے بیٹے کو

ایک زمانہ میں ایک مہارانی قوم کی چھتری وجیولا بڑے گھرانے کی تھی۔ عاقلہ ایسی کہ مہمات عظیم کو سرانجام دیتی تھی۔ چتر اور ہوشیار ایسی کہ بڑے بڑے پیچدار معاملات و مشکل مقدمات کو اپنے ذہن رسا کی تدبیروں سے آسان کرتی تھی۔ تقریر میں اسکے منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ کار ہائے عظیم میں وہ مباحثے کرتی تھی۔ علامہ ایسی کہ علوم کا مخزن اس کا دل و دماغ تھا۔ تحصیل و مطالعہ علم اس کا رات دن کا شغلہ تھا۔ سورما ایسی کہ اپنے باپ دادا کے ظفرناموں کو سن کر اور پڑھ کر خوش ہوتی تھی۔ جن بہادریوں سے اس کی قوم کے سورماؤں نے ملکوں کو فتح کیا تھا۔ ان کے سننے کا سراپا شوق تھا۔ یہ اتفاق زمانہ تھا کہ ایسی سورما مہارانی کے بیٹے سنجیا کو دشمن نے ایسی شکست فاحش دی کہ اسکا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ اور وہ خود مغلوب ہوکر ایسا افسردہ خاطر ہوگیا کہ پھر اسمیں

جرارت اور ہمت نہ رہی کہ وہ اپنے تئیں سنبھالتا اور دشمن سے پھر لڑتا۔ وہ دوسرے ملک میں بھاگ گیا اور وہاں رنجیدہ و افسردہ زندگی بسر کرنے لگا۔ اب یہ رانی اس اپنے ہارے ہوئے بیٹے کو نصیحت کرتی ہے کہ اس کے عزم مردہ میں پھر جان آجائے۔

وجیولا۔ بیٹا تیرے سارے دوست غمگین ہیں اور تیرے سب دشمن خوش و خرم ہیں۔ تو میرا بیٹا نہیں ہے تو کسی راجہ کے خاندان کا نوجوان نہیں ہے۔ تو جیسے تیری پیدا ہی نہیں ہوا۔ جنگ جو دنکا ننگ ہی معلوم نہیں تو کس نسل سے پیدا ہوا ہی بیداصل معلوم ہوتا ہی۔ تو نے اپنے تمام بزرگوں کا نام ڈبویا ہے کون تیرا نام عزت سے لیگا۔ تیرا عزم مردہ ہی اور تو کام میں ضعیف ہے۔ تیری آرزو ایسی مر گئی ہے کہ تو اپنی شکستہ حالت کی درستی کا خیال بھی نہیں کرتا۔ بس تو اپنے تئیں ذلیل نہ کر۔ اٹھہ کھڑا ہو مستعد ہو سلطنت کے کاموں کے لئے بیدار ہو کر تیار ہو۔ کیوں خوف زدہ ہو کر مردہ کی طرح پڑا رہتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہی آسمان نے تجھے زنجیروں میں کس کر بے بس کر دیا ہی۔ ہوشیار ہو کر کھڑا ہو شہرت اور ناموری کو چاہ۔ اور بہادرانہ کام کرکے اپنے تاج اور راج کو حاصل کر جاہ و عزت کے لئے مستعد جلتی ہوئی لکڑی کی طرح روشنی ایسی دکھلا جیمیں بھس جلنے کی طرح دہواں نہ اٹھے۔ کچے دل کے آدمیوں کو ذلت مشتعل کرتی ہے جس میں دہواں گیلی لکڑیوں طرح نکلتا ہے۔ جو جوانمرد اپنے دشمنوں کو زیر کرتے ہیں اور ان پر بہادرانہ صدمے پہونچاتے ہیں وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں اگر وہ کامیاب بھی نہ ہوں تو وہ اپنی ناکامی پر ہاتھ نہیں ملتے۔ جانتے ہیں کہ ہم اپنے فرض کے بجالانے پر مستعد رہے۔ بجا آوری فرائض کے سوا زندگی اور کسی کام کی ہی نہیں تیری عبادت بھی اکارت رہے اور تیری نکوکاری کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔ اگر تجھہ کو اپنی بہبود کا خیال نہیں ہے۔ تو تو اپنی زندگی میں کیوں پاؤں پیٹتا ہی اور دکھہ رنج میں رہتا ہی۔ جو لڑنے والے لڑائی میں مارے جاتے ہیں ایسے شکستہ دل نہیں ہوتے کہ بالکل مایوس ہی ہو جائیں اگر وہ زمین پر بھی گر پڑتے ہیں تو لیٹے ہی لیٹے دشمن کی ٹانگ ایسی پکڑ کے زور و قوت کرتے ہیں کہ اسے نیچے گراتے ہیں اور اس کو قتل کرکے لڑائی کا خاتمہ کرتے ہیں۔

جو بیٹے عزت کا نام نہیں حاصل کرتے وہ ماں کو بدنام کرتے ہیں۔ شان و شکوہ۔ بہادری و جوانمردی ہیں۔ علم و فضل ہیں جو سب آدمیوں پر سبقت لے جاتے ہیں وہی عالی مرتبہ اور بلند درجہ گنے جاتے ہیں جو دل کے کچے اور بودے ہیں اور عورتوں کے سے کام کرتے ہیں وہ نامرد اور پست حوصلہ شمار ہوتے ہیں۔ تو ہماری اس غمگین حالت پر غور کر کہ ہم تباہی اور غارتی کے کنارہ پر کھڑے ہیں اپنے وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں غمزدہ پڑے ہیں۔ غم میں ڈوبے ہوئے ہیں خوشی کو سپنے میں نہیں دیکھتے۔ اسپر بھی تو خاک مذلت پر لوٹیگا۔ دوسری دفعہ لڑنے کا ارادہ نہیں کرے گا میں تجھے پہلے بیٹا کہتی تھی۔ اب تجھے کال یعنی تمام برائیوں کا اوتار تجھے کہونگی۔ پھر کوئی عورت ایسا کمینہ۔ ڈرپوک۔ زہریلا بیٹا نہ جنے۔ اطاعت سکینی کسی ڈوبے ہوؤں کو نہیں تیراتی اور مصیبت زدہ کو خوشی کے دن نہیں دکھلاتی مستعدی اور آتش مزاجی کے ساتھ جنگجوئی تیرے باپ کا تخت تجھے پھر دلا سکتی ہے۔ اولوالعزمی بیقراری غروری آدمی سرگروہ بنا کے سرافراز کر سکتی ہیں۔

اب تو اپنے دل کو آہن بنا۔ اور بہادر جوانمرد بن۔ اور مغرور گستاخ دشمن سے اپنا تخت و تاج چھین سنجیا بیٹے نے کہا کہ زمین کی کیا حقیقت ہے۔ اسکی خوشیاں۔ اسکی دولتیں اسکی قوت اسکی سلطنتیں اسکے تمام چمکتے ہوئے کھلونے کسی قدر و منزلت کے لائق نہیں اگر میں نہ ہوں تو یہ سب چیزیں تیرے کس کام کی ہیں۔ اسلئے تجھکو چاہیئے کہ تو اس بیفائدہ۔ لاحاصل سخت جنگ کے لئے تحریک کر۔ اور اشتعال نہ دے۔

وجیولا۔ دنیا میں سب سے زیادہ کمینہ اور کم بخت وہ ہے کہ ایک زمانہ میں بڑا آدمی ہو۔ اور پھر وہ اپنی بلندی سے پستی میں گرے۔ کیا خود آقا اور مالک ہو۔ اور پھر اوروں کی مرضی کے موافق کام کرتا پھرے اور وہ غریبی سے اور دوں کے آگے سر جھکائے۔ اور کوئی اسپر ملتفت نہ ہو۔ محتاجی آدمی کو کوئی کام نہیں کرنے دیتی۔ اور اوروں کی فیاضی سے بسر اوقات کراتی ہے۔ یہ کمینگی تیری بسر اوقات میں موجود ہے۔ اب تو زیادہ عاجزی سے سر نہ جھکا۔ پھر وہ باتیں حاصل کر جس سے تو آقا بنے نہ غلام۔ تو بہادر بنیگا تو سب تیری شاہانہ نظر کی التفات کے مشتاق ہوں گے

اور تیری پوجا ایسی کرینگے جیسے کہ دیوتاؤں کی۔ جو بادشاہانہ حکومت کرتے ہیں انکو سرگ کی سی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو اطاعت کرتے ہیں وہ نرک کی سی مصیبتیں اُٹھاتے ہیں۔ وہ شاہزادہ جو اپنے قوت بازو سے حکومت حاصل کرتا ہے رشتہ مندوں کے واسطے سامان خوشی تیار کرتا ہے۔ یہاں تو دنیا میں زندگی کے اندر شہرت ہوتی ہے اور وہاں عقبیٰ میں تاج آسمانی سرپر رکھا جاتا ہے۔

مگر تو تو بڑا بزدل اور کمینہ ہے بہادروں کا سا کام نہیں کرتا ہے۔ مگر تو جان لے کہ جو چھتری اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے اور لڑائی سے دل چُراتا ہے اور اُس کے دل میں شجاعت کی آتش نہیں مشتعل ہوتی تو ایسے نامرد کو پاؤں سے تم ٹھکراتی ہے۔ اب کہاں تک اپنی تقریر کو طول دوں۔ میری دلائل خواہ کتنی ہی استوار ہوں مگر تیرے مذبذب دل پر حکم نہیں چلا سکتیں تیرے دل ہی میں کسی بڑے بہادری کے کام کرنے کا ارادہ نہیں جسکی موت آجاتی ہے۔ پہر کوئی دوا اُسپر اثر نہیں کرتی۔

اب ایک اور دلیل سُن کہ جسکے سبب سے تجھ کو ہنگامہ آرائی کر کے پہر اپنی قسمت آزمائی کرنی چاہیے دشمن جس نے تجھ سے تاج چھینا ہے۔ اُسکی رعایا پریت اُس سے نہیں رکھتی۔ کوئی اُس کا ڈر مانتا نہیں ساری پرجا اس انتظار میں بیٹھی ہے کہ زمانہ کا انقلاب ہو۔ جہاں تو لڑائی کے لئے کھڑا ہوا۔ دور اور نزدیک سے تمہارے دوست جمع ہو جاوینگے۔ اُن کی شرکت سے تیری تدبیریں درست ہونگیں تیرا علم فتح بلند ہوگا تو لڑائی میں مشہور ہوگا۔ تیرا دشمن جانی ہے۔ اُسکے پاس کوئی منتر ایسا نہیں ہے کہ وہ موت کو پاس نہ آنے دے۔ بس اب آگے چل۔ لڑائی کے میدان میں چھلانگیں مار۔ تیرے بازو فتح حاصل کرینگے۔ تیرے نام میں فتح ہے (سنجیاکے معنی فتح کے ہیں) تو جنگ میں فتح حاصل کر اور اسم بامسمیٰ بن۔ جب تو بچہ تھا تو ایک پنڈت نے بتلایا تھا کہ ایک دفعہ تیرے حال میں نہایت سخت انقلاب ہوگا۔ اور تو برباد ہوگا۔ مگر بعد اُسکے تو پہر سنبھل جائیگا۔ اس پنڈت کے کہنے کا اعتبار کرکے میں چاہتی ہوں کہ تو پہر فتح حاصل کریگا۔

یہ ہماری زندگی کیا زندگی ہے۔ بہوکے مرتے ہیں۔ ڈرتے ہیں۔ احتیاج کے مارے ڈوبے جاتے ہیں کیا انقلاب میں نے دیکھا ہے کہ راجہ کے گھر پیدا ہوئی۔ راجہ کے گھر بیاہی گئی۔ مہارانی بنی۔ روشن

جواہرات میں غرق رہتی تھی۔ اپنے خاوند کی مسرت اور اپنے دوستوں کی راحت تھی۔ امارت۔ ثروت۔
حشمت۔ وشوکت میں عمر بسر کرتی تھی مصیبت اور تردد کو جانتی تہی کہ کیا ہوتا ہے۔ یا اب سوائے
یاس کے کوئی پاس نہیں کیا تو مجھے اور اپنی بیوی کو ایسی بلاؤں میں مبتلا رکھے گا تو بتا کونسی
خوشی تیری زندگی میں ہے تمام نوکر ہمارے خیرخواہ دولتخواہ تھے۔ بھوکے مرنے کے خوف سے
چلے گئے ہیں۔ ہمارے گرو اور پنڈتوں کو پہلے سے دان پن نہیں ملتے۔ اسلئے جدا ہوگئے ہیں اپنے۔
اقبال کے دنوں میں میں نے اور میرے خاوند نے کبھی برہمن کا سوال رد نہیں کیا۔ اب مجھسے محتاج
برہمن جب کچھ مانگتا ہی تو کہتی ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں اس سے میرے دل کے ٹکڑے
اڑتے ہیں۔ میرے غم کی انتہا نہیں اب کوئی بات نہیں جس سے میرے دل کو تسلی حاصل ہو۔ کیا پھر
ہماری صبح اقبال نہیں چمکیگی۔ اب میں ایک سمندر میں کھڑی ہوں جسکی انتہا اور تھاہ نہیں۔ نہ کشتی ہی
نہ راہ نما ہے سوا تیرے۔ تو ہمارا ناخدا ہی۔ بیڑا پار کرکے خوشی کے ساحل پر اتار دے میں زندہ تو مردہ
ہوں۔ کوئی اُس میں جان ڈال سکتا ہی۔ تجھے کیا خوشی ہی۔ اگر تو اپنے باپ دادا کا نام خوف
زدہ ہوکر ڈبوے میں تجھے یہ نہیں دیکھ سکتی ہوں کہ تو کمینوں کی طرح منصوبے باندہ باندہ کے
خوشامد یوں کے سے کام کیا کرے۔ تو ایک جوانمرد چھتری ہی۔ مردانہ کام کر۔ ان تمام پاجی کاموں
سے نفرت کر کہ کنگلوں کی صورت بنا کے اور عاجزی کرکے گڑگڑا کر تو اوروں کی نظر مہربانی کا منتظر ہے
خیال کر کہ ہمارے خاندان کی شان کا کیا مقتضا ہی وہ کونسا دستور ہی جسکو ہمارے باپ دادا نے ہمیشہ
برتا ہی۔ ان سب کے دلوں پر وہ دستور خدا کی طرف سے منقش تھا۔ پھر تو کیوں نہیں اپنے دل پر اُس کا
نقش نہیں کھینچتا۔ ایک چھتری بہادر کشادہ پیشانی کمینے آدمیوں کے آگے کبھی نہیں سر جھکاتا۔ مگر ہمیشہ
بہادری سے سیدھا کھڑا رہتا ہی۔ بلند مرتبہ معزز۔ دہرماتما۔ رہتا ہی۔ جب وہ سب طرح سے ہار جاتا ہے
اور کچھ نہیں رہتا۔ تو بھی وہ اپنے تئیں ڈر سے باز رکھتا ہی سپاہ بھی اسکی ماری جاتی ہے تو بھی وہ خمیدہ نہیں
ہوتا۔ صرف برہمنوں اور دیوتاؤں کے آگے تو ایمان سمجھ کر چھتری سر جھکاتا ہی اور فقط انہیں کا ادب
کرتا ہے۔ اور باقی سب پر وہ دیوتاؤں کی طرح حکومت کرتا ہے۔

سنجیا۔ تیرا دل لوہے کا ہی تو میرے ساتھہ ماں کی محبت کی سی باتیں نہیں کرتی۔ تو بہادر خاندان کی تو سچی بیٹی ہی۔ تیرا دل ایسا کڑا ہی جو مڑتا نہیں چھتریوں کی جو فطرت میں باتیں ہیں وہ سب تجھہ میں ہے مگر محبت کا حق تو نہیں ادا کرتی۔ تو میری جان کی سلامتی نہیں چاہتی۔ یہ نہیں سمجھتی کہ میں تیرا بیٹا ہوں تیری ساری خوشی ہوں۔ تو مجھے ایسی بیرحمی سے دیکھتی ہی جیسے کوئی بیگانے بچے کو یاد سے آگے دیکھتا ہی۔ ایسی جنگ میں جس میں فتح پانے کی امید نہ ہو۔ ناحق جان کو جو کھوں میں ڈالنا ہے۔ یہ دنیا۔ اُسکی دولت جواہر۔ اُسکی طاقت سلطنت اُسکے تمام چمکتے ہوئے کھلونے۔ اگر میں نہ ہوں تو یہ سب چیزیں تیرے کس کام کی ہیں۔

وجیولا۔ عاقلوں کا یہ قول ہی کہ زندگی کے دو مقصد عظیم ہیں جنکی پیروی میں گرمی چاہئے۔ اول دھرم دوم دنیا میں جو کام کرنے فرض ہیں یعنی فرایض دنیوی میں نے اِن دونو کاموں کے واسطے تجھہ کو نصیحت کی مگر وہ بیفائدہ ہوئی۔ اب در سُن کہ وقت آگیا ہی۔ لڑنے کے لئے پہلے دن آگئے ہیں اُنکو ہاتھہ سے نہ جانے دے۔ ذرا تاخیر نہ کر۔ آگے بڑھ۔ توقف کرنے سے نیک نامی میں فرق آئیگا میں نے تجھے تیری تنزل کی حالت پر آگاہ کیا۔ تیرے گدھے پنے کو سمجھایا۔ تو دعویٰ محبت کا کرتا ہے تو پہلے اپنی محبت کا حق ادا کر۔ جب تو میرے دل کا چین آرام ہے۔ کہ تو شجاع و بہادر ہو۔ اور اُن کے سے کام کرے۔ تو پھر میں تجھکو چھاتی سے لگاؤں اور بیٹا بناؤں۔ چھتریوں کی قوم لڑائی کے واسطے بنائی گئی ہی۔ وہ میدان جنگ ہی میں خوش رہتی ہے۔ جتنے سپاہی لڑنے والے ہیں خواہ وہ فتح پائیں یا قتل ہوں۔ دونو صورتوں میں اُن کو سرگ ملتا ہی۔

سنجیا۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں کہ مہم جنگ کو اختیار کروں اور کوئی میرا دوست نہیں ہیں گھر اور سلطنت دونو سے محروم ہو چکا ہوں میری سپاہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اب بتا کہ میں اپنے فتحمند دشمن سے کیسے لڑ سکتا ہوں۔ اور نہ یار و مددگار ہیں کس طرح دشمن کو مغلوب کر سکتا ہوں۔ اکیلا تو دیوبھی لشکر سے نہیں لڑ سکتا مگر میرے پاس سامان جنگ ہو تو مجھے لڑائی کی تدبیر اور راہ بتلا میں تیرے حکم کی تعمیل بسر و چشم کرونگا۔ ور لڑائی از سر نو شروع کرونگا۔

وجیولا - بیٹا پہلی شکست فاش سے تو اپنے دل کو پژمردہ نہ کر - اپنے اوپر بالکل بے اعتباری نہ کر پہر دوبارہ اپنے عصا کو تہام - بد اقبالی ہمیشہ نہیں رہتی - کمزور زور آور اور زور آور کمزور ہوتے رہتے ہیں - اتفاقات پر بہروسہ نہ کر جنگ و محنت سے پہر تو اپنی کہوئی ہوئی سلطنت حاصل کر سکتا ہے جو امرد آدمی جاگتے اور چست رہتے ہیں - تمام اپنی قوتوں کو جمع کرتے ہیں اور فتح پانے کے لئے بڑی شہ زوری سے کوشش کرتے ہیں - جو کہ ونکو کچہہ نہیں سمجھتے - بیری کا سامنا کرتے ہیں وہ کبہی آرام سے نہیں بیٹھتے - بلکہ جھگڑتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی کامل بہبودی نہیں حاصل کرتے خوش طالع - شاہزادہ - مذہب کا پابند - دانشمند - یقینی اعلی درجہ پر سربلند ہوگا - اُسپر بہی کی کرپا کی درشٹ ہوگی - وہ اُس کو ضرور ایسا روشن کرے گی جیسا کہ مشرق کو آفتاب روشن کرتا ہے اب میں تجھکو بتلاتی ہوں کہ تو کیونکر اور آدمیوں سے معاملات کر سکتا ہے - اور کس حکمت منصوبے ہنر اور سلیقہ سے اُنکو اپنی مرضی کے قالب میں ڈہال سکتا ہے - مختلف ذریعوں سے تو اُن کو ترغیب اپنی طرف ہونیکی دے سکتا ہے جس سے تیرے کام کرنے کی اور تیری تدبیروں کی تائید وہ کریں - انسان کی فطرت وہ محبت کی باتیں بتلاتی ہے کہ جس سے آدمی اور آدمیوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے زر - شان و شکوہ - خوشی - عزت - شہرت - انتقام اور مقصد ایسی باتیں ہیں جو تیری طرف لوگوں کو راغب کرینگی - سب پر خوف و رجا کے ساتھہ تو حکومت کریگا - اُنکی دلی خواہشوں کو اپنے کام میں لگا تا کہ تیرے دشمنونکو پامال کریں تیرے دوست بنیں ایسے وسائل دانشمند آدمی جانتا ہے کہ دشمنوں میں نفاق و اختلاف کا بیج کس طرح سے بوئے - اے پسر خواہ کیسی ہی اول چل مچے مگر تو لڑائی میں خوف زدہ نہ ہو - اور اگر تجھے خوف ہو بہی تو اُس کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہئے - تیرے خوف کا ظاہر کرنا سارے لشکر کو خوف زدہ بنائیگا جس سے وہ حیران پریشان سرگردان ہونگے - میں نے تجھکو بتلا دیا ہے کہ تو کس طرح سے اپنے نقصانوں کا جبر کر سکتا ہے - میں نے تجھے راہ دکھادی کہ کیونکر تو اپنی پہلی شرمندگی اتار سکتا ہے - میں نے بڑی ڈہارس بندہائی ہے - شجاعت کا شعلہ تیرے سینہ میں بہڑکایا ہے - میں نے تجھہ سے کہدیا ہے کہ تو کس طرح سے آیندہ شوکت و شان کے لئے پیدا ہوا ہے - اب کہڑا ہو جس بات

حسد الیس میں ہے اُسکو جیت اب آخر کو میں ایک بھید کی بات بتلاتی ہوں کہ تو اپنی فتح یابی میں شک کر
نہ خوف کر میرے پاس اب بھی بڑے خزانے ہیں جنسے تجھکو نہیں معلوم مجھے ہی معلوم ہیں بہت سے دوست
ابھی باقی ہیں۔ وہ ایسے دوست ہیں کہ بداقبالی کو روک دینگے۔ اور ہماری بدقسمتی کی حالت میں بھی
وہ ہمکو نہیں چھوڑینگے۔ وہ ہمارے کام کو اور اپنے کام کو ایک ہی جانتے ہیں اقبالمندی تیری پیشانی
کو چمکائے یا کوئی اور حالت ہو وہ ہم سے کبھی نہیں منہ موڑینگے۔ اب مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے
جلد لڑنے جاؤ فتح بیٹی تیرا انتظار دیکھ رہی ہے۔

سنجیولا۔ ای ماں تو اپنی نسل کی خوشی اور باعث فخر ہے تو جوانمردی۔ رہنماشی ہے آیندہ کی بہبود
کے لئے پیغمبر پیشین گوئے۔ تو نے میرے ڈرپوک دل کو مرد بنا دیا ہے جب تو نے ارادہ کیا کہ ایک لمبی تقریر
سے میری پژمردہ اور مردہ روح کو زور آور اور طاقتور کر دیوے۔ میں تجھ سے لفظی لڑائی لڑا جسمیں
کامیاب نہیں ہوا۔ اور تجھ پر غالب ہوا۔ تو نے میری تمام دلائل کو کاٹ دیا۔ میں شرمندہ ہو گیا۔
چپکا اور سُن ہو گیا تیرے سہارا دینے اور شائستہ رہ نمایوں نے اور مجھے خوش کیا۔ اب میں کسواسطے
ڈروں۔ پہلو تہی کروں۔ میں نے تیرے لفظوں کا امرت پی لیا ہے۔ انسان سے زیادہ میں اب جوانمردی پر
کمربستہ ہوں۔ اب میں تجھکو ناممکن باتوں میں کوشش کرنیکی نہیں ممکن دکھاؤنگا۔ میں سمندر کے اندر ڈوبنے
کو بھی خاطر میں نہ لاؤنگا۔ میں اپنے باپ دادا کی سرزمین کو جو ایسی ڈوب رہی ہے کہ گویا وہ پانی تک
تھی سہارا دیکر تیراؤنگا۔ یا لڑائی کے بھنور میں مرجاؤنگا۔ مگر کاہل کبھی نہ رہونگا۔ ماں کی طعن و تشنیع و
پند و نصیحت نے وہ دل پر اثر کیا کہ اپنی بزدلی اور کمزوری سے بھاگا اور اپنے مقصد و مطلب کو
حاصل کیا۔

(۱۱۶) عورتوں کی تعریف

بیوی وہی ہے جو اپنے خاوند کو اپنی جان سمجھے۔ اور وہ خانہ داری کے کاروبار سے ایسی آگاہ ہو
کہ خاوند کو کچھ گھر کے اندر کی باتوں کی فکر نہ کرنی پڑے۔ اُس کے بچے ایسے ہوں جنپر اُس کو فخر ہو۔ اور
اُن کی بہیڑ اُس کے گرد پھرتی ہو۔

بیوی ہی کو ارد ھنگی کہتے ہیں یعنی نصف جسم ہے مرد کا۔ تمام دوستوں پر وہ فوقیت رکھتی ہے۔ اُس کے

سبب سے تینوں نعمتیں دنیا کی یعنی نیکی۔ مسرت۔ دولت حاصل ہوتی ہے۔ دنیاوی سلامتی کی بنا بیوی پر قائم
کی گئی ہے جنکی بیویاں تمام مذہبی رسموں کو ادا کرتی ہیں۔ کاروبار خانگی کو سرانجام دیتی ہیں۔ وہ
خوشی اور آسودہ حالی سے بسر کرتی ہیں۔ یہہ شیرین کلام عورتیں تنہائی میں مونس ہیں باپ کی
طرح دانشمندانہ فرائض کے ادا کرنے میں صلاح دیتی ہیں مصیبت کے وقت ماں سے زیادہ مہربانی
کر کے تسلی اور تشفی دیتی ہیں جب خاوند جنگل میں سفر کرنے سے تھکتا ہے تو وہ اسکو آرام دیتی ہیں
کہ وہ پھر تازہ دم اور آسودہ ہوجاتا ہے۔ زوجہ اپنے خاوند کی پرلے درجہ کی مطیع ہوتی ہے وہ
اپنے خاوند کے ساتھ مرجاتی ہے جب وہ خود پہلے مرجاتی ہے تو خاوند کا انتظار کرتی ہے اور
بیماری کی اذیتوں میں بیویوں سے خاوندوں کو وہ مسرت حاصل ہوتی ہے جو پیاسے کو پانی پینے
سے جو عورت اپنے فرائض کو ادا کرتی ہے خوش مزاج خوش گفتار۔ نیک کردار خوبصورت ہوتی
ہے وہ اپنے خاوند کو دیکھکر ایسی خوش ہوتی ہے جیسے کہ کوئی ماں اپنے حسین اور نیک چلن
بیٹے کو دیکھکر۔ اور اپنے خاوند کو دیوتا جان کر اسکی اطاعت اور پرستش ایسی کرتی ہے جیسے کہ دیوتا
کی کرتی ہے۔ اور اسکو سوا اپنے خاوند کے اور بات کا خیال نہیں ہوتا جب خاوند اس سے سخت کلامی
کرتا ہے اور غصہ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ تو وہ بہت حلم و بردباری سے اپنے خاوند سے پیش آتی
ہے۔ ایسی بیوی کو خاوند کا مطیع کہتے ہیں کہ وہ چاند سورج۔ درخت کو اس سبب سے نہ دیکھے کہ انکا
نام مذکر ہے۔ ایسی خوبصورت عورت اس قابل ہے کہ خاوند اُس کی عزت کرے۔ بیویاں جو اپنے
خاوند کی فرمانبردار ہوتی ہیں اُن میں یہ صفات ہوتی ہیں افلاس۔ بیماری۔ غمگینی۔ سفر کی تھکن
میں اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہیں چست چالاک ہوشیار اپنے خاوند کو اپنی جان جاننے
والی کبھی خاوند کی خدمت سے ناخوش نہ ہونیوالی۔ اپنے کنبے کو کھانا کھلانے والی۔ اپنے عیش و
عشرت واختیار سے ایسی نہ خوش ہو جیسے کہ خاوند کی صحبت سے۔ اُسکو اپنے گھر کی خدمت کرنیکا
دلی شوق ہو اور سوا اسکے کسی اور طرف خیال نہ ہو۔ سویرے اٹھا کرے۔ گھر کو جھاڑو بہار و دیکے
صاف رکھے۔ فرش کو گوبر سے لیپے۔ اگنی کی تمام رسوم ادا کرے۔ پھول پھل لاسے۔ اپنے خاوند

مہمانوں کے واسطے۔ نوکروں کے واسطے۔ اپنے واسطے بموجب رسم و قاعدہ کے ذخیرہ جمع کرے
اور جتنے آدمی اُسکے پاس ہوں اُن سب کو کھلا کر جو بچے وہ خود کھائے اور خوش رہے۔ جو ساس
سسروں کی مرضی کے موافق کام کرکے اُن کو خوش رکھے۔ اور اُن کے پاؤں پڑتی ہے۔ اپنے
ماں باپوں کی فرمانبرداری کرے۔ اور نفس کشی کی دولت سے دولتمند رہے۔ برہمنوں کو کھلاتی
رہے۔ بلکہ دردوں اور نیچ جات کے لوگوں کو مصیبت زدوں اور مفلوک الحالوں کی مدد کرتی رہے
خاوند عورت کا دیوتا ہے۔ رشتہ دار ہے۔ پناہ ہے۔ کوئی اور دیوتا اُسکی برابر نہیں ہے۔

(۱۱۷) اپنے نر کے لئے ایک فاختہ کا رونا

کوئی نامہربانی کی بات تو نے میرے ساتھہ نہیں کی۔ تو نے مجھے ہمیشہ چھاتی سے لگایا۔ اور اپنی
باتوں سے میرا دل خوش کیا۔ اب تو مجھ سے جدا ہوگیا۔ میں بیوہ مصیبت زدہ ہوگئی۔ مجھے رشتہ دار
تسلی دیتے ہیں۔ مگر ہر بیوہ خواہ اُسکے گرد کتنے ہی بچے ہوں وہ اپنے خاوند کے لئے رو دیگی۔
باپ بھائی۔ بیٹا کبھی خاوند کی برابر دولت نہیں دیتے۔ وہ اعتدال کے ساتھہ دیتے ہیں اور یہہ
بے انتہا دیتا ہے۔ پھر کیوں نہ وہ اپنے خاوند کی عزت کرے۔ خاوند کی برابر نہ کوئی آقا ہوتا ہے۔ نہ
خاوند کی برابر کوئی خوشی اُسکی ہوتی ہے۔ وہ ساری دولتوں کو چھوڑ کر خاوند کا آسرا لیتی ہے۔
گھر بیٹے پوتوں بہوؤں سے بھرا ہو مگر بیوی نہ ہو تو وہ خالی ہے۔ وہ گھر گھر ہی نہیں جنگل ہے جسمیں بیوی نہو
جس شخص کی بیوی ایسی ہو کہ اُس کے خوش ہونے سے خوش ہو اور رنجیدہ ہونے سے رنجیدہ ہوتی
ہو۔ جب وہ گھر سے چلا جائے تو منہ لپیٹ کر پڑی رہے جب وہ غصہ ہو تو وہ شیریں کلامی کرے۔ اُس کو اپنی
زندگی کام کر جانے اُس کے کام کرنے اور خوش کرنے کے سوا کچھہ کام نہ ہو۔ ہر کاروبار خانگی میں بیوی اوسکی
دولت ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہے تو اُسپر بھروسا رکھتا ہے۔ خاوند کی بڑی دولت و خوشی بیوی ہے۔ جب
اُسکا کوئی ساتھی سفر میں نہ ہو تو وہ اُسکی شریک حال ہے جب آدمی بیمار یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو تو
بیوی کی برابر کوئی علاج و دوا نہیں۔ کوئی رشتہ دار و مددگار بیوی کی برابر نہیں اگر گھر میں شیریں
کلام اور نیک بخت بیوی نہ ہو اور راست بازی نہ ہو تو جنگل میں آدمی چلا جائے کیونکہ اُسکا گھر جنگل ہے

(۲) استری کو تن من بچپن سے پت کے چرنوں سے پریم کرنا چاہئے یہی اُس کا دہرم۔ برت۔ نیم ہے۔

(۱۱۸) عورتوں کی بُرائی

مردونکو یہہ ساحرہ عورتیں دہوکے دیتی ہیں جو آدمی اُن کے جال میں پھنس گیا وہ پہر نہ نکلا جیسے گائے ہمیشہ نئی گہاس کی تلاش میں رہتی ہے ایسے ہی وہ ایک نئے آدمی اور نئی چیزوں کی تلاش میں رہتی ہیں وہ ہنسنے والوں کے ساتھہ ہنستی ہیں اور رونے والوں کے ساتھہ روتی ہیں جہاں اُن کو موقع ملتا ہے وہ دوستی کی باتیں بنا کے دوستی سے الگ ہو جاتی ہیں اُن کی حفاظت کرنی مرد کو نہایت مشکل ہے۔ وہ جہوٹ کو سچ اور سچ کو جہوٹ بناتی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں جو خوش اخلاقی کے باب میں لکہی گئی ہیں وہ اِنہیں کی تہذیب اور ترقی فہم کے لئے لکہی ہیں جب آدمی اُنکی عزت کرتا ہے تو وہ اُسکی عقل کو اُلٹا کر دیتی ہیں ایسی حکمت سے وہ جال بچہاتی ہیں کہ مرد کو دکہائی نہیں دیتا۔ وہ اپنے مکر و فریب سے جن مردوں کو پکڑ لیتی ہیں تو اُن میں سے وہ تہوڑے ہی مرد باہر نکل سکتے ہیں جن سے اُنکا دل بہر جاتا ہے۔

(۱۱۹) اچھے راجہ کے اوصاف

سلطنت کا بوجہہ ایسا ہے کہ تہوڑے ہی آدمی ہوتے ہیں جو اُسکو سنبہال سکتے ہیں۔ اُسی شخص کے سر پر تاج رکہا جا سکتا ہے کہ جو اپنے ملک کی حفاظت کرتا ہے اور حکومت کرتا ہے۔ یہ اُس کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کے یتیموں کے ضعیفوں کے آنسو پونچہے اور آدمیوں کو خوش کرے۔ وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی بہبودی کی کوشش کرے۔ بوڑہوں کی پرورش کا سامان تیار کرے۔ میدان جنگ میں کارزار راست کرداری کے ساتھہ کرنی چاہئے۔ ناراستی سے دشمن پر فتح پانا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے جب تک راجہ اپنے نفس امارہ کو نہیں مارتا اُس کا راج سلامت نہیں رہتا۔ پس جو راجہ راج مدتوں تک کرنا چاہے وہ پہلے اپنے نفس امارہ کو مارے۔ جو راجہ اپنے نفس کو محکوم رکہے گا وہ اپنی تمام سرزمین پر حکومت کریگا۔ غصہ۔ شہوت پرستی۔ یہ دشمن ایسے ہیں کہ راجہ کو خراب و خستہ کرتے ہیں اور نیکی کی حد سے پرے لے جاتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں جیسے کہ چہوٹے خانہ کے جالوں میں بڑی مچہلیاں پہنس کر

تباہ اور برباد ہوتی ہیں ایسے ہی اُن دو دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ کر راجہ برباد ہوتا ہی جس راجہ نے اُن
دشمنوں کو زنجیروں میں جکڑ لیا پھر وہ دُنیا کی برابر سلطنت پر حکومت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کوئی کمینہ
اور شریر راجہ اُس جاہ و منصب قدرت کو جسپر رعایا کی قسمت موقوف ہی غصب کر لیتا ہی تو اُسپر خدا کے
غضب و قہر نازل ہوتا ہی۔ جو راجہ آسودہ حال میں اور بڑے بڑے کام کرنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیے
کہ وہ اپنے ہواے نفسانی کو دبائے رکہیں۔ جو راجہ ایسا کرتا ہے اُسکی عقل ایسی بڑہتی ہے جیسے آگ
ایندہن سے بہڑکتی ہے۔ کیونکہ یہ ہواے نفسانی قابو میں نہ آئیں تو وہ راجہ کو ایسا غارت کر دیتی ہیں
جیسے کہ شریر گہوڑے اناڑی رتہبان کے ہاتہہ تلے رتہہ کے ٹکڑے سڑک پر اُڑا دیتے ہیں جو راجہ اپنے
نفس کو کہنے میں نہیں کہہ سکتا وہ وزرا پر عتاب کرتا ہی۔ بغیر اُن کے مطیع کرنے کے دشمنوں پر
فتح چاہتا ہے۔ وہ ضرور بیکس ہو کر شکست پاتا ہی۔ مگر جو دانشمند راجہ اپنے نفس کو دشمن سمجھہ کر
مطیع بناتا ہے اور اُسکو اپنے بس میں کرتا ہے تو وہ اپنے وزیرونکو مطیع اور دشمنوں کو مغلوب کر سکتا
ہے۔ سر پر اقبالمندی کہڑی رہتی ہی۔ اپنے پراے اُسکے حکم کو مانتے ہیں۔ بدکاروں پر ڈنڈا چلاتا ہے
نیک کرداروں کی قدر کرتا ہی۔ وہ اُن جاہلوں پر رحم کرتا ہی جو اپنی بے علمی کے سبب خطا کرتے ہیں وہ
جانتا ہی کہ سب سے زیادہ یہہ علم مشکل ہے کہ آدمی بُرے بہلے کو سمجھے۔ وہ سیدہے سادے آدمیونکو نہیں ستاتا۔
وہ یہہ سمجہتا ہی کہ میرا بڑا خزانہ جسمیں زر و گوہر چمکتے ہوئے ہیں وہ سورما سپاہی اور بہادر لشکر ہے وہ اُنہیں
بہادر سپاہیونکو اپنا قلعہ استوار جانتا ہے اور سمجہتا ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہو اور دشمن ملک میں ہل
چل ڈال رہے ہوں تو گو حصن و حصار ہوں مگر دشمنونکا مقابلہ کرنے والے اور اُن کو پرے ہٹانے
والے یہہ سپاہی ہی ہوتے ہیں وہ اہل علم اور شاعروں کی بہی قدر کرتا ہی اور جانتا ہی کہ شاعروں کے
بدوں کسی کی ناموری باقی نہیں رہ سکتی۔ بہت سے بڑے بڑے راجہ گذرے ہیں جنکا نام بہی کوئی اب
نہیں جانتا۔ اس سبب سے کہ شاعروں نے اُن کا حال نہیں لکہا۔

(۱۲۰) وطن کی محبت

جو آدمی کو چین و آرام اپنے غریب گہر میں جہاں وہ پیدا ہوا ہی حاصل ہوتا ہی وہ بہشت میں بہی

اسکو نہیں حاصل ہوتا جہاں سارے اسباب آسمانی موجود ہوتے ہیں غرض جو مسرت انسان کو اپنے شہر میں۔ اپنے قلعہ مین اپنے گھر میں حاصل ہوتی ہے وہ کہیں نہیں ہوتی۔ انسان اپنے وطن کی محبت میں جان کی پروا نہیں کرتا +

(۱۲۱) سفر

جو شخص تمام دنیا مین جس میں ہزاروں چیزیں ہیں نہیں پہرتا اور ان کی تحقیقات نہیں کرتا وہ کنوے کا مینڈک ہے۔ راجہ جو لڑنا نہیں جانتا اور برہمن جو سفر نہیں کرتا ان کو زمین یوں کہا جاتی ہے جیسے کہ سانپ ان چیزوں کو کہا جاتا ہی جو اسکے بل میں پڑی ہوں +

(۱۲۲) ضرر رساں چیز خواہ کیسی ہی عزیز ہو اسے دور کرنا چاہیے

جیسے کہ نا آدمی ہمارے ساتھ بہلائی کرے اور ہمارے مرض کی دوا کرکے دور کر دے اسکو بیٹا سمجھنا چاہیے۔ اور بیٹے کو جو ضرر پہنچائے تو اسکے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہیے جو امراض مہلک کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو اعضا آدمی کے سارے اعضا کو ضرر پہنچائے اسکو کاٹ ڈالنا چاہیے۔ جسکے ہونے سے تمام جسم ضعیف ہوتا ہی۔ اسکے قطع کرنے سے پہر قوت حاصل ہوتی ہے +

(۱۲۳) آدمی کی اپنے ملک میں عزت نہیں ہوتی

جس آدمی کو لوگ اپنا رشتہ دار جانتے ہیں اس کو شش اپنے ایک ساتہہ کا دہلا ہوا جانتے ہیں خواہ وہ اسسے کیسا ہی برتر اور اعلیٰ تر ہو۔ اور جو اجنبی آدمی عالی خیال ہوتا ہی اسکو تسلیم کر لیتے ہیں +

(۱۲۴) آدمی کے پیشے و مذاق

انسان کے مختلف پیشے اور مذاق جدا جدا ہوتے ہیں اور انکے آمال اور مقاصد بھی علیحدہ علیحدہ ہوا کرتی ہوئی چیزوں کی مسرت کی تلاش میں ہے۔ طبیب اس انتظار میں بیٹہا ہے کہ کوئی مریض آوے تو اسکا خوشی سے علاج کروں۔ پیر جی اس امید میں بیٹھے ہیں کہ کوئی مرید احمق آئے تو اسکا سر مونڈیں ہر دستکار اپنا کوئی چیز اسلیئے تیار کرتا ہے کہ دولتمند کے دولت کا کوئی حصہ اسکے عوض میں ملے۔ غرض ہر شخص بکار خود ہشیار ہے۔ کوئی طبیب ہے۔ کوئی شاعر ہے۔ کوئی سنار ہے سب کی

آرزو تمنا یہ ہے کہ دولت حاصل کریں اُسی کو اپنا مرجع بنا کے اُسکی طرف مختلف وسائل اور راہوں سے ایسے دوڑتے ہیں جیسے لوگ ان گاؤں کے پکڑنے کے لئے بہاگتے ہیں جو احاطہ سے باہر نکل کر دور گہاس چرنے چلے گئے ہوں۔ گہوڑے یہ چاہتے ہیں کہ ہلکا جو اسکا گند ہے پر رکہا جائے ظریف اپنی ظرافت پر مرتے ہیں خوبصورت عورتیں مردوں کے عشق میں مبتلا ہیں۔ پیاسے مینڈک تالاب ڈہونڈہتے ہیں۔ ہر کارے و ہرمردے +

(۱۲۵) قمار باز

پانسے جو تختے پر پہیکے جاتے ہیں اُن کے دیکہنے سے میرا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ سوم رس کا میٹہا مجہے ناخوشی کے وقت میں خوش نہیں آتا جتنا ان پانسوںکا پہیکنا۔ میری بی بی ایسی نیکبخت تہی کہ جہگڑے اور کچہ کچہ کبہی نہیں کرتی تہی۔ وہ مجہپر ہمیشہ اشرافوں کی طرح مہربان تہی۔ مگر اس جوئے میں ایسا دیوانہ بن گیا کہ میں نے اُس نازک بدن کو ایسا چہوڑ دیا کہ وہ مجہسے خفا اور صورت سے بیزار ہو گئی۔ میں گہر جاتا ہوں تو وہ مجہے پاؤں سے ٹہکرا کر گہر سے باہر نکالتی ہے۔ اُسکی ماں بہی مجہپر غصہ نکالتی ہے۔ یا الہی میں کس بلا میں مبتلا ہوا۔ لوگوں کے سامنے ہاتہہ پہیلاتا ہوں۔ اُن کی منتیں کرتا ہوں مگر کوئی میرے حال پر متوجہ نہیں ہوتا۔ سب جگہہ دُر دُر دُر بہت بہت سُنتا ہوں۔ میرا حال تھکے ہارے بوڑہے گہوڑے کا سا یا ٹوٹی پہوٹی رتہہ کا سا ہو گیا ہے بیوی نے مجہے چہوڑ دیا جسکے خواستگار اور بڑے بڑے بہادر کہڑے ہو گئے۔ ماباپ میرے دیوانہ سمجہہ کے ہاتہہ پاؤں باندہ کے گہر میں رکہتے ہیں یا باہر نکالتے ہیں دوست مجہسے نفرت کرتے ہیں میں اس اپنی حماقت کی اصلاح کرتا ہوں۔ اور آیندہ کے واسطے توبہ کرتا ہوں کہ پہر کبہی اپنے سرمایہ دولت کو داؤں پر نہ لگاؤنگا۔ مگر جہاں پانسوںکے پہیکنے کی کان میں آواز آئی تو پہر وہی ٹرک اُٹہی اور میری توبہ ٹوٹ گئی۔ اُن کے پاس ایسا بیتاب ہو کر دوڑا جیسے کوئی عاشق معشوق پاس ہم آغوش ہونے کے لیے جاتا ہے۔ کہیلنے میں جلدی کرتا ہوں ہر دفعہ جیتنے کی اُمید بڑہتی جاتی ہے۔ جتنا ہارتا ہوں اُتنی ہی سینہ میں سرگرمی کی آگ بہڑکتی جاتی ہے۔ اپنی قسمت آزمائی سے

بھی تھکتا نہیں۔ پانسوں پر جو آدمی فدا ہوتے ہیں وہ اُن کے کانٹے چبھوتے ہیں چیرتے پھاڑتے
ہیں۔ آزار پہنچاتے ہیں۔ بیقرار کرتے ہیں۔ کسی دن تو کچھ فائدہ بھی پہنچا دیتے ہیں تو دوسرے دن اُس
سے زیادہ اُن کو نقصان پہنچاتے ہیں یہ پانسے ہی کھلاڑی خود مختار گروہ ہے کہ جو انسان
کی قسمت پر فرمان چلاتا ہے۔ وہ اُن پر ہنستے ہیں جو بڑی غضبناک پیشانی رکھتے ہیں۔ اور
بادشاہ بھی اُن کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ وہ خود تو نیچے گرتے ہیں مگر اور آدمیوں کو وہ اوپر ٹانگ
کے لٹکاتے ہیں۔ اُن کے خود ہاتھ نہیں مگر آدمیوں کو بے دست و پا کر دیتے ہیں۔ گو خود برف
سے زیادہ ٹھنڈے ہیں مگر آدمی کے کلیجے کو آگ سے زیادہ جلاتے ہیں۔ قمار باز کی بیوی سر
پیٹتی ہے۔ ماں باپ اپنے بیٹے کی یہ حرکتیں دیکھ کر روتے ہیں۔ آخر کو وہ ذلیل و خوار و محتاج
ہو کر رات کو بھیک مانگتا ہے۔ یا ڈرتے ڈرتے چوری کرتا ہے۔ وہ اوروں کی بیویوں کو دیکھتا
ہے کہ بڑے سہاگ بھاگ سے خوش و خرم رہتی ہیں مگر اُس کی بیوی بیچاری غمزدہ مصیبت
کی ماری ہے۔ اُس سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ اُسکی تباہی کا آغاز صبح کی روشنی
میں شروع ہوتا ہے اور رات کی تاریکی میں بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔ اب میں پانسوں کی راجہ کے
آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں اور اُن کے آگے اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت مانگتا ہوں
کہ وہ پانسے مہربانی کر کے مجھے کچھ عطیہ اپنا عطا کرتے ہیں تو میں اُن کو شاباش دیتا ہوں۔ مگر
اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جوئے کو چھوڑ دیں اور زمین کو بوئیں جوتیں جس سے اپنی
ریاضت کا ثمرہ پائیں جو کچھ ہاتھ آئے اُس سے خوش رہیں اے راجہ تو ان پانسوں کو حکم
دے کہ وہ مجھ پر مہربانی کر کے اپنی قید سے چھوڑ دیں اور اوروں کو اپنی زنجیروں میں جکڑ کر اسیر کر لیں

(۱۲۶) متفنّی آدمی۔

متفنّی آدمی وہاں سکڑ کر باتیں کرتا ہے۔ جہاں اُسکی نیت بُری ہوتی ہے وہ ظاہر میں اپنے
تئیں مسکین بناتا ہے۔ مگر دل اُسکا ایسا تیز ہوتا ہے جیسے قینچی۔ وہ ہاتھ جوڑتا ہے قسمیں کھاتا
ہے صلح کرتا ہے۔ امیدیں بڑھاتا ہے غرض پہلے دشمن کو اپنی دوستی کا یقین دلاتا ہے پھر اُسکے

گلے پر چھری پھیرتا ہے گیروے کپڑے پہنکر فقیر بنتا ہی۔ بالوںکو منڈاتا ہی۔ کھالیں پہنتا ہی۔ یوں دشمن کے دل میں اعتبار پیدا کرتا ہی۔ پھر بھیڑیے کی طرح پکڑ لیتا ہی۔ بیٹا ہو۔ بھائی ہو۔ باپ ہو۔ دوست ہو۔ جو اُسکی مطلب برآری میں ہارج ہو اُنکو قتل کر ڈالتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ جبتک آدمی دشمن کو قتل نہ کرے جس سے اور لوگ ڈریں مچھلی مارنے والے کی طرح جب تک کانٹا نہ لگائے کامیاب نہیں ہوتا +

(۱۲۷) فیاضی

فیاض نہ کبھی سنجیدہ ہوتا ہی نہ مرتا ہی۔ نہ اُسکو رنج اور تردد ہوتا ہی۔ دُنیا اور دنیا کی ساری خوشیاں اُسی کے لیے ہوتی ہیں عقبی میں اُسی کو نعمتیں ملتی ہیں وہ شاہانہ محل میں بیٹھا ہوتا ہے دیوتاؤں کی شان وشکوہ کے ساتھ رہتا ہی۔ دل کی فریفتہ کرنے والی دُلہن جواہر وزر کی اُس کی بغل میں شاد وخرم بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اپنی محبت سے اُس کے دل کو مسرور کرتی ہی۔ اُس کے پاس اناج کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں غرض عجب راحت جاوید کے ساتھ اُسکی زندگی بسر ہوتی ہے۔ اُسکے رتھ کے گھوڑے باد پا اچھلتے کودتے کلولیں کرتے ہنہناتے ہیں امداد الٰہی اُس کے دشمنوں کی پامالی کے لئے آمادہ رہتی ہی۔ دُنیا میں جیسے محتاج۔ غریب۔ ضعیف۔ دُبلے۔ پتلے فاق مرتے ہیں۔ ایسے ہی مو ٹے تازے مرتے ہیں۔ پس جس شخص کے پاس بہت کچھ دھن دولت ہو وہ ایسی سنگدلی نہ اختیار کرے کہ خود غرضی کے سوا اُسے کسی کار خیر میں نہ خرچ کرے۔ اور جو بھوکے اسے مانگنے آئیں اُن کے دل کو تشفی وتسلی نہ دے۔ وہ دولت کاہے کو ہی جو بھوکے دوست کو ٹھکرا کر کہے کہ بھوکے اُلٹے چلے جاؤ اور اس سبب سے اُسکو کسی اور فیاض کا گھر تلاش کرنا پڑے۔ مسکینوں۔ غریبوں کی پرورش کرو جہانتک تجھسے ہو سکے۔ آیندہ زمانہ کی باریک کتاب میں پڑھتا رہو کہ یہ دولت تیرے پاس سے اُڑ جائے گی تو اُسکی بے ثبات مہربانیوں پر نازاں نہ ہو۔ اُسکا حال رتھ کے پہیہ کا سا ہی کہ جو حصہ اُسکا اوپر ہوتا ہی وہ نیچے گر کر زمین پر لگتا ہی۔ دولت ہمیشہ اپنی جگہہ بدلتی رہتی ہی جس شخص کی دولت میں دوست شریک نہیں ہوتے وہ غارت ہو جاتی ہی۔ جو اکیلا کھاتا ہی وہ اکیلا ہی گناہ کی سزا بھگتا ہے +

ضمیمہ

مضامین متفرق ہندؤن کی کتابون سے

(۱) بسنت رت

بسنت رت بہی ایک راجہ ہے جسنے اپنے بڑے بڑے خیمے اور شامیانے کاہی کے تنے ہین بڑے بڑے درختون کے چھتون پرجال دار بیلین ڈالی ہین اُسنے جہنڈے اور بہر ہرے کیلون اور کھجورون کے درختون کے قایم کئے ہین جنکو کوی بڑا ہی زبردست پہلوان ہوگا جو دیکہکر نہ متحیر ہوگا جو بہانت بہانت کے درختون پہول کہل رہے ہین وہ اُس کے تیرانداز سپاہی ہین جو طرح طرح کی وردیان پہنے ہین۔ اور ان مین جو کوئی بڑا ہی سہانا درخت کہڑا ہے وہ گویا سورسپہ افسر ہے بہنورون کی گونج جو ہو رہی ہے وہ شہنائی بج رہی ہے کوئلین جو بول رہی ہین وہ اُسکے مست ہاتہی ہین۔ بگلے بیل خچر اور اونٹ ہین مور اور چکور طوطے اُسکے جنگی گہوڑے ہین۔ کبوتر ہنس۔ اُسکے عربی گہوڑے ہین۔ بٹیر تیتر اُسکے پیادے ہین۔ ہوا جو مندی مندی خوشبو دار چل رہی ہے وہ گویا قاصدی کر رہی ہے۔ غرض بسنت اپنا لشکر لئے ہوئے ان عاشقون پر دہاوا کر رہی ہے جن سے کہ معشوق جدا ہے۔

(۲) برسات

آسمان مین جو بادل گہمنڈ گہمنڈ کر بڑے زور شور سے گرجتے ہین اُن کے سُننے سے بنا پیارے کے میرا دل ڈرتا ہے دیکہو چہمن چہن چہپ بجلی۔ بادلونمین چمک چمک کر پہر اُن مین ایسے چہپ جاتی ہے جیسے اوچھے سفلے کی محبت ٹہرتی نہین بادل زمین کی طرف جہوم جہوم کر کیسے برستے ہین کہ پنڈت و ویا پاکر جہکتے ہین بہاری مینہ کی بوندون کی پہاڑ برداشت ایسی کرتے ہین جیسے کہ نیک آدمی بُرے آدمیون کی بُری باتون کو سُنکر سہ لیتے ہین چہوٹی چہوٹی ندیان اور نالیان اور جہیلین تہوڑے پانی سے ایسی امنگ سے چلتی ہین جیسے کہ سفلے کمینے تہوڑی

دولت سے اپھر کر چلتے ہین۔ آب باران زمین کے اختلاط سے ایسا مکدر ہو جاتا ہے جیسے کہ سچا دل دنیا کی
خواہشون سے مکدر ہو جاتا ہے۔ تالابون مین سب طرف سے سمٹ سمٹ کے ایسا پانی آتا ہے جیسے سچے آدمیون کو
پاس سب اچھے گن آتے ہین گہنی گہاس کے اُگنے سے زمین ایسی ہری ہو رہی ہے کہ اُس مین راستہ ایسا
سجہائی نہین دیتا جیسا کہ مقدس کتابین ناپاک کتابون کی کثرت مین نہین پہچانی جاتین۔ چارون طرف مینڈک
کی آوازین د ۱ درے مین ہو رہی ہین کہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتون کے گروہ بید پڑھ رہے ہین
خاک دہول تو کہین ڈہونڈی نہین ملتی اُسکو برسات نے ایسا مٹا دیا ہے جیسا کہ غصہ دہرم کو مٹا دیتا ہے
درختون مین نئی نئی کونپلین ایسی بڑہ رہی ہین جیسے کہ خدا پرستون کی معرفت مدارا اور جو اسکے درخت ہین
پتون کے ایسے ہو گئے ہین جیسے کہ عمدہ انتظام کے راج مین چور بٹ مار اور شریر بدکار نابود ہو جاتے ہین
چاہے جس طرح تلاش کرو کہین کوئی بٹیا گرد آلود نظر نہین آئینگے وہ کیسے چہپ گئی ہین جیسے غصہ اور دکہ مین
مذہب نظر سے چہپ جاتا ہے۔ کہیتون کی سبب سے زمین وہ زرخیزی کر رہی جیسے کہ کوئی دولت مند
فیاض زرریزی کرتا ہے۔ گھٹا کی راتون مین جگنو اپنی ایسی چمک دکہاتے ہین جیسے کہ کوئی بڑا گروہ ریاکارون
کا اپنی ریاکاری دکہاتا ہے۔ مینہ کی شدت سے کہیتون کے مینڈین جا بجا سے ایسے غارت ہو گئے ہین جیسے کہ عورتین
اپنی بری عادتون سے تباہ ہو جاتی ہے محنتی ہوشیار کسان اپنی کہیتون کو نرا کر گہاس پہوس ایسا نکال کر
پہینک دیتے ہین جیسے دانشمند عاقل جہالت کو تعلی غرور کو دور کرتے ہین چکوا چکئی ایسے غایب ہو گئے ہین
جیسے کہ لڑائی جہگڑے مین دہرم آتما غایب ہو جاتے ہین خواہ کتنا ہی شور زمین پر مینہ برسے اسپر گہاس
ایسی ہی جمتی جیسے کہ خدا پرستون کے دل مین شہوات نفسانی نہین پیدا ہوتی۔ زنگارنگ کے کیڑے
مکوڑے زمین کے ایسے بڑہتے ہین جیسے کہ اچھے راج کے اندر پرجا بڑہتی ہے جا بجا تہکے
ہوئے مسافر ایسے ٹہر رہے ہین جیسے کہ آدمی کے حواس خمسہ ظاہری بعد معرفت کے ٹہر جاتے ہین۔ تند ہوا
بادلون کو ایسا پراگندہ کر رہی ہے جیسے کہ کپوت کے پیدا ہونے سے کُل خاندان پریشان ہوتا ہے
کبھی اندہیرا کبھی اجالا دن مین ایسا ہو جاتا ہے جیسے اچھی بری صحبت سے بھلا برا۔

(۳) تالاب

تالاب کیسا گہرا اور چوڑا ہے اُس کا پانی ایسا پاک تہا جیسا کہ اہل صفا کا دل اُسکے چارون طرف گہاٹ بنے ہوئے تہے اُن کے اوپر چارون طرف سے طرح طرح کے جانور پانی پینے کے لئے ایسے جمع رہتے تہے جیسے کہ کسی سچے دولتمند کے دروازہ پر مانگنے والے اکٹھے ہوتے ہین۔ اُسکے گہرے پانے مین مچھلیان ایسے سکھہ سے رہتی ہین جیسے کہ اہل یقین کا دل چین سے رہتا ہے اُسکے پانی پر کنولون کا بچھونا ایسے بچھا ہوا تہا کہ جسکے نیچے پانی کا دیکھنا ایسا مشکل تہا جیسا کہ آتما کا دنیا مین اسمین کنولون کے پہول نیلے پیلے لال اجلے پہول رہے تھے۔ اور اُن کے اوپر بہونرے پیاری آواز سے گونج رہے تہے اور اُن مین مرغابیان۔ ہنس ایسے بول رہے تھے کہ یہہ معلوم ہوتا تہا کہ یاد آلہی کر رہے ہین اور خوبصورت خوبصورت جانور اپنی دہن مین ایسا راگ گلتے تہے کہ دائین بائین طرف مسافر خود بخود اُن کے سُننے کو چلے آتے تہے۔ یا وہ بلاتے تھے تالاب کے آس پاس منی لوگون کے آشرم استہان بنے تہے اُن کے گرد بن کے درخت سوہا دیتے تہے کہین چمپاکے درخت۔ کہین مول سری۔ کہین کدم۔ کہین تمال۔ کہین بڑ کہین کٹہل۔ کہین ڈہاکہ۔ کہین مندال اور ایسے ہی اور ہر درخت مین نئی نئی کوپلین نکلی تہین۔ رنگ برنگ کے پہول الگ رہے تھے کوئیل وہ الاپ رہی تہی کہ جسکے رسیلی آواز سُن کر مُنی لوگون کے دھیان چھٹ جاتے تھے۔ درخت پہلون کے بوجہ سے زمین پر ایسے جہک جاتے تھے جیسے کہ فیاض دولت کے بڑہنے سے جہک جاتے ہین۔

(۴) برسات کی مینڈک

مینڈک ایسی نچلی ایک جگہہ بیٹھی ہوئے ہین جیسے کوئی برہمن کسی سنکلپ کے لئے بیٹھا ہے سوکہی ہوئی اور جہریان پڑی ہوئی کہال کی صورت مین وہ پڑے ہوے ہین بہت دنون سے گرمی کے مارے ضعیف او خشک ہوگئے ہین مدتون سے مینہ کے انتظار مین بیٹھے ہوئے بیفایدہ سوکہہ رہے تھے۔ ہوا کی گرمی نے اُن کو مردہ اور نیم مردہ بنا رکہا تہا۔ اب برسات آئی مینہ موسلا دہار برسنا شروع ہوا ندیمین کے میدانون مین پانی پانی ہوگیا۔ دریا بہنے لگے بادل سورج پر چہاگئے ہوا ٹھنڈی ہوگئی تالاب جو مدتون سے پانی سے خالی سوکھے پڑے تہے وہ سب بہر گئے اب مینڈک اُن مین تیر رہے ہین اور انکا جسم پانی مین ڈوبا ہوا ہے

اُن کے ٹرانے کی آوازین دور جارہی ہین۔ خوب تربہ تر ہوکر خوشی خوشی اچھلتے کودتے ہین اُس مین مل مل کر خوب غل مچاتے ہین۔ ایک دوسرے کی پیٹھہ پر اُچھل کر جا بیٹھتا ہے اور ایک دوسرے کی آواز کے ساتھہ اپنی آواز ملا دیتا ہے۔ جیسے کہ پڑہانے والا پہلے ایک لفظ کہتا ہے اور پہر سب پڑہنے والے لڑکے اُس لفظ کو ایک ساتھہ بکتے ہین اسی طرح یہہ مینڈک بولتے ہین جو ایک غوک بولتا ہے پہر اور غوک بولتے ہین اُن کے گلون سے مختلف آوازین نکلتی ہین۔ کوئی گاے کی کوئی بہیڑ کی آواز نکالتا ہے۔ اگرچہ نام سب کا ایک ہے مگر وہ جدا جدا رنگون مین چمکتے ہین کوئی سبز ہے کوئی بہورا جیسے کہ سوم کی ریت مین برہمن پیالہ کے گرد ایک ساتھہ بولتے ہین ایسے ہی وہ بولتے ہین برسات مین آج کل تالابون کو مینڈک گہیرے ہوئے ہین اور ہوا کو اپنی آوازون سے بہر رکہا ہے گویا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت بہجن خدا کی تعریف مین گارہے ہین جیسے کہ کوئی پنڈت ہانڈی کو چولہ پر رکہہ کر پسینے پسینے ہوجاتا ہے اور جب دیکہتا ہے کہ وہ بہت گرم ہوگئی تو جلدی سے آنچ کو بجہا دیتا ہے ایسے ہی مینڈک جب دیکہتے ہین کہ گرمی کا موسم بہت ستاتا ہے تو وہ جلدی سے پہر آن کر پانی مین ڈوب جاتے ہین۔ خدا نے جو قاعدے مقرر کئے ہین اُنسے وہ کبہی انحراف نہین کرتے۔ وہ سب موسمون کے قاعدون کو برتے ہین

(۵) جاڑے کا موسم

برسات گئی جاڑا آیا۔ یہہ خزان کا موسم بہی بہار سے کم نہین۔ اُس مین بہی طرح طرح کے درخت بیل۔ کمل۔ کوکا بیلی پہولتے پہلتے ہین۔ اناج بہی پیدا ہوتا ہے۔ اُجلے اُجلے پہولے کانس زمین پر ایسی چہارہی ہین کہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ برسات اپنا بڑہاپا دکہاتا ہے تمام سڑکون راستون پر پانی ایسا خشک ہوگیا جیسے کہ طمع قناعت سے سوکہہ جاتی ہے۔ دریاؤن اور تالابون کا جل وہ نرمل اُجلا ہے جیسے کہ صاف ضمیرون کا دل مکر و فریب کی کدورت سے پاک ہوتا ہے۔ ندی تالابون کا پانی تہوڑا تہوڑا سوکہہ کر یون اُتر جاتا ہے جیسے کہ گیانی لوگ سہج سہج نفسانیت کو چہوڑتے جاتے ہین۔ اب نہ کہین کیچڑ ہے نہ دہول ہے۔ ساری زمین ایسی سہانی ہے جیسے کہ عادل اور منتظم راجا کی پرجا۔ آسمان پر کہین بادل نہین اسکا مطلع ایسا صاف ہے جیسا کہ خدا پرست کا دل دنیا کی ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے۔ پانی کے تہوڑے ہوجانے سے مچھلیان ایسی بےکل اور بےچین ہورہی ہین جیسے کوئی کمینے دار مسرف دولت اوڑا کر بےآرام ہوتا ہے۔ جاڑے کی موسم مین کبہی کبہی مینہہ کے چھینٹے ایسی

پڑتے ہین جیسے کہ اس آدمی کا دہرم کبھی کبھی اپنا جلوہ دکہاتا ہے جس کا دہرم پکا نہین ہوتا گھری پانی مین جیسے مچھلیان بڑے سکھہ چین سے رہتی ہین ایسے کامل عابدون کا دل آرام سے رہتاہے اور کوئی خوف اُن کو نہین ہوتا پانی کے جانورون کو پانی کے سوکہہ جانے کا ایسا خوف لگا رہتا ہے۔ جیسے کہ کم درجہ کے عابدون کو دنیا کی محبت کے سبب سے خدا سے غافل ہوجانے کا ڈر رہتا ہے اب اس موسم مین بہونرے جھنڈ کے جھنڈ گونجتے ہین۔ اور سندر پشو پنچھی آنند رہتے ہین مگر چکوا چکئی رات دیکہہ دیکہکر ایسے رنجیدہ ہوتے ہین جیسے کہ خبیث اورون کی دولت دیکہہ کر آزردہ ہوتے ہین پپیہا مارے پیاس کے ایسا بیتاب ہوتا ہے جیسے کہ کوئی آدمی خدا تعالےٰ سے لڑائی باندہ کر پریشان ہوتا ہے۔ جاڑے کی راتونسی گرمی کو چاند ایسا اُڑا لیجاتا ہے جیسا کہ منی درشن سے پاپ جاتا رہتا ہے۔ چکورون کے جھنڈ کے جھنڈ چاند کی طرف ایسی آنکھین لگا رہے ہین جیسے کہ خدا پرست خدا کی طرف دل لگاتے ہین۔ مچھر ڈانس کا جاڑے نے ستیاناس ملا دیا ہے جیسا کہ برہمن کے ستانے سے کسی کنبے کا ستیاناس ہوتا ہے اس موسم مین۔ حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے سے زمین ایسے پاک ہو گئی ہے جیسے کہ مرشد کامل کے پانے سے آدمی کے دل کے وسوسے اونکھی دور ہو جاتے ہین۔

(۶) بن و پہاڑ

بن و پہاڑ پر وہ بہار تھی جسکو دیکہکر آدمی ایسا خوش ہوتا تہا جیسے کہ کوئی بڑا بہورکا اچھا کہانا دیکہہ کر خوش ہوتا ہے یا کوئی بڑی آفت رسیدہ پرجا اچھی راجہ کو پاکر خوش ہوتی ہے سہاونا بن ایسا دیس تہا کہ جس مین تارک الدنیا ہو نا راج کرتا تہا۔ دانائی وزارت کرتی تہی۔ نیم اور دہرم جسکے مہابلوان لڑنے والے تھے۔ تسلیم و رضا جسکی پیاری اور حسین شہزادیان تہین۔ شانانہ دانائی نے دہوکہ و فریب و مکر کے بادشاہ کو مغلوب کر لیا۔ وہ بے کہٹکے راج کرتا ہے اور بالکل اُسی کا راج ہے بن مین جو اکثر جوگیون کا آشرم بنے ہوئے ہین نگر اور گاؤن کہیڑے معلوم ہوتے ہین۔ بہت سے رنگ برنگ کے وحشی پشو اُنکے باشندے ہین۔ خرگوش۔ ہاتہی۔ شیر۔ باگہ۔ سور۔ بیل بہیسا۔ بہیڑیا بہیر کو چہوڑکر ایک ہی ساتہہ پہرتے ہین۔ آٹہون پہر جو چہرنے جہرتے ہین اور مست ہاتہی گرجتے ہین تو یہہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب طرح

کے بلجے بجتے ہین چکوا چکور۔ پپیہا۔ کیسر۔ کوکلا ہنس یہہ جو سب بولتے ہین۔ اور مور جو ناچتے ہین۔ بن کے برکہہ۔ بیل۔ گہانس سب پہولے پہلے ہین۔ تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل مین آنند منگل ہو رہا ہے

(۷) بن

بن مین کیا خوفناک تنہائی ہے۔ سب سے الگ ہے۔ کہین اُس مین راہ نہین تاریک ہے۔ آدمی کا اُن مین جاتے ہوے کلیجہ دہڑکتا ہے۔ درندہ۔ چرندہ۔ پرندہ جانورون کی وہ پرورش کرتی ہے مگر وہ آپس مین ایک دوسرے کو مارتے ہین وہ بہت سے شیرین میوے پیدا کرتی ہے جنکو مسافر کہا کر سیر ہوتے ہین۔ پہولون کے کہلنے سے گلزار بن رہی ہے اُن کی خوشبو سے ہوا مہک رہی ہے دہقانون کے ہاتہہ سے اس مین زراعت نہین ہوئی مگر اسنے خود آسمان سے پانی لے کر اپنے تئین سرسبز کیا ہے۔

(۸) برات کی خوشی

خوشبوؤن کی دہونی کا دہوان اتنا اٹہا کہ یہہ معلوم ہوتا تہا کہ ساون کی گہٹا اٹہی ہے۔ اُن مین جو پہول برسائے جاتے تہے تو یہہ معلوم ہوتا تہا کہ بگلون کی پانت کالی گہٹا مین جاتی ہے۔ سہرے جو لال زرد سبز۔ نیلے جواہر کے پڑے ہوے تہے یہہ معلوم ہوتا تہا کہ قوس قزح نکلی ہے۔ چہتون پر جو عورتین برات دیکہنے کو جہانک جہانک چہپ جاتی تہین سو یہہ معلوم ہوتا تہا کہ چنچل بجلی چمک رہی ہے دہونسون کی دہون دہون بادل کی گرج معلوم ہوتی تہی۔ نقیر جو غل مچا رہے تہے یہہ معلوم ہوتا تہا کہ کوئل اور مینڈک اور مور بول رہے ہین خوشیون کی بوچہاڑ مینہ کی چہڑی تہی جو نرناری کی کہیتون کو شاداب کرتی تہی۔ انہون نے سندر پلنگ جواہرات سے جڑے ہوے بچہائے۔ سفید چادر دتوشکین۔ جو دودہ کی جہاگ سے بہی زیادہ سفید تہین بچہائین انپر سندر تکئے لگائے بہت سندر شامیانے تنے جن کو رتنون کے دیپک اپنے پرکاش سے روشن کرتے تہے

(۹) بسنت رُت

بسنت رُت پہ رہی ہے نئے درختون پر رنگ برنگ کے پہول کہل رہے چارون طرف بن باغ تالاب سہانے ہو رہے ہین۔ ٹہنڈی ٹہنڈی سگندہ بہری پون مندی مندی چل رہی ہے۔ عشق کی آگ سلگا رہی ہے مردہ دلون کو زندہ دل بنا رہی ہے۔ ناچ رنگ کی محفلین جمی ہوئی ہین پریان ناچ رہی ہین۔ بہانت بہانت

کے پہولون کی گیندین مالنین اچہال رہی ہین۔ مالی تانون کی ترنگون مین گا رہے ہین۔ سب جگہہ لاڈ پیار کی باتین
ہو رہی ہین۔ تالابون مین سندر کمل کہل رہے ہین۔ اُن پر بہورون کے جہنڈ کے جہنڈ گونج رہے ہین۔ سُندر سندر
ہنس اُن مین تیر رہے ہین۔ کوکلا اور پکہشی رس بہرے سُر گا رہے ہین ❖

(۱۰) باغ

راجا کا باغ کیا سُندر تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بارہ مہینے اُس مین بسنت رُت رچی رہتی ہے طرح طرح کے درخت
لگے تھے اُنپر رنگ برنگ کی بیلین پہیل رہی تھین۔ اُن مین کوپل پتے ہرے ہرے نکل رہے تھے میٹھے میٹھے پہل لٹک
رہے تھے وہ خوشبودار پہول کہل رہے تھے کہ سارا باغ مہک رہا تھا۔ اُن پر پپیہے۔ کوکلے۔ طوطے چکور بول رہے تھے
مورنیون کے آگے مور ناچ رہے تھے باغ کے بیچو بیچ مین ایک بڑا سُہانا تالاب تھا جس کی سیڑھیان یہ معلوم ہوتی
تھین کہ جواہرات سے جڑی ہوئی تھین۔ اس کے ایک ایک بناؤ مین ہزارون سنگار تھے۔ میٹھا ٹھنڈا نرمل جل بہرا
تہا۔ جاڑے کے موسم کے کمل طرح طرح کے پھول رہے تھے۔ اُن پر سندر جل پکشی بولتے تھے بہونرے گونجتے تھے۔ کوئی آدمی
ایسا ہو گا جس کا دل باغ کو دیکہکر باغ باغ نہ ہوتا ہو گا۔ اور دماغ معطر نہ ہوتا ہو گا۔

(۱۱) راجہ کی راجدھانی کا بیان

اجودھیا ایسا خوبصورت شہر تھا کہ جسکی صورت دیکھنے سے بیراگی اپنا بیراگ بھول جاتے تھے اُس کی اٹاریان
سونے کی جواہر سے مرصع تھین اُس کے رستون کے فرش مین رنگا رنگ کی گچ کی ہوئی تھی۔ اُس کے گرد کوٹ
بڑا شاندار اور مستحکم اور استوار بنا تھا جسکے کنگورے چمکدار رنگون سے جگمگاتے تھے۔ اُس کے اندر نئے نئے گھرون کی
منڈل ایسے بنے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تہا کہ ساتون ستارون نے ملک اندر کی راجدہانی امراوتی کو سجا ہے
جسکی زمین پر رنگین کانچ کا وہ فرش کیا ہے کہ جسکو دیکہکر منی لوگون کا من رم جائے۔ اونچے اونچے اوجلے
مندر آسمان کو چومتے تھے۔ اُن پر روشن کلس لگے ہوئے تھے جن کو دیکہہ چاند۔ سورج شرمندہ ہوتے تھے جھروکے
بڑے دل پسند طرح طرح کے بنے ہوئے تھے گھر گھر مین جواہر نگار چراغدان روشن ہوتے تھے۔ جنکی روشنی مین پہول
کی دہلیزین۔ جواہر نگار ستون سونے کی دیوارین جھلک جھلاکا کرتی تھین۔ یہ معلوم ہوتا تہا کہ ان مکانون کو
زمرد کار و الماس نگار یہ قدرت نے خود بنایا ہے۔ راج مندرون کی دروازون مین سونے کے اندر ہیرے

جڑے ہوے تھے۔ ہر گھر مین چتر سال (تصویر خانہ) تھا جسکے اندر دہ اوتارون کے چرتر لکھے گئے تھے جنپر منیون
کے من عشق کرتے تھے گھر گھر مین پھلواری جن مین بیلین اور کلیان سب طرح کی سدا بہار لگی تھین جن پر بھونرے
گونجتے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی مندی مندی پون مہکتی ہوئی چلتی تھی۔ سبھون نے طرح طرح کے پرندپال رکھے تھے کوئی
میٹھی بولیان بولتا تھا کوئی بلند پروازی خوب کرتا تھا کسی کی صورت اچھی تھی گھرون کی چھتون پر مورون کا
ناچ تماشا دکھاتا تھا پپیھے۔ ہنس اپنا عکس آئینون مین دیکھ کر خوب گاتے ناچتے تھے۔ طوطے میناؤن کو بالک رام
جن پالک کہنا سکھاتے تھے۔ راج دوار بڑا سندر بنا تھا۔ گلیان۔ بازار۔ چوک بڑے قرینہ سے بنے تھے۔ بازارون کی
خوبی بیان نہین ہوسکتی۔ بن دامون وہان چیزین ملتی تھین۔ جہان لچھمی رانی خود حکومت کر رہی ہو وہان
کی دولت مندی کا بیان کب ہوسکتا ہے۔ بزاز۔ صراف۔ اناج بیچنے والے دکانون مین راجہ بنے بیٹھے تھے۔ ہر ایک مرد۔
عورت۔ جوان۔ بوڑھا خوش حال۔ نیک اطوار۔ خوبصورت تھا شمال کو دریا سرجو کا نرمل جل بہتا تھا۔ اُس کے کنارے
خوش وضع گھاٹون کی برابر قطار تھی۔ کیا امکان کہ وہان کہین کیچڑ ہو۔ ایک بہت چوڑا سندر گھاٹ تھا جہان۔
ہاتھی گھوڑے پانی پیتے تھے۔ پنگھٹ طرح طرح کے بہت ہی مسرت افزا بنے ہوے تھے جہان کوئی نہا نہین سکتا تھا۔ وہ
آدمیون کے پانی پینے ہی کے لئے بنائے گئے تھے بڑا سندر راج گھاٹ تھا جہان چارون برن کے آدمی اشنان کرتے
تھے۔ تمام کنارہ پر مندر بنے ہوئے تھے جنکے چارون طرف درختون کے جھنڈ بہت ہی خوب صورت لگے تھے کہین
کہین سرجو کے کنارہ پر گیانی اور سنیاسی رہتے تھے۔ اُن بزرگون نے تلسی کے متبرک درخت جابجا بہت سے
لگا رکھے تھے۔ شہر کے اندر کی سُندرتائی بیان نہین ہوسکتی مگر باہر بھی اُس کا فضا بہت خوش روح افزا تھا۔
اُس کے بن۔ باغ۔ باولی۔ تالاب کے دیکھنے سے پاپون کا ناش ہوتا تھا۔ تالاب رنگ برنگ کے کنولون سے
بھرے تھے۔ پکشی اپنا اپنا راگ گاتے تھے۔ بھونرے گونجتے تھے۔ طوطے جو دن کو ٹین ٹین مچاتے تھے گویا وہ
مسافرونکو بلاتے تھے کہ یہان آؤ۔

(۱۲) راجدھانی جنک پور کا بیان

کیا شہر تھا جسکے اندر ہر جگہہ ایسی دل کش تہی کہ جہان بیٹھے وہان سے اوٹھنے کو او جہان کھڑے ہوجئے وہان سے
چلنے کو جی نہ چاہے۔ شہر کے چارون طرف کنوئین۔ تالاب۔ باولیان ستھری پاکیزہ۔ جن مین امرت سے زیادہ

میٹھا و نرمل جل بھرا ہوا اُن مین صد ہا رنگ کے آبی جانور تیرتے تھے۔ اُن مین کنول طرح طرح کے کھلے تھے۔ اُن پر رس بھرے بھونرے گونجتے تھے۔ سیڑھیان اُن کی جواہر کی تراشی ہوئی نظر آتی تھین گھاٹون پر ہر دم آدمیون کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔ اُدھر تالابون کا یہ بہار کا عالم ادھر باغ، پھلواری بن۔ اپ بن کا جوبن۔ وہ سدا پھولتے پھلتے رہتے تھے۔ نت ہرے رہتے تھے۔ ان مین سگندھ بھری پون مندی مندی چلتی تھی باہر کا یہ فضا ایسا مسرت افزا شہر اندر سے اور زیادہ دلچسپ و دل کشا۔ بازار چوڑے چوڑے خوش وضع۔ ان مین نقاشی کے کام جا بجا کہ جن پر نظر پڑے تو پھر مشکل سے پھرے۔ ان مین مہاجن سوداگر سب طرح کے اسباب ڈھیرون لئے بیٹھے۔ سارے بازار ایسے مہکتے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عطر کا چھڑکاؤ ہوا ہے۔ برآمدے پارچے سونے اور جواہر سے جڑے ہوئے۔ راج مندر وہ عالی شان جسکی دھن و سکھہ کو دیکھکر دیوتا بھی مہت ہوجائین کوٹ وہ خوبصورت جسکے کواڑ زرنگار جواہر سے مرصع جنھین دیکھکر عقل دنگ ہو۔ یہ معلوم ہو کہ چودہ بھون کی سندرتائی یہین آن کر اکھٹی ہوئی ہے۔ قلعہ وسیع دیوارین اُسکی ایسی مضبوط جیسے پہاڑ اس کے کواڑ وہ بجبر اور استوار کسی کے توڑنے سے ٹوٹین نہین۔ اُس مین بڑے بڑے اصطبل۔ رتھ خانے فیل خانے بنے ہوئے تھے جن مین سدا گھوڑے۔ رتھ۔ ہاتھی بھرے رہتے تھے۔ منتریون سیناپتون پہلوانون امیرون کے مکان بھی ایسے ہی عالیشان بنے ہوئے تھے۔ نٹ بھاٹ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ نگرباسی سارے بڑے سہترے اجلے سُندر سیدھے دھرماتما گن وان کاریگر ہمیشہ خوش۔ رات دن خوشی کے شادیانے بجتے تھے رات کو رت جگے ہوتے تھے فقط

(۱۳) سپاہی

جب سپاہی زرہ بکتر بدن پر سجاتا ہے۔ اکڑا کرجاتا ہو۔ میدان جنگ مین مقابلہ مین آتا ہے اور لڑائی کی نمبر بین اٹھاتا ہے۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادل مین بجلی چمک رہی ہے بہادر سپاہیون کی چمک دار ہتیار اُن کو لڑائی مین بےخوف و نڈر بناتے ہین اُنکی کمان مطیع کرنے والی ہوتی ہے دشمن کی لڑائی کو ختم کردیتی ہے۔ اُسکے گُننے کو مٹا دیتی ہے۔ اور دشمن کو دربا فنا مین تیراتی ہے اسکو پیچھے کرتی ہے فتح پاکر اسکے تمام مال اسباب دولت کو چھین لیتی ہے کمان کے کان کے پاس لے جاتا گویا اُس سے باتین کرتا ہے۔

اسکے تیرون کی آواز سُن سُن عورتون کی سی چیخین ہوتی ہین وہی سیاہی کو بیخوف وخطر کرتی ہین۔ سامنے دیکھو که رتھہ مین سورما کہڑا ہے کیا۔ اپنے سنہر مندی سے گہوڑون کو آگے ہنکاتا ہے۔ اُنکا آگے پیچھے جانا اسکے حکم مین ہے وہ باگون کے ہاتھہ مین لئے اپنی عجیب قدرت دکہاتا ہے کیا دوڑنے والے گہوڑے ہانپتا رہے ہین۔ اور مرنے کے لئے آگے دوڑے جاتے ہین۔ اپنے سمون مین دشمنون کو کچلتے ہین وہ کبھی خون وقتل کے ہنگامون سے پہلو تہی نہین کرتے

(۱۴) ہنگامہ جنگ

میدان جنگ مین ساراابرسات کا سا معلوم ہوتا ہے نیزے برچہی تلوار ایسی چمک رہی ہین جیسے که دونون طرف بجلی چمکتی ہے۔ ہاتہی گہوڑے سے جنگہار رہے ہین جیسے که بادل گرج رہے ہین۔ دہول جو اُڑتی ہے وہ پانی کی جہڑی ہے جسکی بوندیان تیر ہین۔ لشکر دونون طرف پہاڑ معلوم ہوتے ہین جسکے اندر سے لہو کے جہرنے جہر رہے ہین اور ندیان بہ رہی ہین۔ اس ندی مین جو مرے ہوے ہاتہی گہوڑے گدہے۔ پیدل سوار پڑے ہین وہ اسکے جل جیو ہین۔ بان برچہی۔ سانپ۔ کمانین۔ لہرین۔ کچہوے ڈہالین ٹرے ٹرے بہادر جو مارے جاتے ہین وہ گویا ندی کے کنارہ کے درخت گرتے ہین۔ چربی ان کی اس ندی کے کف ہین بہادرون کے لئے یہہ دریا اور بہارت کا تماشا ہے نامردون کے لئے وہ خوف کی جا ہے

(۱۵) چاند

آسمان پر پورب مین جاڑون کے موسم کے اندر پورا چاند کیسا چمکتا ہے یہہ معلوم ہوتا ہے که وہ ایک شیر ہے جو پورب کی پہاڑ کی گپھا مین بے خوف وخطر رہتا ہے۔ اس کا ایسا ہاتہی کا سر ہے که اپنے نور اور بل سے اندہیری کو پہاڑ ڈالتا ہے۔ آسمان پر شیر کی طرح چلتا ہے۔ ستارے جو آسمان پر موتیون کی طرح چمک رہے ہین وہ رات کی دلہن کے جواہر ہین۔ مگر یہہ جو چاند کے اوپر سیاہ دہبہ یعنی کلف ہے اُس کا سبب کوئی یہہ کہتا ہے که چاند جل کا بنا ہے اس مین زمین کی پرچہائین پڑ رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے که راہو نے جو اسپر حملہ کیا ہے اُسکی سیاہی چہاتی مین پڑ گئی ہے۔

(۱۶) آگ

وہی ایک چیز ہے کہ زمین پر نار ہے۔ آسمان پر بجلی ہے۔ آفتاب مین نور ہے یہہ تینون جلوے اپنی دکہاتی
ہے وہ عجب ناخلف اولاد ہے کہ جن سے پیدا ہوتی ہے انہین کو پہلے کہاتی ہے۔ جن دو لکڑیون کی زناشوی
سے وہ پیدا ہوتی ہے اُن کو ہی وہ جلا کر خاک کرتی ہے۔ اور اپ ماباپ کو مار کر زندہ رہتی ہے۔ مان اُسکے پیدا
ہوتے ہی مرجاتی ہے۔ اور اسکی پرورش نہین کرتی جیسا مائین کرتی ہین مگر وہ بغیر مان ہی کے پلتی اور بڑہتی ہی
وہ دہمنویے کا تاج سر پر رکہتی ہے شعلون کے بال بنا کر تاریکی کو دور کرتی ہے۔ صبح ہوتے ہی تمام عالم کو
روشن کردیتی ہی۔ ہر گہر میں مبارک مہمان ہی سارے رشتے اُس سے رکہتی ہے۔ بیٹا ہی ہے۔ باپ ہی
ہے ... ہے بہائی بہن ہے۔ دوست ہی ہے غرض گہر مین ساری برکتین اُسی کے سبب سے ہین غذا پر
ہماری جان کا مدار ہے اُسکی لذت اُس پر موقوف ہے۔ مگر یہہ مہربان مان جب ہم سے خفا ہوتی ہے
تو اسکی آتشناک غصے کے سامنے ساری مخلوق بہاگتی ہے مگر وہ اسکو اسیطرح پکڑ لیتی جیسے بہاگتے ہوی
لشکر کو دشمن پکڑ لیتا ہے اور غارت کر دیتا ہے۔ جس چیز کو چہوتی ہے چاٹ کر سیاہ کردیتی ہی۔ بہتون کو
اسطرح کاٹتی ہے جیسے نائی قینچی سے ڈاڑہیون کو تراشتا ہے۔ اسکے شعلے ہوا مین جو اٹہتے ہین وہ سمندر
کی لہرین معلوم ہوتی ہین۔ اور جہان وہ ہوکر گذر جاتی ہے وہ جگہہ دہوان دہار ہوکر تاریک ہوتی ہے
مگر یہہ کام تباہ کرنے کے کبہی کبہی کرتی ہے نہین تو ہمیشہ ہم پر مہربان رہتی ہے اور ہمارے چولہ
اور بہٹی مین دھیمی دھیمی اپنی آنچ نکالتی ہے جو گہر اُسے عزیز رکہتا ہے وہ اُس سے خوش رہتی ہی
جو آدمی اُس سے محبت رکہتے ہین وہ ان سب کو خوش حال رکہتی ہے۔ اُن کو غذا اور خوراک کہلاتی
ہے اسے یہہ سوکہی لکڑیان نہایت پسند ہین وہ مکہن کے ڈہیر کہانے کے لئے تیار کرتی ہے اگر کسی کے
پاس گاے نہ ہو جنگل کاٹنے کے واسطے نہ کلہاڑی تیز ہو کہ جسے گہی تیار ہو تو بہی تو چند سوکھے
سرکنڈون سے غریبون کا کام بنا دیتی ہی۔ وہ ہمارے تئین سب برائیون سے بچاتی ہے۔ ہماری
گہرون کو لوہے کی دیوارون سے زیادہ حفاظت کرتی ہے۔

---

(۱۷) آفتاب

آفتاب جو سب جگہہ موجود ہے آسمان پر چڑہا بیٹہا ہے ہر ایک آنکہ اُسکی شان کو دیکہکر تعجب کرتی ہو
وہ سب کو دیکہتا ہے۔ ستارے جو رات کو چمک رہے تھے وہ اب دکہائی نہین دیتے چورون کی طرح
چہپ گئے۔ اور اُسکی روشنی کے آگے سب بجہ گئے وہ اپنی شعاعین آدمیون کو روشن آگ کی طرح
دکہاتا ہے وہی روشنی کا سرچشمہ ہے وہ ہی سارے آسمان کو روشن کرتا ہے ایسکی روشنی کا نام
دن ہے۔

(۱۸) ہوا

نسیم وصرصر دونون مین اُسکی آواز سنائی دیتی ہے مگر اُسکی صورت کوئی نہین دیکہتا۔ کوئی اُسکی
طاقت کو روک نہین سکتا۔ جہان اُس کا جی چاہتا ہے وہان جاتی ہے رات دن چلتی ہے کبہی آرام
نہین کرتی۔ سمندرون پر آسمانون پر دوہ جاتی ہے۔ معلوم نہین کہان کہان وہ پہرتی ہے اُسکے اُنڈ
کو اوپر چڑہ جانا کوئی بات نہین۔ وہ گرد کے بادلون کو اُڑاتی ہے۔ اور پانی کے بادلون کو جہان چاہتی
ہے لیجاتی ہے۔

(۱۹) مینہہ

مینہہ ہی کیا سر سبز کرنے والا ہے وہی حیات کی جان ہے اُسکے آگے پانی کے پیک ایسے دوڑتے
پہرتے ہین جیسے کہ رتہہ رتہہ بان کے ہاتہہ سے ہم مین ہین آسمان پر دور تک بجلی کے شیر دہاڑتی ہین
دہشت ناک بجلی کی چمک سے آدمی ڈر کر بہاگتے ہین جنگل کے درخت نیچے گر پڑتے ہین اُنکی جبر اُکہڑ جاتی
ہے وہ اپنے پانی کی پکہال کو کہولتا ہے جو پیاسے ہین ان کو پانی پلاتا ہے مرجہائے ہوئے سبزہ زار دن
پرندی نالے چڑہ جاتے ہین درخت پر اُن کا جلد اثر ہوتا ہے مویشی اپنی پیاس بجہاتے ہین
کیا اس مین قدرت ہے کہ وہ سب جگہہ سبز روشنی اپنی پہیلاتی ہے کہیتون کو اناج کے کپڑے
بہت وسعت کے ساتہہ پہناتی ہے اُن سے ساری دنیا کو خوراک کہلاتی ہے دہوپ اُنکو سکہاتی
ہے مگر وہ اپنے پانی کی کہال نہین بند کرتے۔

(۲۰) ایک سجیلے جوان ہندو کی خوبصورتی

مکھڑے کی ایسی سجیلی چھب جیسے کہ جاڑے کے چودھوین رات کا چاند گال بہت ہی سُندر تھوڑی بہت ہی سہاونی سنکھ کی مانند تین خط خوبصورت گلے مین پیارے پیارے ہونٹھ ایسے لال جیسے گلکروندے ناک ایسی اُجلی جیسے کند کا پھول۔ انار کے سے دانے دانت ایسے جیسے کہ موتی کی لڑیان ہنسی ایسی دلربا جو بن داموں کے آدمی کو مول لے لے اور جس کی خوبصورتی کے آگے چاندنی بُری معلوم ہو بڑی بڑی انکھین ایسی رسیلی خوبصورت جیسے کہ کنول کی کلیان۔ چتون ایسی کہ من کو لبھائے بانکی ترچھی بھوین ایسی جیسے کہ کمان۔ اُن کے بیچ بین ماتھا ستارا سا چمکتا ہوا روشن اور اُس بین سُندر تلک لگا ہوا ٹیڑھے ٹیڑھے گھونگروالے بال بھونرون سے زیادہ کالے شیر کی مانند کندھے اونچے کمر پتلی۔ چال بھی شیر کی سی۔ بازو ایسے سڈول جیسے ہاتھی کی سونڈ۔ لال گلاب کے سے پاؤن پر ناخون ایسے خوبصورت جیسے کہ کملون کے دلون پر گج موتی پڑے رہوسے۔ اُسکی خوبصورتی بیان نہین کیجاتی زبان جو بولنے کی لیاقت رکھتی ہے وہ انکھین نہین رکھتی جو دیکھکر کھے اور انکھین جو دیکھنے کی قابلیت رکھتی ہین وہ بول نہین سکتین جو بیان کرین۔

(۲۱) موت

موت بھی کیا زبردست فرمانروا ہی جسکی اطاعت بغیر کسی کو چارہ نہین ہی وہ بادشاہ ہی جسنے ایک راہ ایسی بنائی ہے جو ہمکو فنا سے بقا میں پہنچاتی ہی۔ پھر یہ وہ راہ ہی کہ کوئی قوت اور قدرت اُسکو بند نہیں کر سکتی۔ اس بادشاہ کی جلو میں اس راہ کے اندر ہم چلکر اپنے مقاصد قصلے پر پہونچتے ہیں۔ ہمارے سب باپ دادا اس رستہ ہی پر گئے ہیں۔ ہم بھی اُن کے قدموں پر اُسمیں چلینگے۔ اور جو ہماری نسل آئندہ آئیگی وہ بھی اُسی پر اپنے وقت پر جائے گی۔ سب عاقل دانشمند حکیم اُسکے تخت کے گرد جمع ہیں وہ سب کو اپنا ہی ماتحت سمجھتی ہے۔ دُنیا سے ہم جُدا ہوکر اپنے باپ دادا کے رستہ پر چلتے ہیں۔ اور فنا کی راہ میں ہوکر بقا کی بلندی پر چڑھتے ہیں موت پر سب کا خاتمہ ہوتا ہی اسلئے ہمارے مضامین کا بھی خاتمہ موت پر ہوتا ہے۔



فہرست مضامین

فہرست ضمیمہ

اشتہار

مبادی الانشا حصہ اول و دوم

مصنفہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ فیلو الہ آباد یونی ورسٹی ۔ مبادی الانشا کا حصہ اول تیسری دفعہ چھپکر تیار ہوا ہے۔ ہر ایک حصہ کی قیمت ۸ر اور محصول ۱ر ہے

حصہ اول میں مضامین بہ تفصیل ذیل ہیں

(۱) کاغذات امتحان لکھنے کے قواعد جنکے پابند ہونے سے سالانہ امتحانوں میں طالبعلموں کے نمبر کم ہوتے ہیں یا فیل ہو جاتے ہیں

(۲) علم ادب کی تعریف و موضوع عمدہ انشا پردازی کے کون سے مصالح اور اسباب لازمی و ضروری ہیں اور انمیں سے اُن مدارس کے معلموں اور متعلموں کے لئے کہانتک موجود ہیں اور کہانتک وہ اُنکے لئے مہیا ہونے چاہئیں کن کن باتوں کو ملحوظ خاطر رکہنا چاہئے کہ جنسے اُنکی استعداد اور لیاقت کا اظہار اچھی طرح ہو اور اُنکا وقت ضائع نہ ہو جائے

(۳) جب صرف و نحو کی تعلیم کا آغاز ہو تو اُنکے قواعد کی مشق کی طرز کیا اختیار کی جائے کہ جن سے اُنکو الفاظ کے اشتقاق کے طریقے اور عبارتوں کی ترکیبیں معلوم ہو جائیں اور غیروں کی عبارت میں عیب و صواب جانچنے کی لیاقت پیدا ہو جائے۔ علم بیان میں استعارہ، تشبیہات وغیرہ کا بیان لکھا گیا ہے کہ جس سے طالب علموں کو معلوم ہو کہ انکو کیونکر استعمال کرتے ہیں

(۴) پیریفریز جسکو ترجمہ کرنا کہتے ہیں اُکرنے کے قواعد جن سے کہ طالبعلموں کو اوروں کی نظم و نثر کا بیان کرنا اپنی عبارت میں اسطرح آجائے کہ عبا[illegible] جا اور مضمون میں فرق نہ آئے۔

(۵) خطوط نویسی کے آئین و قوانین اور طرز و روش عبارت۔

(۶) مضامین بیانیہ کے قواعد کہ جنسے طالبعلموں کو ایسے مضامین لکھنے آئیں کہ جنمیں کسی شی کے حالات بیان ہوں

(۷) مضامین تاریخیہ کے قواعد کہ جنسے طالبعلموں کو تاریخی واقعات اور انکے اسباب و نتائج کا بیان کرنا آئے۔

(۸) مضامین استدلالیہ کے قواعد جن سے وہ مضامین لکھنے آئیں کہ جن میں دلائل منطقی اور براہین حکمیہ سے کام پڑتا ہے اور کسی امر کی نسبت دلائل موافق و مخالف کو یکجا کر کے نتائج نکالے جاتے ہیں +

اشتہار

قیمت ۸ر　　**مبادی انشا**　　محصول ا ر

حصہ دوم کے مضامین کی تفصیل یہ ہے

(۱) تمہید میں انشاپردازی کی تعریف و طرز ادائے سخن کا بیان۔

(۲) علم معانی کا بیان جسقدر اردو زبان سے متعلق ہے۔

(۳) علم بدیع کا بیان ایک نئے طرز سے لکھا ہے کہ صنائع و بدائع کو کیونکر کام میں لانا چاہئے صنائع جو مشہور ہیں وہ کیونکر اور کہاں استعمال کرنے چاہئیں اور بعض صنائع عدید لکھے ہیں۔

(۴) قوت بیانیہ و قوت فہم سخن کیونکر بڑھتی ہے۔

(۵) مذاق سخن و اہتزاز سخن کا بیان اور نثر یونکے پڑھنے کے لئے ہدایتیں کہ کیونکر پڑھنا چاہئے اور انکے برے بھلے پر رکھنے کے طریقے۔

مضامین تاریخیہ و بیانیہ و استدلالیہ کی مثالیں لکھی ہیں

(۶) اوضاع و اطوار لکھنے کے۔ مظاہر قدرت و نیچر کے ضمن آثار و بیداوار بیان کرنے کیلئے فضائل و اخلاق بیان کرنے کے قواعد لکھے ہیں اور انکی توضیح مضامین لکھہ کر کی ہے۔

(۷) آدمیونکی یادگار لکھنے کے۔ اپنے حال لکھنے کے دستور العمل مقرر کسی مرثیہ وغیرہ کے حال لکھنے کے قواعد۔

(۸) حصہ دوم فرصت کے مضامین لکھنے کے طریقے ہر ایک قاعدہ کے ساتھہ کئی کئی مثالیں لکھی ہیں غرض ان دونوں حصوں کے پڑھنے سے اصول انشاپردازی سے مڈل اسکولوں کے طالبعلموں کو ایسی واقفیت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ جواب مضمون آسان آسان جیسے انکے امتحانوں میں آتے ہیں با قاعدہ لکھہ سکینگے +

محمد ذکاء اللہ دہلی چیلوں کا کوچہ

